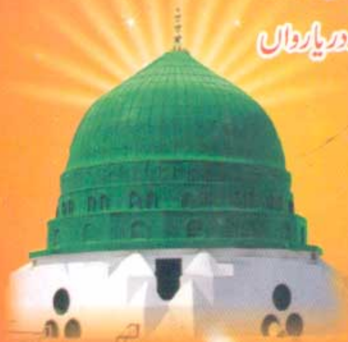


گنبدِ خضریٰ سے لے کر گنبدِ بیضہ تلک
رحمتیں ہی رحمتیں ہیں نور کے دریا رواں

افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم



مُصنّف

سراج الملت حضرت پیر سید محمد حسینؒ شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

خلف الرشید حضرت امیرِ ملت
پیر جماعت علی شاہ محدث علی

انجمنِ خدام الصوفیہ ڈسکہ

افضل الرسل ﷺ

قرآن پاک اور احادیث کی روشنی میں حضرت خاتم النبیین امام الانبیاء محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے کمالات عالیہ اور خصائل حمیدہ کا بیان

آنحضور ﷺ کے جامع کمالات انبیاء ہونے کا ذکر اور تمام انبیاء کرام اور رسولان محتشم علیہم السلام سے افضل ہونے کا تذکرہ

☆ مصنف ☆

سراج الملت حضرت پیر سید محمد حسین شاہ علی پوری رحمتہ اللہ علیہ

خلف الرشید حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ

☆ ناشر ☆

انجمن خدام الصوفیہ ڈسکہ

محمد صادق حسین ڈسکہ

نام کتاب ـــــــــ افضل الرسل ﷺ

ترتیب ـــــــــ محمد صادق حسین جماعتی

پروف ریڈنگ ـــــــــ (۱) احقر والعباد داؤد احمد جماعتی غفرلہ
خادم جامعہ مسجد غوثیہ سمبڑیال روڈ ڈسکہ
(۲) محمد صادق حسین جماعتی

تعداد ـــــــــ

کمپوزنگ ـــــــــ علی کمپوزنگ سنٹر ڈسکہ

ناشر ـــــــــ انجمن خدام الصوفیہ ڈسکہ

قیمت ـــــــــ 100/ روپے

☆ ملنے کا پتہ ☆

☆ محمد صادق حسین جماعتی، زمیندارہ کلاتھ اینڈ نہال سوٹنگ سنٹر بازار صوبیدار ڈسکہ

فون رہائش: 052-6910990 موبائل: 0300-9619149

☆ حافظ محمد بشیر، حاجی شبیر احمد اتفاق آٹو سٹور لاری اڈا ڈسکہ

فون: 052-6610421, 6616168 موبائل: 0300-6100172

☆ مکتبہ مہریہ رضویہ نزد جامع مسجد نور جا کے روڈ ڈسکہ

فون: 052-8037866 موبائل: 0300-6428145

☆ دربار عالیہ امیر ملت علی پور سیداں شریف

☆ نوری بک ڈپو ماڈل ٹاؤن ڈسکہ

☆ حاجی عمران خان موڑ گلوٹیاں 0343-6066875

☆ حضرت مولانا قاری محمد احمد یار خاں (خلیفہ مجاز علی پور سیداں شریف)

خطیب جامع مسجد مدنی لاری اڈا ڈسکہ 0300-6118767

اشاعت کتب کے سلسلہ میں اگر کوئی تعاون کرنا چاہے تو مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ کریں۔

انجمن خدام الصوفیہ ڈسکہ، حاجی محمد صادق حسین جماعتی نہال سوٹنگ صوبیدار بازار ڈسکہ

اگر کوئی خرید کر فری تقسیم کرنا چاہے تو اس کو خصوصی رعایت دی جائے گی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

الاحزاب ۵۶

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا



بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے

درُود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبیؐ) پر

اے ایمان والو! ان پر دُرود اور خُوب سلام بھیجو۔



حسب الحکم

جانشین امیر ملّت، پروردہء آغوش ولایت واقف اسرار حقیقت

وارثِ علوم حضرت امیر ملت

عالمی مبلغ اسلام، مفتی اعظم

ابن العارف ربّانی فخر ملت، عالی مرتبت

الحاج الحافظ صاحبزادہ پیر سید

محمد افضل حسین شاہ جماعتی

مجددی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین علی پور سیداں شریف

انجمن خدام الصوفیہ ڈسکہ

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللّٰہ

وعلی آلک و اصحابک یا سیدی یا حبیب اللّٰہ

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا شفیع المذنبین

وعلی آلک واصحابک یا سیدی یا رحمۃً اللعالمین

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا سید المرسلین

وعلی آلک واصحابک یا خاتم النبیین

حدیثِ قُدسی

فَلَوْلَا مُحِمَّد" مَاخَلَقْت آدَم وَلَوْ لَا مُحَمَّد" مَا خَلَقْت الْجَنَّةَ وَلَا النَّارُ

"(جان لو) اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتو میں حضرت آدم علیہ السلام کو بھی نہ پیدا کرتا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ جنت پیدا کرتا اور نہ دوزخ"

(المستدرک ج ۲ ص ۶۷۱، میزان الاعتدال ج ۵ ص ۲۹۹)

(لسان المیزان ص ۳۵۴ ج ۴، طبقات المحدثین ج ۳ ص ۲۸۷)

شجرہ طیبہ

فرمان الٰہی ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَابِهِمْ ذریتهم وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عملهم من شَیْءٍ (پارہ ۲۷)

(ترجمہ) اور ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد کو ان کے سات ملایا اور ان کے عمل میں ذرا سی بھی کمی نہیں کی۔

حضرت پیر سید محمد حسین شاہ علی پوری قدس سرۃ رحمتہ اللہ کا شجرہ نسب والدین کی جانب سے حضرت نبی ﷺ تک پہنچتا ہے۔ اس طرح آپ نجیب الطرفین ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد سب کے سب مومن و متقی، صالح و برگزیدہ حیثیت کے حامل تھے اور آیت بالا کے صحیح مصداق۔ گویا آپ کا شجرہ نسب صحیح معنی میں اس آیت شریفہ سے مطابقت رکھتا ہے۔

کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِت" وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَاءِ

(ترجمہ) مثل اس پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں۔

حضرت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری رحمتہ اللہ علیہ اس مقدس اور مستحکم درخت کی وہ پاکیزہ شاخ تھے جن کا شجرہ نسب ان کے تقدس کی دلیل اور جن کے اعمال صالحہ ان کی علوشان پر شاہد عادل ہیں۔ آپ کی حیات پاک اپنے آباؤ اجداد اور بالخلوص رسول کریم ﷺ کے مکمل اتباع میں بسر ہوئی اور اس آخری دور میں آپ نے اعلائے الحق اور اتباع سنت رسول ﷺ کی وہ ایمان افروز اور روح پرور مثال قائم کی کہ یا ید و شاید۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ

(ترجمہ) یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے





پدری شجرہ نسب

۱	رسول اکرم و نبی محترم محمد مصطفیٰ ﷺ	۲۱	حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲	سیدہ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ خدا (زوجہ) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۲۲	حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ
۳	حضرت حسین ابن علی سید الشہدا رضی اللہ عنہ	۲۳	حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت علی ابن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ	۲۴	حضرت سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ
۵	حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ	۲۵	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۲۶	حضرت سید امام الدین رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت محمد مامون قطب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت سید میر احمد رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت علی عارض رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت سید میر احمد رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت سید حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	حضرت سید طاہر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ
۱۱	حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲	حضرت سید عارف رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت سید میر محمد رحمۃ اللہ علیہ
۱۳	حضرت سید خسرو رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ
۱۴	حضرت سید اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت سید امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۵	حضرت سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۵	حضرت سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ
۱۶	حضرت سید نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۶	حضرت سید محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ
۱۷	حضرت سید عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۷	حضرت سید منور علی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸	حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۸	حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۹	حضرت سید خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۹	امیر ملت محی السنت مجدد دوراں قیوم زماں قدوۃ الصالحین زبدہ العارفین حضرت حاجی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب
۲۰	حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۴۰	حضرت پیر سید محمد حسین جماعتی سجادہ نشین اول حضرت امیر ملت سراج الملت الحاج حافظ پیر سید محمد حسین شاہ جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ

از جناب ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب بی اے، ایل ایل بی، ایڈووکیٹ سیالکوٹ
خلیفہ مجاز حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز

اے خدا دارین میں خیر الوریٰ کا ساتھ ہو
شافع اعظم حبیب کبریاً کا ساتھ ہو

حضرت صدیقؓ و سلمانؓ واسم ذ اتقا
جعفر صادقؒ امام الاصفیا کا ساتھ ہو

با یزیدؒ و بو الحسنؒ بوالقاسمؒ و ہ بو علیؒ
یوسف ہمدانیؒ یوسف لقا کا ساتھ ہو

عبدالخالق غجدوانیؒ عارفؒ و محمودؒ کا
اور عزیزان علیؒ حق نما کا ساتھ ہو

حضرت بابا سماسیؒ سید میر کلالؒ
شہ بہاؤ الدینؒ شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

خواجہ عطارؒ و یعقوبؒ و عبید اللہؒ ولی
خواجہ زاہد محمدؒ پارسا کا ساتھ ہو

خواجہ درویشؒ وامکنگیؒ محمد مقتدا
حضرت باقی باللہؒ با خدا کا ساتھ ہو

اور مجدد الف ثانیؒ خواجہء معصوم کا
حجتہ اللہؒ اور زبیرؒ اولیا کا ساتھ ہو

خواجہ قطب الدین اشرفؒ شہ جمالؒ ولی
سید عیسیٰؒ شہ فیض اللہ شاہ کا ساتھ ہو

خواجہ نور محمدؒ بابا تیرا ہی فقیرؒ
شہ جماعت علی مقتدا کا ساتھ ہو

امیر ملت، غوث اعظم، اور قیوم زماں
اس مجدد عصر، صدر اولیا کا ساتھ ہو

عارف کامل ولی و متقی پرہیز گار
شہ محمد حسینؒ شاہ اتقیا کا ساتھ ہو

بہر حسنینؓ و علیؓ و سیدہ خیر النساءؓ
روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو

جملہ یاران طریقت کا بروز حشر بھی
نقشبندی سلسلے کے اولیاء کا ساتھ ہو

مقدمہ

از

ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب

ایم۔اے (الازہر)

سجادہ نشین بھیرہ شریف ضلع سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان ایک دولت لازوال ہے۔ یہ صحن چمن میں مہکتا گلاب ہے۔

آغوش صدف میں گوہر آبدار ہے۔

خزاں رسیدہ درختوں کے لئے مژدہ فصل بہار ہے۔

شب دیجور میں دمکتے ماہتاب کی نشلی چاندنی ہے۔

خشک سالی سے اجڑے ہوئے جہاں کے لئے باران رحمت ہے۔

یہ دولت سرمدی حاصل کیسے ہوتی ہے۔ توحید کا اقرار کر لینے سے

قلب کی گہرائیوں سے اس کی تصدیق کرنے سے

عظمت رسالت کا نقش لوح دل پر ثبت کر لینے سے

عقیدہ قیامت اپنا لینے سے۔

یہ سارے عقائد دل میں جاگزیں ہوں گے تو انسان مسلمان ہو گا لیکن ایمان کی شرط، محبت رسول ﷺ سے معلق ہے۔ یہ جذبہ دل میں موجزن نہ ہو تو ایمان ایسا پھول ہے جس میں خوشبو نہیں، یہ ایسا چاند ہے جو چاندنی سے محروم ہے کیونکہ شب اسرٰی

کے دولہا کا ارشاد ہے۔

والذی نفس محمد بیدہ لا یکون احد کم مومنا حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اپنے والدین، اولاد حتیٰ کہ ساری انسانیت سے زیادہ نہ ہو۔

آپ کے اس ارشاد کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر مسلمان کے لئے آپ کی محبت کان ایمان ہے لیکن توجہ طلب پہلو یہ ہے کہ عشق بلا خیز کا قافلہ سخت جان تو صرف اس منزل کی جانب رخت سفر باندھتا ہے جہاں حسن اپنی ہوش ربا تجلیات کے جھرمٹ میں لوہ آراء ہو اور اس کے دل ربا جلوے اسے دعوت نظارہ دے رہے ہوں اور یہ بھی ایک یہی امر ہے کہ محبت کے مزاج میں دوسروں کی تقلید نہیں بلکہ عشق کا ہر جذبہ حسن کے نئے روپ کا متقاضی ہوتا ہے۔ کسی کو کامت رعنا پسند ہے کوئی نرگسیں آنکھوں کا شیدائی ہوتا ہے۔ کچھ مزاج ایسے ہوتے ہیں جو حسن سیرت میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں، انہیں جمال معنوی میں اپنے جذبوں کی تسکین کا سامان ملتا ہے۔ جب ہر انسان کے ایمان کی تکمیل محبت دل شرط ہے تو یقیناً ہر انسان کے جذبہ محبت کی تسکین کے لئے حسن کا ہر معیار آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں کے حسن کو بیان کرتے ہوئے ارشاد الٰہی ہے۔

مازاغ البصر وماطغی۔ رخ روشن کو والضحی سے تعبیر کیا۔ عنبرین زلفوں کو واللیل اذا سجی کہا آپ کے حسن ظاہری کے جلوے ان گنت و بیشمار ہیں ان کو گننا یا بیان کرنا حیطہ امکان سے ماوراء ہے۔ بقول حضرت حسان بن ثابتؓ

واحسن منک لم ترقط عینی　　واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرامن کل عیب　　کانک قد خلقت کما تشاء

جمال سیرت کے بھی بے شمار پہلو ہیں آپ ﷺ رحمت للعالمین ہیں۔ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کو اللہ کریم نے "انک لعلٰی خلق عظیم" سے تعبیر کیا ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: "کافت للناس بشیرا ونذیرا"۔ علم کی رفعتوں کا ذکر فرمایا تو "علمک مالم تکن تعلم" کہا۔ حسن کا کونسا جلوہ ہے جس کی رعنائیاں اور زیبائیاں آپ ﷺ کی ذات میں موجود نہیں۔ کتنے حسین الفاظ ہیں جو کسی صاحب دل نے اظہار عقیدت پیش کرتے ہوئے کہے ہیں۔

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

کمالات کی ایسی جامعیت کے پیش نظر اللہ جل مجدہ نے حضور کی ذات کو سارے انبیاء ورسل پر فضیلت عطا فرمائی ہے:

زیر مطالعہ کتاب "افضل الرسل" اسی موضوع پر سراج الملت والدین حضرت علامہ سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری رحمتہ کی تصنیف لطیف ہے۔ ابتدائی خطبہ کے بعد فاضل مصنف نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی افضلیت کو بیان کرنے سے پہلے مختلف حوالہ جات سے یہ ثابت کیا ہے کہ مقام بشریت، مقام ملائکہ سے افضل واعلیٰ ہے۔ عام انبیاء ساری انسانیت بلکہ ملائکہ سے افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جملہ انبیاء سے اعلیٰ ہے۔ بطور استشہاد مصنف موصوف نے قرآن وحدیث اور دوسری ثقہ روایات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ثابت کرنے کے لیے 115 عنوانات بنائے ہیں۔ کتاب کے آخر میں گزشتہ انبیاء کرام میں سے چند جلیل القدر انبیاء ورسل کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے اوصاف وکمالات کے ساتھ آقا علیہ السلام کے محاسن کا

تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس سلسلہ میں جو بات لائق تحسین ہے وہ یہ کہ اس تقابلی جائزہ میں مقام نبوت کا ہر صورت میں خیال رکھا گیا ہے۔

یہ کتاب سب سے پہلے ماہنامہ "انوار الصوفیہ" لاہور کے مختلف شماروں میں ۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۳ء شائع ہوتی رہی۔ بعد ازاں اسے کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن مولانا غلام رسول گوہر مرحوم نے ۱۹۶۳ء میں قصور سے شائع کیا اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۷۸ء میں مجددا کیڈمی برج کلاں ضلع قصور نے شائع کیا۔ گزشتہ ایڈیشنوں میں چند خامیاں تھیں جو قارئین کو بری طرح کھٹکتی تھیں مثلاً قرآنی آیات کے حوالہ جات ذکر نہیں کیے گئے تھے اور نہ ہی ان کا ترجمہ پیش کیا گیا۔ کتاب میں درج عربی اشعار کا ترجمہ بھی نہیں تھا۔ نیز کتاب کے آخر سے چند اوراق کم تھے جو گزشتہ ایڈیشنوں میں شامل اشاعت نہیں ہو سکے تھے۔ کتاب کے انداز بیان پر مناظرانہ رنگ غالب تھا اور بعض مقامات پر معقولات کی اصطلاحات نے عبارات کو اتنا پیچیدہ اور مشکل بنا دیا تھا کہ عام قارئین کے لیے انہیں سمجھنا ممکن نہ تھا۔

برصغیر پاک و ہند میں خانوادۂ امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کی سیاسی، مذہبی خدمات پہلے بھی کم نہ تھیں۔ اس کتاب کا اضافہ اس سلسلہ میں قند مکرر ثابت ہوگا۔ خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کار خیر کے سبب حضرت مصنف رحمتہ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرمائے اور عامتہ المسلمین کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ و یٰس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

محمد کرم شاہ

سجادہ نشین آستانہ امیریہ بھیرہ شریف

جج سپریم کورٹ آف پاکستان

۲۳، شعبان المعظم ۱۴۱۱ء، ۱۱، مارچ ۱۹۹۱ء

مختصر حالات

حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ علی پوری قدس سرہ

از قلم: محمد صادق حسین جماعتی (ڈسکہ)

مرشدی و مولائی، سیدی و سندی سراج الملت حضرت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب کی ولادت با سعادت ۷ شوال ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۸۷۸ء کو سنوسی ہند حضرت امیر ملت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں عالم اسلام کے مشہور و معروف روحانی مرکز علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں صبح صادق کی ساعت سعید میں ہوئی۔ آپ کی پیدائش پر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے آپ کے چاند سے بڑھ کر حسین چہرے کو دیکھا تو جامے میں پھولے نہ سمائے اور بے اختیار ہو کر گود میں اٹھالیا اور دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی۔ اور پھر دعائے خیر کی۔ (اللہ اکبر! وہ ساعت کتنی سعید ہوگی۔

ساتویں روز آپ کے بال منڈوائے گئے اور صدقہ و خیرات کیا۔ آپ کا اسم گرامی محمد حسین رکھا اور دو بکرے ذبح کر کے عقیقہ کیا۔ آپ دو تین مہینے کے تھے کہ حضرت بابا جی فقیر محمد چوراہی فاروقی رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۳۱۵ھ) تشریف لائے تو آپ کے چچا حضرت سید صادق علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۲۴ء) آپ کو اپنی گود میں لے کر حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ "اس پر دم کر دیجئے۔ یہ اکثر روتا رہتا ہے۔" حضرت بابا جیؒ نے دم فرما کر ارشاد فرمایا کہ: یہ رونے والا بچہ نہیں ہے۔ یہ بڑا مرد ہوگا اور ہمیشہ خوش و خرم رہے گا۔"

آپ کا بچپن نہایت پاکیزہ اور شگفتہ تھا۔ اونچی آواز سے نہیں بولتے تھے۔

بڑوں کا ادب کرتے تھے۔ کپڑے صاف ستھرے رکھتے تھے۔ جب آپ کی عمر مبارک سوا چار سال کو پہنچی تو آپ کو حضرت قاری حافظ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کلام مجید کی تعلیم اور حفظ کے لیے بٹھایا گیا۔ اور آپ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔ اس کے بعد علی پور سیداں کے پرائمری سکول سے پرائمری کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کر کے قلعہ سوبھا سنگھ سے مڈل پاس کیا۔ اور دینیات کی تعلیم کے لیے حضرت مولانا عبدالرشید صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا نور احمد نقشبندی امرتسریؒ (ف ۱۹۳۰ء) کے پاس امرتسر جا کر اکتساب علم کرتے رہے۔ امرتسر میں تحصیل علم کے بعد آپ نے دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور اور پھر مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا۔ درس نظامی کی تمام اعلیٰ کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل وہیں سے کی۔ قیام دہلی کے دوران ہی مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاںؒ (ف ۱۹۲۷ء) کے طبیبہ کالج دہلی میں داخلہ لے کر طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ آپ حکیم صاحب موصوف کے لائق ترین شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔

حصول تعلیم کے بعد آپ علی پور سیداں شریف واپس تشریف لے آئے تو بیس برس کی عمر مبارک میں آپ کی شادی آپ کے تایا حضرت پیر سید نجابت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۳۳۶ھ) کی دختر نیک اختر سے انجام پائی۔ انہیں ایام میں حضرت امیر ملت قدس سرہ نے علی پور شریف میں مدرسہ نقشبندیہ کا اجرا فرمایا تو آپ کو مہتمم مقرر کیا گیا۔ آپ مدرسہ کے انتظام و انصرام کے علاوہ طلباء کو علوم و فنون کی کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔ عربی و فارسی پر آپ کو مہارت تامہ اور شہرت عامہ حاصل تھی۔ تحریر و تقریر میں اہل زبان کی طرح ید طولیٰ حاصل تھا۔ تمام عمر کبھی بول چال میں رکاوٹ نہ آئی۔ آپ کی

فصاحت و بلاغت پر بڑے بڑے علماء و فضلاء کو حیرانی ہوتی تھی اور وہ بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہوتے تھے۔ آپ کے پڑھانے کا انداز نہایت شائستہ اور نرالا تھا۔ طلباء کے ساتھ نہایت شفقت فرماتے تھے۔ جمعۃ المبارک کی رات طالب علموں کو لیکر مغرب کی نماز کے بعد ''مسجد نور'' کے صحن میں بیٹھ جاتے اور نماز عشاء تک سوال و جواب اور مناظرہ آرائی ہوتی رہتی۔

شروع میں آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت بابا فقیر محمد چوراہیؒ (ف ۱۳۱۵ھ) کے دست اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی اور اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کیے گئے تھے۔ ان کی رحلت کے بعد والد گرامی قدر یعنی حضرت امیر ملت قدس سرہ سے بیعت ہو کر ۱۱ مئی ۱۹۱۴ء کو بر موقعہ سالانہ جلسہ علی پور شریف، خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی حیات ظاہری ہی میں آپ کے علم و عرفان کی دھوم مچ گئی تھی۔ ہزاروں لوگ آپ سے بیعت کر کے گمراہی و گمگشتگی سے نجات حاصل کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کو جب فرصت نہ ہوتی تو لوگوں کو بیعت کے لیے آپ کی خدمت میں بھیج دیتے۔ یہ شرف حضرت امیر ملت قدس سرہ کی حیات طیبہ میں خاندان کے کسی اور فرد کو حاصل نہیں ہوا۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

آپ عالم، فاضل، پیر، ادیب، حکیم ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ آپ کو اکثر تحریری مناظروں کے مواقع ملے۔ آپ نے مخالفین کی تحریروں میں ہمیشہ غلطیاں نکالیں، جس کی وہ کبھی توجیہ و تاویل نہ کر سکے۔ مگر آپ کی تحریر میں ان کو نکتہ چینی اور خوردہ گیری کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے بارہا چیلنج بھی کیا مگر معاندین کو چپ سادھ لینے ہی میں عافیت نظر آئی۔ آپ کے بیسیوں مناظروں میں سے ایک مناظرہ کی

مختصر جھلک پیش خدمت ہے:

ایک بار جامعہ الازہر مصر کے ایک استاد، علی پور سیداں آئے۔ بعض مسائل پر ان سے اختلاف ہوا تو مستقل بحث و مناظرہ ہونے لگا۔ تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت اس دوران برابر عربی میں گفتگو فرماتے رہے۔ مدرسہ کے اساتذہ وطلباء محفل میں موجود ہوتے اور ان کی علمی بحث سے استفادہ کرتے۔ آپ نے دلائل و براہین سے حنفی مسلک کی صحت وافادیت ثابت کی۔ اور اس مصری عالم کو قائل کرلیا۔ اسے آپ کی فصیح اور شستہ عربی گفتگو پر سخت حیرت تھی۔ آخر اس نے دریافت کیا کہ آپ نے ملک عرب میں کتنی مدت گزاری ہے؟ آپ نے ارشاد کیا کہ ''حج کے زمانے کے علاوہ مجھے کبھی وہاں رہنے کا شرف حاصل نہیں ہوا'' یہ سن کر وہ حیرانی سے کہنے لگا کہ ہندوستان میں رہتے ہوئے آپ کو پھر کس طرح لسانی مہارت حاصل ہوگئی۔

آپ کو کتابوں کی خریداری کا بہت شوق تھا۔ جب حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کرنے کے لیے جاتے تو نایاب کتب خرید کر لاتے۔ آپ ہزاروں روپے صرف کر کے عربی کتب خرید کر لائے۔ اور انہیں علی پور سیداں کے کتب خانے کی زینت بنایا۔ آپ کے اس ذوق وشوق کی حضرت امیر ملت قدس سرہ بڑی قدر فرمایا کرتے تھے۔ کئی بار تحسین وآفرین کے کلمات ارشاد فرمائے۔ ایک بار فرمایا کہ ''لوگ ایسے تبرکات خریدتے ہیں جو فنا ہو جاتے ہیں۔ صاحبزادہ نے ایسی چیزیں خریدی ہیں جن کو بقا ہے۔''

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے کتابوں کی کثرت دیکھ کر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''صاحبزادہ نے مکہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لیے ہیں۔''

آپ کو فتویٰ نویسی میں خاص مہارت حاصل تھی۔ آپ کے صاحبزادے جوہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۸۰ء) اپنی معرکۃ الآراء تصنیف''

یرت امیر ملت'' میں رقمطراز ہیں کہ:

'' آپ مشکل سے مشکل مسائل پر قلم برداشتہ فتویٰ لکھ دیتے تھے۔ حدیث و فقہ کی کتابوں پر ایسا عبور حاصل تھا کہ آپ کے فتوے قوی اور مضبوط دلائل اور حوالاجات سے مزین ہوتے تھے۔ ''علم الفرائض'' بہت مشکل چیز ہے مگر آپ کو اس میں بھی کامل مہارت حاصل تھی۔ ''میراث'' کے مسائل کا جواب برجستہ دیتے اور ''ترکہ'' کی تقسیم کے معاملات مدلل طور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں فوراً حل فرمادیتے تھے۔''

ایک بار آپ کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں اس وقت طلاق کے ایک مسئلہ نے سب کو پریشان کرر کھا تھا۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''اگر تو نے ہنڈیا چاٹی تو تجھ پر طلاق۔'' مفتیوں سے رجوع کیا گیا۔ تو سب نے کہا کہ اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی۔ اس شخص نے آپ سے رجوع کیا۔ آپ نے اس کی بیوی سے دریافت فرمایا کہ ''تم نے ہنڈیا کس طرح چاٹی ہے؟'' اس نے جواب دیا، ''یوں انگلیوں سے پونچھ پونچھ کر۔'' آپ نے ارشاد کیا، '' جا! تجھ کو طلاق نہیں ہوئی تو نے اپنی انگلی چاٹی ہے، ہنڈیا نہیں چاٹی۔'' کلکتہ کے تمام علماء آپ کی فراست و ذہانت پر انگشت بدنداں رہ گئے۔''

آپ جتنے جلیل القدر عالم تھے، اتنے ہی پابندی شریعت اور اتباع سنت کے عامل تھے۔ شب بیداری، تہجد گزاری اور آہ و زاری تو ان کا معمول تھا۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ راقم الحروف نے بچشم خود بارہا نام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نعتیں سنتے ہوئے انہیں جھومتے تھے۔

آپ نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر قیادت تمام دینی، ملی، مذہبی اور سیاسی کاموں میں بھی حصہ لیا۔ انجمن خدام الصوفیہ، فتنہ ارتداد، تحریف خلافت، سارد ایکٹ، تحریک کشمیر، تحریک شہید گنج تحریک پاکستان اور دیگر تحریکوں میں بھرپور کردار ادا

کیا۔ فتنہ ارتداد کے زمانہ میں عرصہ تک آگرہ میں رونق افروز رہے اور ارد گرد کے علاقوں میں تبلیغ کر کے ہندوؤں کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملایا۔ تحریک شہید گنج میں بڑی جانفشانی سے کام لیا اور اس تاریخی جلوس میں نمایاں طور پر حصہ لیا جو حضرت امیر ملت قدس سرہ کی قیادت ۸، نومبر ۱۹۳۵ء کو بادشاہی مسجد لاہور سے ننگی تلواروں کے ساتھ نکلا تھا اور جس سے انگریز حکومت کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔

تحریک پاکستان کا دور آیا تو حضرت امیر ملت قدس سرہ، اپنے صاحبزادوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ میدان میں نکل آئے۔ حضرت سراج الملت رحمتہ اللہ علیہ نے رات دن ایک کر کے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں یاران طریقت اور عامتہ المسلمین کو میدان عمل میں لا کھڑا کیا۔ ۱۹۴۶ء کے تاریخی الیکشن میں ضلع رہتک (حال مشرقی پنجاب، انڈیا) میں مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت میں دل کھول کر کام کیا۔ پھر فیروز پور میں نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف ۱۹۶۹ء) کے حلقہ میں اس خوبی سے کام کیا کہ مخالفین بھی عش عش کر اٹھے۔ بعد ازاں قصور میں میاں افتخار الدین (ف ۱۹۶۲ء) کے حلقہ میں بھر پور کام کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا کہ آپ کے تینوں امیدوار غالب اکثریت سے کامیاب و کامران ہوئے۔

اس سے قبل جب ۲۴، نومبر ۱۹۴۵ء کو حضرت پیر امین الحسنات المعروف پیر صاحب مانکی شریف ؒ (ف ۱۹۶۰ء) نے مانکی شریف (تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور صوبہ سرحد) میں حضرت قائد اعظم ؒ کی ایک شاندار دعوت کی تو ایک عدیم المثال جلسہ عام کا انعقاد بھی کیا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمت میں جلسہ کی صدارت کے لیے درخواست کی گئی مگر حضرت ناسازی طبع کے باعث تشریف نہ لیجا سکے۔ اور اپنی جگہ حضرت سراج الملت کو قائد اعظم کے لیے سونے کا ایک تمغہ، تین سو روپے کی ایک تھیلی

اور کئی دوسرے تحائف دے کر بھیجا۔

پیر صاحب مانکی شریف ؒ نے حضرت سراج الملت ؒ کی بڑی عزت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت آپ کے سپرد کی۔ جب قائداعظم ؒ جلسہ گاہ میں آئے تو حضرت سراج الملت آگے بڑھے اور سونے کا تمغہ (جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا) قائداعظم ؒ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ

''میرے والد ماجد (حضرت امیر ملت ؒ) نے یہ تمغہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔''

یہ سن کر قائداعظم ؒ بہت خوش ہوئے، کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سینہ تان کر کہا:

''پھر تو میں کامیاب ہوں، آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجئے۔''

اس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملت ؒ کے ہاتھ سے تمغہ لیا اور قائداعظم ؒ کی شیروانی کی بائیں طرف سینے پر ٹانک دیا۔ قائداعظم ؒ نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کی داد و دہش کی داستانیں تو زبان زد خاص و عام ہیں۔ عرب کے لوگ انہیں ''ابوالعرب'' کہتے تھے۔ آپ بھی ان کی طرح بڑے سخی اور جواد تھے۔ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی خاص طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ مدرسہ کے طلباء کی ہر قسم کی ضروریات کا اہتمام فرماتے۔ ان تمام کاموں پر جو روپیہ صرف ہوتا، اس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہ ہوتا۔

ایک دفعہ آپ، حضرت امیر ملت قدس سرہ کی معیت میں حج بیت اللہ و زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گئے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک دن حضرت امیر ملت نے حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مدنی ؒ (ف ۱۹۸۱ء) سے دریافت کیا

کہ ''آپ نے صاحبزادہ سے ملاقات کی؟'' انہوں نے جواب دیا، ''جی ہاں! ملاقات ہوئی میں ان سے مل کر بہت خوش ہوا ہوں۔ وہ بڑے عالم اور فاضل ہیں۔ آپ کے صحیح جانشین ہوں گے۔'' حضرت امیر ملتؒ نے فرمایا:۔

''مولانا صاحب! بعض باتوں میں تو وہ مجھ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ میں کسی کو کچھ دیتا ہوں تو لوگ ایک کے چار کر کے بتاتے ہیں، مگر وہ دائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو بائیں کو خبر نہیں ہونے دیتا۔''

آپ کی تقریر بہت دلپذیر اور پراثر ہوا کرتی تھی۔ دقیق سے دقیق مسائل کو بھی آناً فاناً حل فرما دیتے تھے۔ آپ کی شیریں کلامی سے غیر بھی کھنچے چلے آتے تھے۔ وعظ میں عموماً ترک دنیا، سعیٔ عمل اور تصوف کی باتیں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ابلے ہوئے چاول اور سادہ گوشت بہت پسند فرماتے تھے۔ سنت نبویؐ کے مطابق کدو شریف خصوصی طور پر مرغوب تھا۔

آپ کا لباس سفید ہوتا تھا۔ کرتہ بہت کھلا (اکثر و بیشتر چکن کا کپڑا استعمال فرماتے تھے۔) سفر میں سفید شلوار حضر میں سفید چادر۔ سر پر سفید پگڑی، پاؤں میں کھسہ، ہاتھ میں عصا۔ آپ والد گرامی کے مظہر اتم تھے۔ چہرہ پرنور، جسے دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا۔ گفتگو فقیروں جیسی، چال شہنشاہوں جیسی، نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو۔ سخاوت میں اپنے وقت کے حاتم طائی تھے۔ اخیر عمر میں بصارت میں فرق آ گیا تھا مگر صحت قابل رشک تھی۔ تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں کی۔ اخیر عمر میں رات کا اکثر و بیشتر حصہ بیدار رہتے تھے۔ عموماً نصف رات مطالعہ کتب اور حل مسائل میں صرف ہوتا تھا۔ بعد ازاں تھوڑا سا لیٹ کر تہجد پڑھتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد طلباء کو درس قرآن دیتے تھے۔

آپ تقریر و تدریس کے علاوہ میدان تحریر کے بھی شاہسوار تھے۔ ماہنامہ ''انوار الصوفیہ''

لاہور، سیالکوٹ، قصور) میں آپ کے گرانقدر مضامین زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر علماء و فضلاء سے خراج تحسین حاصل کرتے رہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں جن میں سے ''افضل الرسل'' کئی بار منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر جامعیت اور انفرادیت کے لحاظ سے اپنی عظمت کا لوہا منوا چکی ہے۔

احباب و یاران طریقت کے نام آپ کے خطوط تصوف، اسلامیات، تاریخ و تذکرہ اور اخلاق کا بہترین نمونہ ہوتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اقدس ہمارے سامنے تشریف فرما کر گفتگو فرما رہے ہیں۔ ذیل میں استاذی حکیم ملت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری مدظلہ کے نام آپ کا ایک خط نقل کیا جاتا ہے۔ یہ خط حکیم صاحب قبلہ کے اس خط کے جواب میں ہے جس میں انہوں نے آپ سے مولانا محمد عالم آسی امرتسریؒ (ف ۱۹۴۴ء) کے حالات زندگی و دیگر کوائف دریافت کئے تھے۔ لیجئے اب وہ خط ملاحظہ فرمائیے!

علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ

۲۲، اگست ۱۹۵۷ء

☆ ☆ ☆

جناب حکیم صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مرحوم و مغفور مولانا مولوی محمد عالمؒ ذکی، ذہین ہونے کے علاوہ ادیب فاضل اور جامع منقول و معقول تھے۔ بہت ہی متدین، شریف الطبع انسان تھے۔ میں چند اسباق ان کے ساتھ حضرت مولانا غلام احمد صاحب حافظ آبادی (ف ۱۹۰۷ء) کی خدمت میں پڑھے ہیں۔ اس سے زیادہ میں ان کے متعلق نہیں جانتا۔ آپ کو دفتر اخبار الفقیہ گوجرانوالہ سے ان کے حالات مل سکتے ہیں۔ ایڈیٹر

الفقہیہ حکیم معراج الدین امرتسریؒ (ف ۱۹۴۸ء) کے لڑکے وہاں رہتے ہیں۔ مولانا محمد عالم مرحوم و مغفور نے (مولوی) ثناء اللہ وہابی کے خلاف رسالہ جات بھی تحریر کئے تھے۔ ان کا پتہ بھی دفتر الفقہیہ سے ملے گا۔

فقط والسلام

سید محمد حسین علی پوری

☆ ☆ ☆

آپ کی وفات حسرت آیات ۶، جمادی الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۶، اکتوبر ۱۹۶۱ء بروز پیروار بوقت ساڑھے پانچ بجے شام بعمر شریف تراسی سال ۱۲ یوم ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت خواجہ محمد شفیع سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (ف ۱۹۶۶ء) نے پڑھائی اور حضرت امیر ملت قدس سرہ، کے پہلو مبارک میں سپرد خاک کئے گئے۔

عمرہا در کعبہ و تبخانہ می نالد حیات

تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

آپ کی رحلت پر متعدد شعرائے کرام نے تاریخی قطعات کہے ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں:۔

(۱) (از حضرت مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی ــــ کراچی)

راہی ہوئے بہشت بریں کو ہزار حیف　　بزم جہاں سے آج محمد حسین شاہ

نور نگاہ پیر جماعت علی تھے آپ تھے　　آپ شیخ کامل و اکمل خدا گواہ

تھے نقشبندیوں کے عظیم الشرف بزرگ　　بے مثل تھے جہاں میں باندازۂ نگاہ

بعد از وصال ان کی خدا مغفرت کرے　　مثل جہاں جناں میں بھی زائد ہو عز و جاہ

سال وصال کہیے ضیا آنجناب کی

جنت نصیب میر محمد حسین شاہ

☆ ۱۳۸۱ھ ☆

(۲) (از صوفی مسعود احمد رہبر چشتی کشمیری ضیائی ____ کراچی)

گئے خلد میں ہم سے ہو کر وہ رخصت تھی جن کی مسلم زمانہ میں عظمت!

جدائی قیامت سے کیا کم ہے انکی وہ وجہ سکوں تھے، وہ تھے دل کی راحت

سنائیں کسے حال دل اپنا اپنا ہیں صرف الم آج اہل عقیدت!

کہو عیسوی سن میں تاریخ رہبر

گیا مہر تاباں امیر شریعت

☆ ۱۹۶۱ء ☆

آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

ارشادات قدسیہ

۱۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جملہ کمالات کا سر چشمہ ہے۔

۲۔ زنا اور بدکاری، خرابی و بربادی کا باعث ہے۔

۳۔ صالح ماں باپ کا صدقہ اس کی اولاد کی سات پشتوں تک حفاظت کرتا ہے

۴۔ قرآن شریف کی عزت وحرمت تمام سماوی اور غیر سماوی کتابوں سے بہت زیادہ ہے۔

۵۔ ایمان کے بعد نجات کا انحصار اعمال صالح پر ہے۔

۶۔ ادب، فرائض و واجبات و سنن و محرمات و حدود اللہ و احکام شرعیہ الٰہیہ کے مطابق عمل کرنے کا نام ہے۔

۷۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر کے بغیر نجات ناممکن ہے، اگرچہ کتنا ہی عابد و زاہد ہو۔

۸۔ درود شریف، اللہ تعالیٰ کی رحمت پانے کا ذریعہ ہے۔

۹۔ جو کوئی حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف بہت زیادہ پڑ ہے، اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت محبت ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن وہ سب سے زیادہ آپ کے قریب ہوگا۔

۱۰۔ محبوب کی یاد اس کے دیکھنے کے قائم مقام ہے۔ اگر محبوب نظر نہ آئے تو اس کی یاد سے غافل نہ رہو، کیونکہ ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

۱۱۔ زبان کی حفاظت کرو۔ اگر اس کو ذکر خدا اور نیک باتوں میں لگاؤ گے تو ثواب پاؤ گے، جس کی بے حد ضرورت ہے۔ اور اگر اس کو لغو اور بے ہودہ باتوں میں چلاؤ گے، تو خسارہ اٹھاؤ گے۔

۱۲۔ زبان دل کی ترجمان ہے۔ جس طرح دل کا پاک رکھنا واجب ہے، اسی طرح زبان کا پاک رکھنا بھی واجب ہے۔

۱۳۔ صحبت صالحین، اخلاق و احوال کے تبدیل کرنے کے لیے اکسیر اعظم ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو نیکوں کی صحبت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

۱۴۔ بزرگ وہ ہے جو اپنے استاد اور شیخ کی قدر و منزلت اور اس کے احسان کو جان

ر اس کی تعظیم [illegible] ہی نہ کر

۱۵۔ جو شریعت کا پابند نہیں، اگرچہ اس سے خوارق عادات کا بکثرت ظہور ہو، ولی نہیں ہے۔ کیونکہ ولایت کی بنا اتباع سنت پر ہے، کرامات پر نہیں۔

۱۶۔ اہل سنت و جماعت کا طریق ہی طریق حق ہے۔

۱۷۔ نماز تہجد پر مداومت کرنی چاہیئے' جو فیوضات اس سے حاصل ہوتے ہیں، وہ کسی دوسری چیز سے حاصل نہیں ہوتے۔

۱۸۔ تحمل و بردباری اللہ کے نیک بندوں کا شیوہ ہے۔

۱۹۔ دین کا علم بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے حصول میں کوشش کرنی بہت بڑا جہاد ہے۔

۲۰۔ قصیدہ بردہ اور قصیدہ بانت سعاد بڑی متبرک کتابیں ہیں۔

☆ سجادہ نشین اول حضرت سراج الملت الحاج حافظ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

☆ سجادہ نشین ثانی حضرت شمس الملک حافظ پیر سید نور حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

☆ سجادہ نشین سوم حضرت جوہر ملت الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

☆ سجادہ نشین چہارم حضرت فخر الملت الحاج پیر سید محمد افضل حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں دور دراز سے لوگ اس در کی حاضری کو باعث سعادت سمجھتے ہیں

تقریبات جلسہ و عروس مورخہ 10,11 مئی، 30 اگست اور 16 اکتوبر

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

(اقبال علیہ الرحمۃ)

نعت شریف

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے

چنیں و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

دہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں جاں تمہارے لئے

ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

فرشتے خدم رسول چشم تمام امم غلام کرم

وجود عدم حدوث وقدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

کلیم ونجی مسیح وصفی خلیل ورضی رسول ونبی

عتیق ووصی غنی وعلی ثنا کی زبان تمہارے لئے

اصالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل

حکومت کل علایت کل خدام کے یہاں تمہارے لئے

تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہارے مہک

زمین وفلک ساک وسمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے

وہ جنز نہاں یہ نور فشاں وہ کن سے عیاں یہ بزم فکاں

یہ مرتن دجاں یہ باغ جناں یہ سارا سماں تمہارے لئے

ظہور نہاں قیام جہاں رکوع مہاں سجود شہاں

نیازیں یہاں نمازیں وہاں یہ کس لئے ہاں تمہارے لئے

یہ شمس وقمر یہ شام وسحر یہ برگ وشجر یہ باغ وثمر

یہ تیغ وسپر یہ تاج وکمر یہ حکم رواں تمہارے لئے

یہ فیض دیئے وہ جو کئے کہ نام لئے زمانہ جیے
جہاں نے لئے تمہارے دیے یہ اکرمیاں تمہارے لئے

صحاب کرم روانہ کئے کہ آب نعم زمانہ پیے
جو رکھتے تھے ہم وہ چاک سیے یہ ستر بداں تمہارے لئے

ثناں کا نشان وہ نور فشاں کہ مہر وشاں با ہمہ شاں
بساری بکشاں مواکب شاں یہ نام ونشاں تمہارے لئے

عطائے ارب جلائے کرب فیوض عجب بغیر طلب
یہ رحمت رب ہے کس کے سبب برب جہاں تمہارے لئے

ذنوب فنا عیوب ہبا قلوب صفا خطوب روا
یہ خوب عطا کروب زوا اپئے دل وجاں تمہارے لئے

نہ جن وبشر کہ آٹھوں پہر ملائکہ در پہ بستہ کمر
نہ جبہ وسر کہ قلب وجگر ہیں سجدہ کناں تمہارے لئے

نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی نہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے

جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دلہن
سزائے محن پہ ایسے منن یہ امن واماں تمہارے لئے

کمال مہاں جلال شہاں جمال حساں میں تم ہو عیاں
کہ سارے جہاں میں روز فکاں ظل آئینہ ساں تمہارے لئے

یہ طور کجا سپہر تو کیا عرش علا بھی دور رہا
جہت سے ورا وصال ملا یہ رفعت شاں تمہارے لئے

خلیل ونجی، مسیح وصفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی

یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

بفور صدا سماں یہ بندھا یہ سدرہ اٹھا وہ عرش جھکا

صفوف سماں نے سجدہ کیا ہوئی جو اذاں تمہارے لئے

یہ مرحمتیں کہ کچی متیں نہ چھوڑیں لتیں نہ اپنی گتیں

قصور کریں اور ان سے بھریں قصور جناں تمہارے لئے

فنا بدرت بقا ببرت زہر دو جہت بگرد سرت

ہے مرکزیت تمہاری صفت کہ دونوں کماں تمہارے لئے

اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا

گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب وتواں تمہارے لئے

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے

لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

بلغ العلی بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلی علیہ وآلہ

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

میں نثار تیری کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

بخدا خدا کا یہی در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو یہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

کرے مصطفٰے کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی! ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہیں نہیں

یہ نہیں کہ خلد نہ ہو نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

جمال نظر

از: جناب قمر یزدانی۔ پنوانہ (سیالکوٹ)

حسن و جمال ماطغیٰ ہے "افضل الرسل"
شرح کمال قدرائی ہے "افضل الرسل"

شرح منیر آیہ تلک الرسل ہے یہ
نعت رسولؐ دوسرا ہے "افضل الرسل"

آئینہ جمال محمدؐ ہے یہ کتاب
تنویر حسن مصطفٰے ہے "افضل الرسل"

سرمایہ مسرت ارباب عشق ہے
نور نگاہ اصفیاء ہے "افضل الرسل"

تحریر نور بیز ہے شرح بیان حق
گویا خزینہ نور کا ہے "افضل الرسل"

حاصل ہیں جس سے قلب ونظر کو لطافتیں
وہ نسخہ حیات زا ہے "افضل الرسل"

ظاہر ہے شان معنی طٰہٰ بخط نور!!
عکس جمال مجتبیٰؐ ہے "افضل الرسل"

ہر لفظ اس کا مظہر و الشمس بیگماں
واللہ ثنائے مصطفٰے ہے "افضل الرسل"

دل ہے فروغ حسن معانی سے تابدار
تفسیر لفظ والضحیٰ ہے "افضل الرسل"

حاصل ہے اس سے دولت ایمان و آگہی
یعنی متاع بے بہا ہے "افضل الرسل"

پائیں گے جس سے اہل وفا منزل مراد
وہ شمع جادۂ ہدیٰ ہے "افضل الرسل"

وابستہ جس سے فکر و نظر کی ہے آبرو
وہ اک مرقع علم ہے "افضل الرسل"

تسکین فزائے قلب، جمال نظر ہے یہ
دلکش، حسین وخوشنما ہے "افضل الرسل"

پتھر کو بھی گہر کرے جس کا اثر قمر!
وہ اک دوائے کیمیاء ہے "افضل الرسل"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین الذی اختار سیدنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم من الخلق اجمعین و ارسلہ رحمۃ للعالمین وجعل من جملۃ الانبیاء والمرسلین اذا اخذ علیھم المیثاق بالایمان بہ و بنصرتہ قال اشھدوا وانا معکم من الشاھدین صلی اللہ علیہ وسلم و علیھم و علی الھم و صحبھم اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ خاکسار برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ شرافت علم باعتبار شرافت موضوع علم ہے۔ جس قدر اوصاف جلیلہ ومحاسن علیہ سے موضوع موصوف ہوگا' اسی قدر علم دوسرے علوم کی نسبت ممتاز ہوگا۔ اسی قاعدے کو پیش نظر رکھ کر علم کلام والے علم کلام کو سب سے افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کا موضوع ذات باری وصفات باری ہے' علم فصاحت وبلاغت کے خوشہ چین اپنی کتابوں میں اس علم کو دوسرے علوم سے ممتاز شمار کرتے ہیں کیونکہ اس کا موضوع کتاب الٰہی قرآن مجید ہے۔ اسی طرح مختلف علوم کے ماہرین اپنے علم کو افضل قرار دینے کے لیے اس کے موضوع کی تعریف وتوصیف میں مشغول ہو کر افراط سے کام لیتے ہیں تاکہ یہ علوم باقی علوم پر فوقیت کا درجہ رکھیں اور محصلین اس میں بوجہ رغبت خوب جدوجہد سے کام لیں۔ نفس الامر میں غور سے دیکھا جائے تو شرافت علم شرافت موضوع پر ہی موقوف ہے۔ اسی بنا پر ہم جس قدر اس مبحث خاص پر فخر کریں، بجا اور جس قدر ناز کریں درست ہے۔ کیونکہ ہمارے مضمون کا موضوع "افضل الرسل" محبوب خدا والیٔ کون ومکاں' باعث خلق دو جہاں' شافع الجن والانسان' منبع الکمالات' جامع علوم لدنی'

واقف رموز سبحانی' پیارا نبی امی لقب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی ذات مجتمع کمالات کی تعریف وتوصیف میں زبان کو ناطق کرنا اور پھر کما حقہ' اس کی ذات لا محدود اور صفات نامتناہیہ پر حاوی ہونا مطابق قرآن شریف بشری طاقت سے باہر تو بھلا پھر اس کے محبوب کی شان میں زبان کو گویا کر کے یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کی مدح سرائی کا حق کما حقہ' ادا کریں گے کیونکہ وہ احکم الحاکمین کا حبیب اور اوصاف جمیلہ سے موصوف اور اوّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (حدیث) (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا) سے مزین اور "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" سے ملقب اور ہم جو کہ سیئات وخطیئات کا نمونہ' ہمارے علوم ناقص' ہماری ہمتیں قاصر اور علم فانی اور عمر فانی' کس طرح اس فرض کو ادا کر سکتے ہیں۔ غرضیکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف لکھنے کے لیے دنیا کے سمندر سیاہی بن جاویں اور درخت قلموں کا کام دیں' زمین وآسمان سے قرطاس کا کام لیا جائے' جن وانسان اور ملائکہ کاتب مقرر کیے جاویں تو پھر مدح وثناء تکمیل کو نہیں پہنچتی۔

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ حَدٌّ" فَیُعْرِبُ عَنْہُ' نَاطِقٌ" بفم (بوصیریؒ)

کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کی کوئی حد ونہایت نہیں ہے' جس کو بولنے والا بیان کر سکے۔)

حبیب خدا کے فضائل ومحاسن کا جمع کرنا انسانی طاقت سے کیوں بالاتر نہ ہو جبکہ آپ سید الاولین والآخرین' روح الموجودات' صاحب لواء الحمد اور ازل میں نبی ہونے کا علم قدرت کی طرف سے حاصل کیے ہوئے ہیں اور تمام پیغمبران خدا کو جو کچھ خداوند جل جلالہٗ سے مرتبے اور درجے عنایت ہوئے ہیں سب انہی کے ذریعے ملے

ہیں، اور ان سے جس قدر مصائب و تکالیف رفع ہوتی ہیں، سب انہی کے وسیلہ سے اور ان کو جو کچھ انعامات و خطابات بارگاہ ایزدی سے میسر ہوئے ہیں اور ہوں گے وہ سب میرے مولا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ہیں۔ غرض جدھر نظر دقیق سے کام لے کر دیکھو اسی ذات کے انوار و برکات' محاسن و فضائل' اخلاق و خصائل نظر آرہے ہیں۔

یہاں تک کہ شمس و قمر' وحوش و طیور آپ کے تابع اور ان کی ہستی آپ کے نور کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ احجار و اشجار' ارض و سما آپ کے زیر فرمان اور ان کی ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ہے۔

باوجود اس امر کے ہم کو قطعی علم ہے کہ ہم سے انک لعلی خلق عظیم (پارہ ۲۹ سورہ القلم: ۴) "

بے شک آپ اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں۔") کے اوصاف جلیلہ کا شمہ بھی بیان نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی ہماری طبیعت کو چین نہیں آتا جب تک کہ ہم بھی اپنی ہمت قاصر کے مطابق پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گیت گا کر اپنے زبان و دل کو پاک کر کے فلاح حاصل نہ کر لیں کیونکہ منبع اخلاق حمیدہ' معدن اوصاف برگزیدہ کے حق میں جب خود احکم الحاکمین بار بار اپنی مختلف کتب میں مدح سرائی فرما رہا ہے اور اس کے برگزیدہ پیغمبر اس کی صفت و ثنا میں دن رات زبان و دل کو معطر کر کے اس کی امت میں شامل ہونے کی تمنا اور آرزو کرتے ہوئے واصل باللہ ہو گئے اور اکابر عارفین و ائمہ دین اپنی اپنی ہمت کے مطابق پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا راگ گا کر حیات جاودانی حاصل کر چکے ہیں تو پھر اگر ہم بھی تقلیداً اس طریق سابق پر چل کر اپنے لیے فلاح حاصل نہ کر لیں تو ہمارے لیے ضرور افسوس ہو گا۔

ناظرین! باریک بینی سے کام لیا جائے تو ہر نوع کے افراد میں بعض افراد ایسے

نظر آئیں گے جو دوسروں کی صفات وفضائل میں کامل وافضل ہوں گے اوران میں وہ خوبیاں اورمحاسن جمع ہوں گے جس سے اس کے رفیق عاری وخالی ہوں گے۔ باغات کا ملاحظہ کیجئے تو ایک' دوسرے سے اعلیٰ ہے اور تیسرا' دوسرے سے باعتبار اپنی خوبی ورونق کے زیادہ خوشنما ہے۔ علیٰ ھذا القیاس اشجار واشمار کا مطالعہ کیجئے تو ہر ایک اپنے ماتحت کی نسبت اعلیٰ اور اپنے مافوق کی نسبت ادنیٰ ظاہر ہوگا۔ حیوانات وچرند پرند کی طرف خیال کیا جائے تو اس جگہ بھی اوصاف حمیدہ ومحاسن میں کمی وزیادتی معلوم ہو گی۔ ملبوسات' مطعومات ومشروبات کا احساس کیا جائے تو قوت حاسہ یہاں بھی ہر ایک کو اس کے محاسن کی کمی وزیادتی کے باعث ممتاز کردے گی۔ مشمومات ومسموعات میں فکر کو دوڑایا جائے تو وہاں بھی قوت حاسہ کا گھوڑا ایک کو دوسرے پر ترجیح دے گا' مبصرات میں بصر روشن وقت نظر سے کام لے تو وہاں بھی یہی فرق محسوس ہوگا۔ غرض جہاں تک چلے جاؤ ہر ایک مخلوق میں ادنیٰ واعلیٰ' فاضل وافضل کی نسبت' صاف طور پر دکھائی دے گی۔

عیاناً جب یہ ثابت ہوگیا کہ ہر ایک حادث اپنی جنس کے اعتبار سے باعتبار محاسن واوصاف حسنہ وخصائل برگزیدہ ایک خاص تمیز کا درجہ رکھتا ہے تو بھلا اب یہ کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ سب مخلوق درجہ ورتبہ میں برابر ہے۔ اور سب مرسل مراتب و فضائل میں مساوی ہیں حالانکہ صریح ارشاد خداوندی'

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض۔

(پارہ ۳ سورہ بقرہ رکوع ۳۳ آیت: ۲۵۳) "

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔" (یعنی ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے")۔

اور ولقد فضلنا بعض النبین علی بعض۔

(پارہ ۱۵ بنی اسرائیل: ۵۵)

''اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی۔''

کتاب کریم میں اختلاف شرافت وفضیلت کا حکم سنا رہا ہے لیکن بعض جہلاء باوجود آیات شریفہ سابقہ الاپتے رہتے ہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی صرف اتنی ہے جتنی بڑے بھائی کی بزرگی چھوٹے پر ہوتی ہے۔ یہ ان کی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔

یہ امر یقینی ہے کہ خداوند تعالہ جل جلالہ کی مخلوق باعتبار معرفت الٰہی وجلال خداوندی مختلف ہے، جس قدر معرفت میں کمی اور زیادتی ہوگی اسی قدر ابودیت میں تفاوت ہوگا یعنی جس میں بعد از معرفت کا کارما ابودیت کاملا متحقق ہوگی وہی سب سے بڑھ کر فضل وکرم اعلیٰ ہوگا نفس ابودیت میں تو رسل عظام وانبیائے کرام وملائکہ واولیائے امت، مومنین، موحدین، متقی، پرہیز گار، سب مساوی ہیں، ہاں باعتبار مراتب سب میں فرق ہے۔ حضرت رسول مقبول کی معرفت عظمت الٰہی وجلالے خداوندی سب مخلوق سے اعلیٰ ہے اور آپ ذات اور صفات الٰہیہ کی پہچان میں سب سے فائق تھے، اس لیے آپ ابد کامل بن کر مرتب فضائل میں سب سے سبقت لے گئے ہیں، باقی انبیاء اکرام کی معرفت خداوندی اس درجہ کی نہ تھی جس قدر ہمارے پیارے نبی امی لقب سید الرسل ﷺ کی تھی اس لیے وہ مرتبہ ودرجہ میں بھی متاخر ہیں۔ ملائکہ خاص وعام و اولیائے کرام وموحدین ومومنین کی معرفت الٰہی میں تفاوت ہونے کے باعث عارفول کے مراتب میں بھی مطابق شریعت فرق ہے سب سے ادنیٰ درجہ کی افادیت کفار کی ہے جو کہ شرک وکفر میں ملوث ہیں۔

نصاریٰ تو عباد المسیح ہو گئے، یہود عباد العزیز بن گئے، کفار ومشرکین عباد الصنام

ہو گئے لیکن ان کی زبان حال خود ان کی تکذیب کر رہی ہے۔ اس عبودیت ناقصہ کے سبب یہ مشرکین

أُولٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔ (پارہ ۹ سورۃ الاعراف ۱۷۹)

(وہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہیں) کا لباس پہن کر رسوا اور ذلیل ہو رہے ہیں۔ پس معلوم ہوا کے جس قدر وصف عبودیت میں کمی اور زیادتی ہوگی اسی قدر شرافت و فضل میں تفاوت ہوگا۔ خدا تعالی کی قدرت کاملہ پر قربان جایئے کے اس نے اپنے پیارے رسول حبیب ﷺ کو عبد کامل و انسان کامل بنانے کے لیے یہاں تک مہربانی فرمائی کے آپ کی امت نے آپ ﷺ کو اب تک الیہ کا نام نہیں دیا ہے حالانکہ آپ ﷺ کی امت کو آپؐ کے ساتھ امم سابقہ کی محبت سے ہزار گناہ زیادہ محبت ہے اور انبیاء اکرام کی نسبت آپؐ میں ہزار ہا کمالات و معجزات و فضائل زائد موجود ہیں جس طرح کے بعض کم فہم نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے لیے اور یہود نے عزیرؑ کے لیے اور بعد مفرد شیعوں نے حضرت علیؓ کے لیے الہٰ کا نام تجویز کیا ہوا ہے۔

غرض خداوند تعالی مولا کریم نے اپنے پیارے نبیؐ کو الوہیت کی ہوا تک سے محفوظ فرما کر روز روشن کی طرح ثابت کر دکھلایا ہے کہ عبودیت کاملہ و انسانیت فاضلہ کا تحقق صرف ایک ہی فرد خاص میں ہے جس کا پیارا نام محمد ﷺ ہے اور وہی شرافت علیہ و فضیلت خاصہ کا مورد ہے جس کا پیارا ذکر احمد کے نام سے انجیل و تورات میں ہے۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَکِمِ
فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٍ

(ترجمہ) جو کچھ نصاریٰ نے اپنے پیغمبر (عیسیٰ) کی نسبت ادعا کیا اس کو چھوڑ دے باقی جو تیرا جی چاہے کر بحالت مدح حضورؐ کی فضیلتوں کو بیان کر اور اچھی طرح بیان کر

حضورؐ کی ذات مقدس کی طرف جس کمال کو تو چاہتا ہے، اور آپ کے رتبہ کے متعلق جس بزرگی کو چاہے منسوخ کر۔

صاحب قصیدہ و بردہ فرماتے ہیں کے حضرت رسول مقبولؐ کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے لیے اور آپؐ کے مناقب ومناصب ظاہر کرنے کے لیے اور آپؐ کے محاسن وفضائل پیش کرنے کے لیے اور آپؐ کی مدح وثناء کا اظہار کرنے کے لیے اے مخاطب جس طرح تجھ سے ہو سکے کر، لیکن نصاریٰ کی طرح کہیں حضرت محبوب خدا کو الوہیت سے موصوف نہ کرنا کیوں کے اس سے بڑھ کر کوئی اور جرم نہیں اور اسی کا نام شرک ہے۔

بشر کے ملائکہ کے افضل ہونے کا بیان

کتب عقائد اہل سنت والجماعت میں مرقوم ہے کہ عامہ مومنین، عام ملائکہ سے افضل ہیں اور خواص مومنین، خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل البشر، رسل و ملائکہ سے اعلیٰ ہیں۔ اس پر انہوں نے بہت سے دلائل پیش کیے ہیں لیکن بندہ بوجہ اختصار چار پر ہی اکتفا کرتا ہے غور سے سنیے:۔

دلیل اول: خداوند تعالیٰ عزاسمہ وجل برہانہ، نے جس وقت حضرت آدمؑ سلام ید قدرت سے پیدا کیا تو تمام ملائکہ مقربین وغیر مقربین سے حکماً علیٰ وجل تعظیم وتکریم حضرت آدمؑ کو سجدہ کرایا سب نے حکم کی تعمیل کر کے فلاح حاصل کی مگر شیطان مردود ازلی نے حکم ماننے سے انکار کیا اور یہ صاف ظاہر ہے کہ حکمت بالغہ کا مقتضی بھی یہی ہے

کہ ادنیٰ اعلیٰ کو سجدہ کرے اور مفضول، افضل کی تعظیم و تکریم بجالائے یعنی ہمیشہ ادنی کو حکم دیا جاتا ہے کہ اعلیٰ کی تعظیم بجالائے اور مفضول پر فرمان جاری کیا جاتا ہے کہ افضل کی تکریم کا حق ادا کرے، نہ کے اس کا الٹ۔

دلیل دوم: اہل زبان **عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا** (''اور اس نے آدمؑ کو سب چیزوں کے نام سکھائے'' سورۃ بقرہ 21) سے نکالتے ہیں کہ اس کلام سے زیادتی علم آدمؑ کا اظہار مقصود ہے جو مسجود ملائکہ ہونے کا باعث تھی اور اس سے مولا کریم کو یہ منظور ہے کہ حضرت آدمؑ ملائکہ سے افضل و اعلیٰ ہیں، اسی لیے دونوں کا امتحان لے کر ایک کو عالم و افضل قرار دیا اور دوسرے کو مفضول و مغلوب جتا کر عام طور پر یہ شہرت دلادی کہ یہ اس کے مقابلہ میں کم علم ہیں۔

دلیل سوئم: خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں جو کہ انسان کی تمام ضروریات دنیویہ اور دینیہ کے احکام پر حاوی ہے بایں الفاظ خبر دی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰیٓ اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ (پارہ تین۔ سورۃ ال عمران 33)

خدا نے آدمؑ اور نوحؑ اور خاندان ابراہیم اور خاندان عمران کو تمام جہانوں اور عالمین میں ملائکہ بھی شامل ہیں تو ثابت ہو گیا کہ رسل بشر آدمؑ و نوحؑ و اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ و موسیٰؑ و ہارونؑ و عیسیٰؑ و حضرت محمدؐ تمام ملائکہ سے افضل و برگزیدہ ہیں۔

دلیل چہارم: انسان کا فضائل و کمالات علمی و عملیہ کو باوجود عوائق شہوت و غضب و حرص و کینہ و بغض وغیرہ کے حاصل کرنا نہایت اشق و اصعب (مشکل اور سخت) ہے۔ جب انسان باوجود صد ہا شواغل و صوارف کے عبادات و کسب کمالات و اخلاق

حمیدہ میں مشغول رہتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ حضرت انسان اس جماعت سے فضیلت و بزرگی میں بڑھ کر ہے جس میں یہ موانع کمالات موجود نہیں بلکہ اس کی سرشت وطبیعت میں عبادت واطاعت کا ہی مادہ ہے نا اور دیکھئے ایک آدمی کے پاس تمام ضروریات تمدن کے علاوہ اتناز رومال موجود ہے کہ وہ تمام منہیات شرعیہ کا مرتکب ہو تو وہ بغیر کسی مانع کے ہوسکتا ہے اور دوسرے کے پاس اتنا بھی سامان نہیں کہ وہ اپنے روزانہ حوائج کو کافی طور پر پورا کر سکے اب اگر یہ دوسرا فخر کرے کہ میں پہلے سے کمالات میں اعلیٰ ہوں اور فضائل واخلاق میں بڑھ کر ہوں کیونکہ منہیات سے بچنا میری مرضی پر منحصر تھا تو یہ سراسر غلط ہے کیونکہ جس کے پاس سامان لہو ولعب واسباب عیش وطرب موجود تھے لیکن وہ محض خوشنودی مولا ورضامندی خدا تعالیٰ کو پیش نظر رکھ کر منہیات کے پاس نہ پھٹکا، نہ کہ اس دوسرے کے لیے جو ان تمام اسباب عیش وطرب سے خالی وعاری ہے۔ ایک شخص کے بصارت نہیں یا اس کے کان بہہ رہے ہیں یا وہ مادرزاد عِنّین (نامرد) ہے اور دوسرے کے تمام حواس درست ہیں اور وہ ہر طرح سے ہر ایک فعل پر قادر ہے۔ اب پہلا یہ فخر کرے کہ میں نے کسی عورت کو بری نظر سے نہیں دیکھا یا میں نے زندگی بھر کوئی برا کلمہ نہیں سنا میں نے کسی عورت سے ناجائز فعل نہیں کیا تو اس کا یہ فخر درست نہیں کیونکہ فخر و کمال اس شخص کا ہے جس نے باوجود حواس سلیمہ (درست حواس) کے نہ کوئی برا کلمہ سنا اور نہ کسی کو بری نظر سے دیکھا اسی طرح ملائکہ بھی اگرچہ معصوم ہیں لیکن یہ عصمت ان کے لیے باعث فخر نہیں ہوسکتی کیونکہ ان کی سرشت میں برائی وگناہ کا تخم نہیں، ہاں یہ فخر اس وقت برمحل ہوتا کہ وہ بھی باوجود موانع وصوارف، حسد وبخل وکینہ وبغض وغضب وغیرہ معصوم از گناہ رہتے۔ **وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ** ("جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں")۔ ان چار دلیلوں سے ثابت ہوگیا کہ ہمارے نبی وآقا حبیب خدا محمد ﷺ تمام ملائکہ سے افضل

وبرتر ہیں کیونکہ حضرت آدم ونوح وابراہیم واسحٰق وغیرہم علیہم الصلوٰت والتسلیمات ملائکہ سے افضل و برتر ہیں تو کیا فخر موجودات باعث کائنات سید الاولین والآخرین حضرت رسول کریم ﷺ جن کے ذریعہ سے سب حضرات رسل کرام مناصب عالیہ پر ممتاز ہوئے ہیں، افضل نہیں ہونگیں۔

علامہ رازی (امام فخر الدین رازی) تفسیر کبیر میں تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے) البقرہ ۲۵۳۔ کے تحت لکھتے ہیں کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ انبیاءؑ آپس میں فاضل ومفضول کی نسبت رکھتے ہیں اور اس امر پر اتفاق ہے کہ رسول مقبول سید الاولین والآخرین محبوب خدا احمد مصطفٰے ﷺ تمام انبیاء سے امجد واعظم (بہت بزرگ اور سب سے بڑے) ہیں۔

امت کا یہ اجماع بغیر کسی حجت ودلیل سے نہیں بلکہ اس پر اس نے کثرت سے دلائل پیش کئے ہیں، اختصار ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم سب کو آپ کے سامنے رکھے لیکن ہم چند دلائل پیش کرتے ہیں جن سے واضح طور پر یہ ثابت ہوگا کہ محبوب خدا شفیع المذنبین ﷺ رسل انبیاء سے افضل تھے، سنئے:

۱۔ قادر نطق نے اپنی کتاب محفوظ میں اپنے پیارے کی شان میں:-

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۃ انبیاء :۱۰۷

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا

ارشاد فرما کر واضح کر دیا ہے کہ حضور سرور دو جہاں ﷺ سب عوالم کے لئے رحمت ہیں جب آپ سب کے لئے رحمت خداوندی ظاہر ہوئے لازم آیا کہ آپ ﷺ ادنیٰ واعلیٰ مخلوق ہیں سب سے افضل وبالاتر ہیں، خوا مخلوق کا وجود ظاہری آپ ﷺ

سے مقدم ہو یا مؤخر!

۲۔ احکم الحاکمین نے فرقان حمید میں اپنے پیارے کی شان کا اظہار کرتے ہوئے

:۔ ورفعنا لک ذکرک

اور ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا۔ فرمایا ہے یعنی ہم نے تیرے ذکر کو اس طرح بلند کیا کہ کلمۂ شہادت واذان وتشہد میں اپنے نام کے ساتھ تیرے اسم کو ملا کر عام طور پر دعوت دے دی ہے کہ اس کا صبح وشام ورد کیا کرو۔ یہ رتبہ باقی تمام انبیاء کرام کو عنایت نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ آپ اس صفت میں سب سے سبقت لے کر سب سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (سورہ جمعہ:۴) (یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے)

۳۔ خدا تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی کتاب مبین میں حضرت نبی اکرم ﷺ کو ایک ایسی نعمت عنایت فرمائی ہے جو کسی اور نبی و مرسل کو عطا نہیں فرمائی یعنی حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت، حضرت کی بیعت کو اپنی بیعت، حضرت کی رضا کو اپنی رضا اور حضرت کی عزت کو اپنی عزت مختلف آیات شریفہ میں قرار دے کر ظاہر کر دیا ہے کہ موصوف بہذہ الصفات (مندرجہ بالا صفتو سے موصوف ہے) ان حضرات سے درجہ ورتبہ میں اعلیٰ ہے جو اس صفت سے خالی ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ عز اسمہ، وجل برھانہ، نے قرآن شریف اتار کر حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا کہ کفار کو کہ دو کہ اگر تم مجھ کو نہیں مانتے اور الٰہی کتاب کو میری خانہ ساز کتاب تصور کرتے ہو تو تم اپنے دعوے کی تصدیق کے لئے اس کتاب کی ایک چھوٹی سی سورۃ جیسی سورۃ بنالاؤ جو فصاحت، بلاغت، خوبی، ظاہری و باطنی میں اس کے مساوی ہو لیکن یہ یاد رکھو کہ اس جیسی کوئی سورۃ قیامت تک تم سے تیار نہ ہو سکے گی خواہ تم جن وانسان ایناز ورلگا

کر اس کی تیاری میں مصروف ہوں اور ایک دوسرے کے سورۃ بنانے میں مددگار قرآن شریف چھ ہزار سے زائد آیات کا مجموعہ ہے جب تین آیات کے مقابلہ سے تمام جن و انسان قیامت تک عاجز ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ قرآن شریف ایک معجزہ نہیں بلکہ چھ ہزار سے زائد معجزات پر مشتمل ہے۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت نو معجزوں سے بیان فرمائی ہے۔ بھلا جس کہ پاس محض فضل ایزدی سے ہزاروں معجزات موجود ہوں وہ کیونکر نو معجزات والے صاحب سے افضل نہ ہوگا؟ اسی طرح باقی معجزات پر فضیلت کا قیاس کرلیں جن کے پاس گنتی کے معجزات تھے۔

۵۔ ہمارے رسول اکرم ﷺ کا معجزہ تمام انبیاء کے معجزات سے افضل ہے تو لازم آیا کہ ہمارے نبی ﷺ بھی تمام رسل سابقہ سے افضل و اعلیٰ ہوں۔ پہلے مقدمہ کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ کلام الٰہی قرآن مجید' کلاموں میں اس طرح ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام موجودات میں اور دوسرے کا ثبوت اس طرح کہ بادشاہ کسی وزیر یا مقرب خاص کو خاص خلعت فاخرہ خصوصیت کے ساتھ عطا نہیں کرتا جب تک وہ صاحب خلعت اس کے نزدیک سب سے اکرم و افضل نہ ہو۔

۶۔ رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے معجزات امور باقیہ میں سے تھے اور حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن شریف، جنس حروف و اصوات فانیہ سے ہے۔ ان کے معجزات باوجودیکہ امور باقیہ میں سے تھے' فنا ہوگئے اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ باوجود فانی ہونے کے ابھی تک اسی طرح قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گا جس طرح لوح محفوظ میں مرقوم ہے۔

۷۔ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین مستقیم تمام ادیان سابقہ سے افضل ہے اور یہ لازم ہے کہ صاحب دین بھی باقی ادیان سابقہ کے صاحبوں سے افضل و اعلیٰ ہو۔

خداوند تعالیٰ جل جلالہٗ نے دین اسلام کو باقی تمام ادیان کے لیے ناسخ قرار دیا ہے اور یہ ضروری ہے کہ ناسخ، منسوخ سے افضل ہو، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سنت حسنہ کو رواج دیا جب تک لوگ اس نیک سنت پر عمل کرتے رہیں گے، اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ پس جب یہ دین باعتبار ثواب و فضیلت کے ادیان سابقہ سے افضل و اعلیٰ ہو تو اس کا واضع بھی باقی ادیان کے واضعین سے بزرگی و ثواب میں فوقیت لے کر بزرگ تر ثابت ہوگا۔

۸۔ خداوند تعالیٰ جل جلالہ وعز برہانہٗ نے اپنی کتاب کریم واجب التعظیم میں۔

انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (حجرات:۱۳)

"خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔"

فرما کر واضح کر دیا کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ وہ شخص ہے جو کہ سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہو اور ادھر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انا اعلمکم باللہ وانا اتقاکم فرما کر ظاہر کر دیا کہ "سب سے زیادہ عالم باللہ اور متقی میں ہوں۔"

۹۔ احکم الحاکمین نے

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وّ جئنا بک علی ھٰؤلاء شھیدا۔ (سورۃ نساء:۴۱)

"بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے گواہ بلائیں گے اور تم کو ان پر گواہ طلب کریں گے۔"

نازل فرما کر جتا دیا ہے کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کا اظہار مقصود ہے یونکہ مولیٰ کریم نے ... یہ تو سب پر ظاہر و عیاں ہے، شہادت کی کوئی

ضرورت نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد مقرر کرنے سے آپ کا سب کے روبرو فضل واحترام ظاہر کرنا مدنظر ہے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ یہی پیارا امی لقب سید الاولین وآخرین ہے۔

۱۰۔ خدا تعالیٰ کے پیارے حبیب کی امت، امم سابقہ سے درجے و رتبے میں مطابق آیت شریف:

کُنتُم خَیرِ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاس۔ (آل عمران:۱۱۰)

''جتنی امتیں لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو''۔

افضل واعلیٰ ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ اس امت کا پیارا نبی بھی باقی انبیاء سے افضل و اکرم ہو کیونکہ امت کا شرف و اکرم ہونا اپنے نبی کی اتباع کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پس تابع کی فضیلت متبوع کو واجب کرتی ہے۔

۱۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق شریف:

وما ارسلنٰک الا کافَّۃً للنَّاس۔ (سبا:۲۸)

''اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا، سو سارے لوگوں کے لیے۔''

دعوت عامہ کا پیغام لے کر آئے تھے یعنی جن و انسان کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسالت کا پیغام لا کر ان کو صراط مستقیم پر چلانے آئے تھے۔ بعض محققین نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ کے لیے بھی رسول تھے۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام کی طرف رسالت کا پیغام لے کر آئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کے مقابلہ میں کیا کیا تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھانی پڑی ہوں گی۔ کیونکہ جب تمام مخلوق کا ایک شخص مقابلہ کرے تو اس کو تکلیف و مشقت بھی اسی انداز کے مطابق لاحق ہوتی ہے۔ اور جس قدر زیادہ مصیبت و مشقت لاحق ہوگی اسی

قدر فضائل ومراتب میں ترقی ہوگی۔ انبیائے کرام میں سے کوئی نبی تو خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور کوئی کسی خاص گاؤں میں نبی مقرر ہوتا ہے اور کوئی صرف اپنے زمانہ کا رسول ہوتا تھا۔ اسی لحاظ سے ان سب کو تکالیف ومصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اور ہمارے نبی جو کہ تمام روئے زمین کے جن وبشر کی طرف قیامت تک مرسل مقرر ہو کر تشریف لائے ہوئے ہیں اسی نسبت سے ان کو صدمے سہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ سب انبیائے کرام سے افضل واعلیٰ ہیں کیونکہ محض خدا کے واسطے جس قدر آپ نے تکالیف برداشت کی ہیں، اور کسی نبی نے نہیں اٹھائیں۔ حدیث شریف: افضل العباد ات احمزھا ای اشدھا (افضل العبادات، عبادات کی سختی اور شدت ہے۔) بھی اسی مضمون پر ناطق شاہد ہے۔

حضور رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تن تنہا بغیر کسی رفیق ویار اور زرومال کے سب جن وانسان کو " یاایھا الکافرون " سے آواز دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب ولی، دوست اور عزیز واقارب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے اور ظاہرا بھی تکالیف پہنچانے میں کسی قسم کا دقیقہ باقی نہ رکھا تھا، ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیغام الٰہی بنی اسرائیل کو پہنچایا اور فرعون کو بھی احکام ربانی کی تبلیغ فرمائی تو فرعون بمع اپنی قوم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن ہو گیا۔

دیکھئے ایک شخص کو کسی شہر میں ایک خاص شخص کے پاس ایسا پیغام دے کر بھیجا جائے جو مرسل الیہ کی طبیعت کے ناموافق ہو اور اس شہر میں رسول کا کوئی دوست اور ہمدرد بھی نہ ہو تو اس کا دل پیغام پہنچاتے ہوئے ضرور گھبرائے گا اور دوسرے شخص کو اسی طرح کا پیغام دے کر ایک جنگل وبیابان میں ہزارہا لوگوں کے پاس، جو کہ رسول کی جان کے دشمن ہیں، بھیجا جائے تو عقل اندازہ نہیں لگا سکتی کہ پیغام پہنچانے والے کو وہاں

جانے میں کیا کیا دقتیں پیش آئیں گی اور کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۱۲۔ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطابق آیت شریف:

يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (پارہ ۶ سورۃ مائدہ: ۶۷)

''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو تم خدا کا پیغام پہنچانے میں قاصر رہے۔''

یہ حکم تھا کہ صبح و شام، جن و بشر کو احکام الٰہی کی تبلیغ کریں۔ اگر چہ وہ حضرت کی دن رات مخالفت ہی کیوں نہ کریں۔ حضرت، حکم الٰہی کی برابر تعمیل فرماتے رہے اور باوجود مختلف قسم کی تکالیف سہنے کے کسی وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت نے ملال نہ پکڑا تو معلوم ہوا کہ جس قدر مصائب آنحضرت ﷺ کو احکام الٰہی کی تبلیغ میں لاحق ہوئے ہیں اور کسی نبی کو لاحق نہیں ہوئے، رسل سابقہ کے بعد ہمارے حضرت ﷺ کے صحابہ کرام کا مرتبہ ہے اور یہ مسلم ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی امت امم ماضیہ (پچھلی امتوں) سے فضیلت و شرافت میں بڑھ کر ہے۔ کیونکہ جس قدر حضرت ﷺ کے صحابہ کرام کو آپ ﷺ کے ساتھ رہ کر مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور کسی امت کو ایسا اتفاق نہیں ہوا۔ جب صحابہ کو مشقتیں اور تکلیفیں اٹھانے کے باعث سب پر فضیلت ہوئی تو کیا ہمارے حضرت سید المرسلین ﷺ جنہوں نے تمام عمر رنج و غم میں گزار دی تھی اور مخالفین کے ہاتھوں طرح طرح کی تکلیفیں سہی تھیں، سب انبیاء سے افضل نہیں ہوں گے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ واصبر علی ما یقولون کے تحت لکھتے ہیں کہ انسان کے لئے ایذائے انسانی تین قسم پر ہو سکتی ہے۔

اول: یہ کہ اس کے معبود و استاد و مرشد کے حق میں بیہودہ کلمات استعمال کیے جائیں

دوم: یہ کہ خود اس کی ذات پر ناجائز حملے کیے جائیں۔

سوم: اور ان کے حق میں ناشائستہ کلمات استعمال کیے جائیں۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار و منافقین نے تینوں قسم کی اذیت و تکلیف پہنچائی تھی۔ حبیب رب العالمین کی روح مبارک کو معبود کے بارے میں انہوں نے اس طرح اذیت پہنچائی کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض تو خدا تعالیٰ جل جلالہ کے لئے زن و فرزند علی الاعلان ثابت کرتے تھے اور بعض معبود برحق کو شیطان کا مغلوب قرار دے کر سیدھے راستہ سے بہکانے والا قرار دیتے تھے اور بعض کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ محتاج، مسکین، فقیر ہے۔ اس لئے ہم کو حکم دیتا ہے کہ تم زکوٰۃ اور صدقہ ادا کیا کرو تاکہ میری ضروریات پوری ہوں اور ہم غنی، صاحب ثروت ہیں، نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات، اور قرآن شریف واجب التعظیم الٰہی کتاب کے بارے میں سحر و قول الکاہن و افتراء و کذب علی اللہ کہتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ اگر یہ قرآن مجید خدا کی کتاب ہے تو ہمارے پاس ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتر آئی جس کو ہم اپنی آنکھوں سے اترتے ہوئے دیکھیں۔ سورۃ سورۃ رکوع رکوع اور آیت آیت ہو کر نازل ہونے کا سبب یہی ہے کہ یہ کتاب جعلی خانہ ساز ہے اور الہامی کتاب نہیں۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا انس تھا کہ وہ رب تعالیٰ کی طرف سے آپ پر قرآن اتارتا تھا، یہودی ان کے حق میں کلام گستاخانہ و بے ادبانہ اس طرح کہتے تھے کہ ایک مومن کا کلیجہ سن کر شق ہونے کو تیار ہوتا ہے۔ صادق امین محبوب رب العالمین رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شاعر و ساحر اور کذاب و مجنون جیسے انتہائی غیر مہذب اور اخلاق باختہ الفاظ دن رات کہہ کر اپنا نامہ سیاہ کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی ذات کو تکلیف پہنچاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ پیغمبر ہوتا تو اس پر لازم تھا کہ ایک تپلی بے جان کی طرح ہوتا، نہ کھاتا نہ پیتا، نہ بازاروں میں چلتا پھرتا، اس کے پاس مال کے خزانے ہوتے اور باغات کا مالک ہوتا۔ گویا رسالت کا معیار ان کے نزدیک یہ تھا جو انہوں نے مختلف موقعوں پر ظاہر کر کے جتلا دیا تھا کہ رسالت و نبوت کا مستحق وہ شخص ہو سکتا ہے جو اوصاف بالا سے موصوف ہو اور پھر اسی پر کفار و منافقین نے کفایت نہیں کی بلکہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدے اور نظمیں تیار کر کے جو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو پر مشتمل ہوتی تھیں، مغنیات اور رقاصات سے سن کر اپنی مجلسوں اور محفلوں کو رونق دیتے تھے۔ منافق و فاسق اور یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایک ایسے فعل شنیع کا ناپاک الزام لگایا کہ اہل ایمان کا دل سن کر کانپ اٹھتا ہے اور بے اختیار آنسو جاری ہو کر بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد منافقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب و صحابہ کبار و اہل بیت کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ سب غاصب و ظالم اور مرتد ہو گئے ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متوسلین و مصاحبین و اقارب سے کوئی بھی صراط مستقیم اسلام پر باقی نہیں رہا (نعوذ باللہ) انہی تکالیف کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھا کر ''مَا اُوذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوذِیتُ فِی اللّٰہِ (کسی نبی کو اس قدر نہیں ستایا گیا جس قدر مجھے ستایا گیا)۔ فرمایا تھا۔ رسول مقبول محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر و تحمل بھی دیکھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ان مصائب شاقہ و اذیت ہائے گوناگوں، خلق کو دعوت اسلام دیتے رہے اور اخلاق حمیدہ و محاسن جمیلہ سے ان کے ساتھ پیش آ کر ان کو اپنا بناتے رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار و منافقین طرح طرح کی تکلیفیں دیتے رہے اور ہر وقت در

پئے آزار رہے تھے لیکن خداوند عالم اس کے عوض اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب ومناصب بلند کرتا تھا اور روز بروز منافقوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین مستقیم کو ترقی بخشتا تھا۔ خداوند تعالیٰ اس ترقی کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی بخشے اور حاسدین ودشمنان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حسد وبغض کا دارین میں بدلہ دے۔ آمین!

عَدُوُّكَ مَذْمُومٌ لِكُلِّ لِسَانٍ

وَلَوْ كَانَ مِنْ اَعْدَائِكَ الْقَمَرَان

وَلِلّٰهِ سِرٌّ فِيْ عَلَاكَ وَاِنَّمَا

كَلَامُ الْعِدٰى ضَرْبٌ مِّنَ الْهِذْيَان

اَيَلْتَمِسُ الْاَعْدَاءُ بَعْدَ الَّذِيْ رَأَتْ

قِيَامَ دَلِيْلٍ اَوْ وُضُوْحَ بَيَان

"تیرے دشمن کا ذکر ہر زبان پر بہ بدی آتا ہے اگرچہ تیرے دشمن شمس وقمر ہوں تو وہ بھی باوجود اپنے عموم نفع کے مذموم ہو جائیں۔ اور تیری رفعت مرتبت میں خدا کا بھید ہے جو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا اور بات یہ ہے کہ دشمنوں کا تیرے بارے میں کلام کرنا ایک قسم کا جنون ہے کہ وہ سر الٰہی کو نہیں سمجھتے۔ کیا تیرے دشمن بعد دیکھنے تیری ترقی اقبال کے اب بھی کوئی دلیل اور واضح بیان تیری رفع قدر کے لیے طلب کریں گے۔"

۱۳۔ ہمارے نبی فخر دو جہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام کمالات و محاسن وشمائل حسنہ واخلاق برگزیدہ موجود تھے جو تمام رسل عظام وانبیائے کرام ماضیہ میں جمع تھے کیونکہ خداوند عالم عز برہانہٗ جل سلطانہٗ نے ساتویں سپارہ قرآن مجید میں اپنے برگزیدہ پیغمبروں کی ایک جماعت کا ذکر کیا ہے اور پھر ساتھ ہی ان کی فضیلت وشرافت

بیان کرنے کے علاوہ ان کی قدر و منزلت ظاہر کی گئی ہے اور یہ جتلایا گیا ہے کہ یہی جماعت بزرگی و شرافت میں تمام مخلوق حتٰی کہ ملائکہ سے بھی افضل ہے اور یہی گروہ صحیح معنوں میں عبادی الصالحون کا سچا مصداق ہے۔ اس کے بعد مولا کریم آقائے نعمت خداوند عالم نے،

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰاهُمُ اقْتَدِهْ۔ (پارہ ۷ سورۃ: ۹۱)

"یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی تھی تو تم ان ہی کی ہدایت کی پیروی کرو۔"

ارشاد فرما کر حضرت نبی رحیم شفیعؐ امت کو تعلیم دی کہ جس قدر اوصاف جمیلہ و فضائل حمیدہ و کمالات علیہ اس جماعت میں فرداً فرداً پائے جاتے ہیں، ان سب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ سب محاسن کا میں ہی جامع ہوں جو انبیائے کرام میں پائے جاتے ہیں اور میرا ہی نام سید الانبیاء و امام النبین و شفیع المذنبین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ (اس کو آگے چل کر میں ذرا وضاحت سے بیان کروں گا، آپ منتظر رہیں)۔

۱۴۔ معجزات کی کمی بیشی کو اگر فضیلت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معیار قرار دیا جائے تو اس صورت میں بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسل عظام سے فوقیت لے جائیں گے۔ کیونکہ انبیائے کرام کے پاس جو معجزات ان کی رسالت کو واجب کرتے تھے اور یقین دلاتے تھے کہ واقعی یہ خدا کی طرف سے سچے نبی ہیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی نسبت بہت کم ہیں اور محبوب خدا مقبول الٰہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے تین ہزار سے زائد معجزات ظاہر کئے تھے۔ اگر میں ہر ایک کو تفصیلاً یہاں لکھوں تو کئی ایک دفتر بھی کافی نہیں ہوں گے۔ بعض تو قدرت کے متعلق تھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق کثیر کو طعام قلیل سے سیر کر

دیا اور آب قلیل سے لشکروں کی پیاس بجھادی اور ذخیرہ کے لیے پانی جمع کر لیا گیا اور بعض علم کے متعلق تھے جیسے آپ نے زمانہ ماضی اور مستقبل کی خبریں ظاہر کیں جو ہو بہو اپنے وقت پر پوری ہو رہی ہیں اور قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی اور فصاحت قرآن و بلاغت فرقان کو مخالفین کے سامنے پیش کیا کہ اس جیسی کم از کم تین آیات ہی تیار کر کے لے آؤ لیکن سب باوجود دعویٰ فصاحت و بلاغت و شعر خوانی، تین آیات لانے سے عاجز رہے اور قیامت تک مخالفین عاجز و قاصر رہیں گے اور بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق تھے، جس طرح شجاعت، خلق، حلم، وفا، فصاحت، سخاوت، شرافت، نسب وغیرہ۔

۱۵۔ مولیٰ کریم خالق دو جہاں نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار اور فضیلت و بزرگی کا علم اس طرح بھی بلند کیا ہے کہ آپ کی حیات و عمر کی قسم کھائی ہے۔ لَعَمْرُكَ

اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔

(پارہ ۱۴ سورۃ حجر: ۷۲)

"اے محبوب! تمہاری جان کی قسم، بیشک یہ لوگ اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں۔"

اہل تفسیر کا اتفاق ہے کہ اس سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت و عظمت کیا ہوگی کہ خداوند عالم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت حیات کی قسم کھا رہا ہے۔ علامہ ابوالجوزہ لکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے کسی کی مدت حیات کی قسم نہیں کھائی مگر اپنے پیارے حبیب حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل و اکرم ہیں اور کوئی بھی ملک و بشر فضائل و مراتب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی نہیں۔

ہو لیکن سب انبیاء سے اس پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد پختہ لیا جا رہا ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت شریفہ کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ تمام سابق انبیاء کرام اپنے اپنے وقت میں اپنی امتوں سے عہد لیتے تھے اور ان کو تاکید کرتے تھے کہ اگر وہ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا زمانہ پالیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں کیونکہ مقصود اس آیت شریفہ سے ان لوگوں کو تنبیہ کرنی ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے کہ وہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔

ان مفسرین نے اس وجہ کو ابلغ (نہایت بلیغ) ظاہر کرنے کے لیے کہا ہے کہ یہ مقصود تب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ ایمان و مدد کا عہد امم سے لیا جائے نہ کے انبیاء کرام سے لیکن علامہ رازی رحمتہ اللہ علیہ نے وجہ سابق کو موزوں تر اور ابلغ ظاہر کرنے کے لیے یہ جواب دیا ہے کہ جب انبیائے عظام سے ایمان و مدد کا وعدہ لیا جا رہا ہے اور ان پر واجب کیا جا رہا ہے کہ وہ خود بشرط وجدان زمانہ حبیبؑ ایمان لائیں، تو کیا امتیں اس عہد سے مستثنیٰ ہوں گی؟ نہیں! کیونکہ جب انبیائے کرام پر ایمان لانا لازم ہو گیا تو امم پر بطریق اولیٰ فرض ہو گیا۔ اب اسی صورت میں بعض مفسرین کا مقصود بھی پورا ہو گیا اور حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت و شرافت بھی سب پر ظاہر ہو گئی۔

۱۷۔ انبیائے کرام و رسل عظام کے حق میں کفار اور مشرک لوگ بغض و عناد کی بنا پر جو کچھ بکتے تھے اس کا جواب خود حضرات انبیائے عظام دیتے تھے، جیسا کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے ان کے حق میں اِنَّا لَنَرٰكَ فِىْ سَفَاهَةٍ (ہم تمہیں گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ الاعراف:۶۶) کہا تو حضرت نے جواباً یٰقَوْمِ لَيْسَ بِىْ سَفَاهَةٌ" (اے میری قوم! میں گمراہی میں نہیں ہوں۔ (الاعراف:۶۷) فرما کر ان کا

ردفرمایا۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اِنّـِی لَاَظُنُّکَ یَا مُوسیٰ مَسْحُوْرًا (اے موسیٰ! میرے گمان میں تجھ پر جادو ہوگیا ہے (بنی اسرائیل:۱۰۱) سے یادکر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا تو آپ نے اس کو جواب میں اِنّی لَاَظُنُّکَ یَا فِرْعَونُ مَثْبُوْرًا (بنی اسرائیل:۱۰۲)(اے فرعون! تو بلاشک وشبہ راندہ درگاہ ہے۔) سے یاد کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ہم عصروں نے آپ کو اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ ضَلَالٍ مُبِیْنٍ (بے شک ہم تجھے گمراہی میں دیکھتے ہیں (پارہ ۸ الاعراف: ۶۰) کہہ کر تکلیف پہنچائی تو آپ نے اس اعتراض کو دفع کرنے کے لیے یَا قَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ" (اے قوم! میں گمراہی میں نہیں ہوں۔ (الاعراف:۱۶۱) تکلم فرمایا۔ علی ہذا القیاس۔ باقی حضرات انبیائے کرام کی بھی کلام اپنے ہم قرنوں سے ہوتی تھی اور وہ اس کا جواب بذات خود ان کو دیتے تھے۔ ادھر ہمارے نبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت دیکھئے کہ جب آپ کی شان میں کافروں نے بے جا کلمات (ساحر ومجنون اور ضال وکاہن وغیرہ نازیبا الفاظ) استعمال کیے تو خود خالق ومالک رب العالمین اپنے حبیب [illegible] اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان الفاظ کے ساتھ کفار کو جواب دیتا ہے:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّ[illegible] بِ[illegible]ـنُوْن۔ (قلم:۲)

"تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔"

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ۔ (لیس:۶۹)

"اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ ان کی شان کے لائق ہے۔"

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی۔

(سورہ نجم:۲،۳)

"تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔"

افمنْ كانَ علىٰ بَيِّنةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ويتلُوْهُ شاهِد" مِّنْهُ۔ (هود:١٧)

" تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر اللہ کی طرف سے گواہ آئے۔"

ناظرین! اب فضیلت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا موازنہ آپ خود ملاحظہ فرمالیں کہ حضرات انبیائے عظام علیہم الصلوٰت والتسلیمات تو خود مطاعن کفار کا جواب دے رہے ہیں اور یہاں حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا خالق، کفار کو ان کے کلمات ناشائستہ کا جواب دیکر ساکت فرما رہا ہے۔

١٨۔ رب العزت خالق کونین نے اپنی پاک کتاب میں خبر دی ہے کہ امم سابقہ، رسل کرام کو ان کے نام لے کر پکارتی تھیں۔ مثلاً:

يٰمُوسىٰ اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهاً كَمَا لَهُمْ اٰلِهَة"۔ (پارہ ٩ سورۃ الاعراف:١٣٨)

"اے موسیٰ! ہمیں ایک خدا بنادے جیسا کہ ان کے اتنے خدا ہیں۔"

يَا عِيسىٰ ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ۔

(پارہ ٧ سورہ المائدہ:١١١)

"اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا۔"

يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ۔ (پارہ ١٢ سورہ ھود:٥٣)

"اے ہود! تم کوئی دلیل لے کر ہمارے پاس نہ آئے۔"

يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا۔ (پارہ ٨ سورہ الاعراف:٧٧)

"اے صالح! ہم پہ لے آؤ۔"

وغیرہ ذلک ،اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت ومنزلت ظاہر کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر سب اہل اسلام کو تنبیہ کی کہ خبردار! میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اس طرح بے ادبی کے ساتھ نہ لیا کرو، جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو۔

لَا تَجْعَلُوْ دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً۔

(سورۃ نور:۶۳)

"رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔"

یہ فضیلت وشرافت سب حضرات انبیائے کرام میں سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَآوُلِی الْاَبْصَارِ۔

(پارہ ۲۸ سورہ الحشر:۲)(تو عبرت لواے نگاہ والو)

۱۹۔ غور سے سنیے کہ احکم الحاکمین نے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مناصب وفضائل عنایت کیے جس سے اور حضرات خالی تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمایا:

يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

(سورۃ ص:۲۶)

"اے داؤد علیہ السلام بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گا۔"

اور اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بہت سی قسمیں کھانے کے بعد تاکید کے ساتھ فرمایا: وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ (اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، سورہ نجم: ۲)۔ اب جو فرق وَلَا تتبع الھوٰی (اور اپنی خواہش کے پیچھے نہ جانا) اور وما ینطق عن الھوٰی میں صاف صاف ظاہر ہے وہ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ اس کو میں آپ کی باریک بینی اور روشن دماغی پر چھوڑتا ہوں۔

۲۰۔ الٰہی کتاب میں حضرت آدم، داؤد اور موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ان سے فلاں فلاں لغزش صادر ہوئی اور انہوں نے جب بصد خشوع وخضوع اپنے مولیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے قصور کی معافی چاہی تو ان کو معافی دے دی گئی اور پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کسی قسم کی لغزش کا ذکر کیے بغیر

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (سورۃ فتح: ۲)

"تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ (اور تمہاری بدولت امت کی مغفرت فرمائے۔")

فرما کر امت مذنبہ کے گناہوں پر قلم عفو پھیرنے کا اشارہ سمجھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت بلند کی۔

خیال کیجئے کہ شفیع المذنبین ﷺ کی عزت ظاہر کرنے کے لئے اور آپ ﷺ کو غم وفکر سے دور رکھنے کے لئے اور آپ کو حوصلہ وتسلی بخشنے کے لئے تو خدا دو جہاں نے الہامی کتاب میں آپ ﷺ کی لغزش کا ذکر نہیں کیا اور خطیات سابقہ ولاحق (یعنی ہجرت سے پہلے اور بعد میں آپ ﷺ پر جو الزامات لگائے تھے) معاف کر دیں اور باقی حضرات کی لغزشوں کا ذکر فرمانے کے بعد ان کی معافی کا اظہار فرمایا۔ اب آپ

حضرات اپنی خداداد لیاقت سے کام لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ خداوند کریم کو محبوب دو جہاں ﷺ کی کس قدر عزت منظور ہے اور آپ کے فضل و شرف کی کہاں تک حد ہے۔

۲۱۔ خداوند عالم جل جلالہ، عم برہانہ، نے قرآن مجید میں اپنے حبیب ﷺ کی تسلی کے لئے جہاں کہیں بھی انبیائے کرام کے حالات بیان کئے ہیں وہاں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہم اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو ان کے ناموں سے پکارتے تھے مثلاً یا آدم، یا نوح، یا ھود، یا موسیٰ، یا عیسیٰ علیہم السلام۔ لیکن حضرت رسول اکرم ﷺ کو جہاں کہیں قرآن شریف میں کسی حکم سے یاد کیا گیا، آپ ﷺ کا اسم گرامی بطور منادی نہیں پکارا گیا بلکہ بطور کنایہ یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ، یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ، یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ، یَآ اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ سے یاد کیا گیا اور ان دونوں صورتوں میں جو تفاوت ہے وہ آپ ملاحظہ فرمالیں۔

۲۲۔ خالق دو جہاں نے ہمارے رسول اکرم ﷺ کو ایک خاص رتبہ عنایت فرمایا ہوا ہے جو کسی نبی کو میسر نہیں ہوا یعنی خداوند عالم آیت مبارکہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ (سورۃ احزاب آیت ۵۶) نازل فرما کر واضح کر دیا گیا کہ اس کی ذات قدیم اور اس کی مقدس جماعت ہمیشہ پیارے رسول ﷺ پر درود شریف بھیجتے رہتے ہیں اور ہمیشہ بھیجتے رہیں گے۔ اب نہ ذات قدیم کو فنا و زوال اور نہ ہی حضرت حبیب خدا ﷺ کے اوصاف و فضائل کا حد و حساب، اب جو شخص ذات مقدس کی صفات کا اول سے آخر تک پتہ لگا لے گا وہ رسول اکرم ﷺ کے شرف و مجد سے بھی آگاہ ہو جائے گا۔ ہم تو اس سے بھی عاجز اور اس سے بھی قاصر، یہ شرف و مجد آج تک سوائے ہمارے نبی ﷺ کے کسی او کو عنایت نہیں ہوا کہ خداوند تعالیٰ ازل سے ابد تک کسی کی تعریف و توصیف فرماتا رہے اور اس کی عزت و شرف غیر

منتہا ہی کو بیان کرتا ہے۔

۲۳۔ کتاب النوادر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حبیب خدا فخر دو جہاں ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ، اور مجھ کو اپنا حبیب پسند فرمایا۔ پھر خداوند تعالیٰ نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہا میں اپنے حبیب ﷺ کو اپنے خلیل اللہ علیہ السلام اور اپنے کلیم اللہ علیہ اسلام پر ترجیح دیتا ہوں۔

۲۴۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھ کر ھذا سید العرب فرمایا حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے سن کر کہا کہ اس جملہ کے مصداق تو آپ ﷺ ہیں نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں سید العالمین ہوں اور میرا علی رضی اللہ عنہ سید العرب ہے۔

۲۵۔ حضرت رسول مقبول صادق و مصدوق ﷺ نے فرمایا کہ حجرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنے بشر ہوں گے وہ سب حشر کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں اور میں یہ فخراً نہیں کہتا بلکہ اظہار حقیقت ہے اور فرمایا کہ دار الخلد کا دروازہ جو کہ پاک بندوں کی جگہ ہے، سب سے پہلے میں ہی کھلوں گا۔ اور میں ہی پہلے داخل ہوں گا اور میری ہی امت سب سے پہلے اس میں داخل ہو کر اس کو مشرف کرے گی۔

۲۶۔ ایک دن صحابہ اکرام بیٹھ کر گفتگو کر رہے تھے۔ بعض تو حضرت آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ نبی قرار دے کر دیگر حضرات پر ترجیع دیتے تھے اور بعض حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا کلیم بیان کر کے ان کو افضل ثابت کرتے تھے اور بعض حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کے نام سے یاد کر کے سب پر فضیلت دیتے تھے اور بعض حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ سے موصوف فرما کر ان کو اعلیٰ بنانے کی کوشش کرتے تھے،
جناب رسول مقبول ﷺ نے سب کی گفتگو سن کر فرمایا کہ حضرات انبیاء اکرام جس جس
صفت کے ساتھ موصوف تھے وہ سب اسی طرح ہیں لیکن یاد رکھو کے میں خداوند عالم کا
پیارا حبیب ہوں اور ان سب کا سردار ہوں۔

۲۷۔ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شب معراج
جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق کو مزین کر کے رسول مقبول ﷺ کی خدمت
میں حاضر کیا تو براق اس وقت اچھلتا اور کودتا تھا۔ جب جبرائیل علیہ السلام نے براق کی
طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ آج تجھ پر وہ سوار ہوگا جس سے زیادہ اکرم
و افضل خدا کے نزدیک اور کوئی نہیں ہے۔ براق کا یہ سننا تھا کہ مارے جلالت اور ہیبت
کے اپنا ناچنا کودنا چھوڑ کر پسینا پسینا ہو گیا۔

۲۸۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام پیغمبروں پر خدا کی طرف سے وحی لاتے رہے
لیکن عاقبت کے خوف سے وہ بھی بے خطر نہ ہوئے مگر جب انہوں نے ہمارے حضرت
محمد ﷺ کی خدمت میں پیغام رسانی کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کو بھی رحمت العالمین کی
رحمت سے زیادہ حصہ پہنچا۔

ایک دن حضرت رسول مقبول ﷺ نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ کیا تجھے
بھی رحمت العالمین کی رحمت سے حصہ پہنچا ہے؟ عرض کی کہ آپ کی طفیل بارگاہ ایزدی
سے میرے حق میں ہیں۔

ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ لا مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ

جو صاحب قوت مالک عرش کے ہاں اونچے درجے والا سردار (اور) امانت
دار ہے۔ (تکویر ۲۰)

تعریف وثناء کی گئی ہے۔اور یہ آپ کی رحمت کا ہی حصہ ہے کہ جس کی وجہ سے میں عاقبت کے خوف وخطرے سے امن میں ہوگیا ہوں

۲۹۔ امام بخاری اور مسلم، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام مومنین جمع ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے مناقب وفضائل بیان کریں گے اور کہیں گے کہ ان مناقب سے موصوف ہو کر آپ ہی اس قابل ہیں کہ خدا تعالی کے دربار میں ہماری سفارش کریں تا کہ ہم اس بلا سے آرام پائیں۔حضرت آدم علیہ السلام ان کے سامنے معقول عذر فرما کر ان کو حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جانے کا اشارہ کریں گے۔حسب فرمان حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور سابق کی طرح ارض کریں گے آپ ہماری طرف سے سفارش کریں تا کہ ہم اس تکلیف سے نجات پائیں۔حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں اس قابل نہیں کیوں کہ مجھے بارگاہ عظیم میں جانے سے شرم آتی ہے، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں، وہ آپ کی مراد پوری کریں گے لیکن حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بھی اس امر اہم سے انکار کر کے مسلمانوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف جانے کا اشارہ کریں گے اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حوالہ دے کر رخصت فرمائیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی متقدمین کی طرح سفارش سے انکار کر کے نفسی نفسی کا نعرا بلند فرما کر ان کو بارگاہ معلی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا راستہ بتائیں گے کہ یہی اس قابل ہیں کہ تمہاری مراد کو پہنچیں اور تمہاری آرزو کو بر لائیں۔مومنین تمام جگہوں سے ناامید ہو کر حبیب خدا ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر سفارش کی آرزو کریں گے۔حبیب خدا علیہ الصلوۃ والسلام مومنین کو ہمراہ لے کر رب العزت سے شفاعت کی آرزو کریں گے اور سجدہ میں گر کے اپنے مالک کی حمد وثنا

کریں گے کہ پہلے کسی نے نہیں ادا کی۔ حکم ہوا، سر اٹھایئے اور اپنا مطلب و مقصد ظاہر کریں، ہم قبول کریں گے، حضرت رسول اکرم ﷺ سر اٹھا کر عرض کریں گے کہ ان مسلمانوں کو بخش دیں، بعض تو اسی وقت بخشے جائیں گے اور بعض دوبارہ سجدہ سے اٹھنے کے بعد اور بعض سہ بارہ۔ الغرض حبیب خدا ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ بھی بخشے جائیں گے۔ جنہوں نے صدق دل سے ایک ہی دفعہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا ہوگا۔

۳۰۔ حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والاسلام نے فرمایا کہ امم سابقہ میں سے بعض امتیں صبح سے دوپہر تک کام کرتیں رہیں اور بعض دوپہر سے لے کر عصر تک مزدوری کرتی رہیں لیکن ان کی محنت کا سلسلہ مساوی طور پر ان کو ایک ایک قیراط (ایک چاول) دیا گیا۔ پھر میری امت کو عصر سے غرب تک احکام الٰہی بجالانے کا حکم ہوا اور ان کو دو دو قیراط ملے۔ پہلی امتوں نے عرض کی کہ اے مولیٰ کریم ان کو دو دو قیراط دیئے گئے اور ہم کو ایک ایک قیراط، حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے! پوچھا جائے گا کیا تمہاری مزدوری میں سے ہم نے کچھ کم تو نہیں کیا اور تمہاری اجرت میں ہم نے کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ عرض کریں گے نہیں۔ خداوند عالم ارشاد فرمائیں گے کہ یہ میرا افضل ہے۔ جسے چاہوں زیادہ دوں اور جسے چاہوں پورا دوں۔

۳۱۔ حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرافت وعزت کے باعث آپ ﷺ کی امت کو قرآن مجید میں بڑے پیارے الفاظ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اسے یاد کیا گیا ہے اور باقی تمام امتیں اپنی کتابوں میں یَا اَیُّهَا الْمَسَاکِیْن! سے مخاطب کی گئی ہیں اور آپ کی امت کتب سابقہ میں اس طرح تعریف کی گئی ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کی ہر حال میں حمد کریں گے اور تسبیح وتمجید سے اس کو یاد رکھیں گے اور فرشتے آسمانوں میں

ان کی اذانوں کو سنے گے اور وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کریں گے اور کفار پر سختی کریں گے اور حالت رکوع و سجود میں رہیں گے۔

۳۲۔ طاعون جو کہ پہلی امتوں کے لئے عذاب تھی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے رحمت اور شہادت کا باعث ہے۔ یہ فضیلت اور شرافت بھی حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ان کی امت کو نصیب ہے۔

۳۳۔ بخاری اور ترمذی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے نیک ہونے پر چار مومن گواہی دیں گے، اس کو مولیٰ کریم جنت میں داخل کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اگر تین آدمی اس کے نیک ہونے کی گواہی دیں تو پھر، فرمایا وہ بھی بخشا جائے گا۔ اور پھر مزید ارشاد کیا کہ اگر دو بھی اس کے صالح ہونے پر شہادت دیں گے تو پھر بھی وہ ضرور عذاب الٰہی سے نجات پائے گا۔

۳۴۔ حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام حلم اور عفو کے اعتبار سے بھی سب حضرات انبیاء پر فائق تھے کیونکہ انبیائے کرام کو جب کفار نے مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچائیں تو انہوں نے بارگاہِ ایزدی میں درخواست کی اور ان کا قلع قمع کرا دیا۔ لیکن ہمارے حضرت ﷺ ایسے شفیق، ایسے حلیم، ایسے صابر کہ کفار سے ہزاروں درد و پہنچنے کے باوجود آپ کی پاک روح نے گوارا نہ کیا کہ کسی کے حق میں دعاءِ ہلاکت کر کے عذاب الٰہی کی تمنا کریں بلکہ جب کبھی کفار پر بددعا کرنے کا ذکر آتا یا صحابہ کرام حضرت کو عذاب نازل ہونے کے لئے سفارش کرتے یا خدا تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ جمال خدمت میں حاضر ہو کر کفار کو تکلیف دینے کی اجازت طلب کرتے تو آپ بجائے بددعا کرنے کے ان کے حق میں ہدایت کے طالب ہوتے تھے اور ان کی گوناگوں تکالیف پر

صبر و شکر بجالاتے تھے۔ مروی ہے کہ جنگ احد کے دن جب آنحضرت ﷺ کے دانت مبارک شہید کر کے آپ کا چہرۂ مبارک کفار نے زخمی کیا تو صحابہ کرام کو سخت ناگوار گزرا اور حضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں کفار پر بددعا کرنے کی نسبت عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں آیا کہ لوگوں پر بددعا کر کے ان کو تکلیف پہنچاؤں بلکہ میرا منصب تو یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اور جس طرح ہو سکے، ان کو راہ راست پر لاؤں، اس لئے میں بجائے بددعا کرنے کے یہ کہتا ہوں: اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ (میرے مرتبے) کو نہیں جانتے)

حضرت ﷺ نے یہ دعا مانگ کر صرف یہی ظاہر نہیں کیا کہ یہ قابل معافی ہیں بلکہ سبب شفقت بھی معبود حق کے دربار میں ظاہر کر کے ان کی طرف سے یہ عذر پیش کر دیا کہ یہ میری قدر نہیں پہچانتے اور میرے منصب سے جاہل ہونے کے باعث ان حرکات ناشائستہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ مولیٰ! یہ میری قوم ہے اور میری طرف منسوب ہے تو ان کو راہ مستقیم دکھا تا کہ یہ میری قدر پہچانیں۔

مخالفین نے ہمارے حبیب ﷺ کو جب مختلف قسم کی اذیتیں پہنچا کر پیغام الٰہی کی سختی سے مخالفت کی تو جبرائیل امین، خدائے پاک کا پیغام لے کر حاضرِ خدمت ہوئے کہ میرے مولا! مُرسل نے پہاڑوں کے داروغہ کو آپ کے فرمان کا مطیع بنا دیا ہے، آپ جس طرح چاہیں دشمنوں کو ہلاک کرنے کے لیے اس داروغہ سے کام لیں۔ اتنے میں ملک الجبال نے بھی سلام ادا کر کے عرض کی، حکم ہو تو پہاڑوں کو آپ کے دشمنوں پر گرا دوں! کریم النفس نبی ﷺ نے سنتے ہی فرمایا کہ ان کو مت ضائع کرو، شاید ان کی پیٹھ میں سے خدا ایسے برگزیدہ مسلمان پیدا کرے جو دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجا کر شرک و کفر کا

ستیاناس کر دیں اور توحید و رسالت کی روشنی پھیلا کر ظلمت نفاق و فسق کو غارت کر دیں۔

ایک دفعہ حبیب خدا ﷺ دوپہر کے وقت ایک الگ درخت کے نیچے جنگل میں آرام فرما رہے تھے اور صحابہ کرام بھی آپ سے علیحدہ ہو کر قیلولہ میں مصروف تھے۔ غورث بن حارث نے حضرت ﷺ کو علیحدہ پا کر آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کا موقع پایا، تلوار تان کر حبیب خدا ﷺ کے سر پر کھڑا ہو گیا۔ حضرت اقدس ﷺ کا قلب مبارک چونکہ ہر وقت بیدار رہتا تھا، دیکھا تو ایک مخالف سر پر ننگی تلوار لئے کہہ رہا ہے: مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّی؟ (مجھ سے آپ کو کون بچا سکتا ہے؟) فرمایا، اللہ!

نامِ خدا سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر کر آپ ﷺ کے ہاتھ میں آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّی؟ اس نے جواب دیا کہ آپ کی ذات حلیم و شفیق، کریم، محسن اور معاف کنندہ ہے جس طرح ارادہ ہو میرے ساتھ سلوک کریں، آپ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔

وہ رہائی پا کر اپنی قوم کے پاس پہنچا اور جاتے ہی یہ سنایا کہ میں تمہارے پاس ایسے شخص کے دربار سے واپس آیا ہوں جو خیر الناس اکرم الاولین الآخرین سید الرسل سے موصوف ہے۔ اس کے کہنے پر اس کی تمام قوم مسلمان ہو گئی اور ہمیشہ کے لیے عذابِ الیم سے رہائی پا گئی۔

ایک اور واقعہ بھی آنکھوں کے سامنے ہے جبکہ ایک یہودیہ عورت نے ہمارے نبی ﷺ کا امتحان لینے کی خاطر آپ کو کھانے میں زہر ملا کر کھلا دیا اور پھر زہر کھلانے کا اقرار بھی کر لیا تو آپ نے نرمی اور بڑی رحمدلی کے ساتھ اس کے قصور پر قلم عفو پھیر کر یہ بات ظاہر کر دی کہ میری نظیر اور میری مثال حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں چراغ لے کر بھی ڈھونڈو گے تو پھر بھی دستیاب ہونی صرف مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالتِ کُفر میں حبیب خدا افضل الرسل ﷺ سے قرضہ لینا تھا، ابھی قرضہ اُتارنے کی مدّتِ مقررہ باقی تھی کہ حضرت زیدؓ نے نبوت پر کھنے کے لیے حبیبِ خدا ﷺ سے سختی اور درشتی کے ساتھ قرضہ کا مطالبہ کیا اور ساتھ ہی کئی ایک ناگوار باتیں بھی سنا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالی طبیعت بھلا ایسے کلماتِ ناشائستہ سُن کر کب چُپ رہ سکتی تھی۔ آپ نے زیدؓ کو ڈانٹا اور ان کے ساتھ سختی سے کلام کی۔ اب ذرا توجہ فرمایئے کہ آنحضرت ﷺ بجائے اس کے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوش ہوتے کہ تم نے میری طرف داری کی ہے اور میری قرض خواہ کو تو نے میرے سامنے ڈانٹا ہے' اُلٹے حضرت عمرؓ پر ہی خفا ہوئے اور فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ تجھے چاہیے تھا کہ ہم دونوں کو نرمی کی ہدایت کرتے یعنی زید رضی اللہ عنہ کو نرمی سے قرضہ کے مطالبے کی ہدایت کرتے اور مجھ کو قرضہ کے جلدی ادا کرنے کی رغبت دلاتے نہ کہ تم اس کو میرے خیر خواہ ہو کر ڈانٹنے لگو، حالانکہ ہم اس کے مقروض ہیں۔ جا اس کا قرضہ دے دے اور اس سختی کے عوض جو تو نے زید رضی اللہ عنہ سے کی ہے، بیس صاع (تقریباً ۸۳ کلو) غلہ زیادہ دے دینا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کلمات طیبات سنتے ہی فرمایا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور کہا کہ میں تو کتب سابقہ الٰہیہ کے مطابق آپ کا ''حلم وعفو'' آزمائش کرنے کو آیا تھا نہ کہ قرضہ لینے کو' کیونکہ ابھی قرضہ کی مدت میں تین دن باقی ہیں۔

قریش مکہ سے مختلف شدائد اٹھا کر جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن انہیں قریش پر غالب ہوئے تو آپ نے باآواز بلند فرمایا کہ تم کو علم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہم سے بھلائی ہی کریں گے۔ کیونکہ آپ اخ کریم کے بیٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سے تو ہم کو نیکی اور عفو کی توقع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتے ہی فرمایا جاؤ تم آزاد کر دیئے گئے ہو۔

دیکھئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عمر کی تکالیف کا بدلہ لینے کے واسطے خدا نے کیسا موقع دیا کہ سب مخالف و معاند پابہ زنجیر ہاتھ باندھے کھڑے ہیں لیکن آپ کی رحمت اور رافت گوارا نہیں کرتی کہ اپنی قوم کو اس دردناک حالت میں دیکھے اور معافی نہ دے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں لائے گئے کہ وہ ابھی دولت اسلام سے محروم رہنے کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا کو شہید کرا کر ان کا مثلہ بھی کر چکے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچا چکے تھے اور پھر اس پر کفایت نہیں کہ بلکہ صحابہ کرام کو شہید کر کے ان کے ہاتھ پاؤں، ناک، کان وغیرہ کاٹ کر ذلت کی جاتی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آتے ہی نرمی کے ساتھ فرمایا کہ اے ابوسفیان! کیا وقت نہیں آیا کہ تو صدق دل سے توحید الٰہی اور میری رسالت کا اقرار کرے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا!

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَا اَحْلَمَکَ وَ اَوْصَلَکَ وَ اَکْرَمَکَ

میری ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کتنے حلیم، صلہ رحمی کرنے والے اور کرم فرمانے والے ہیں۔

حضرات! اس سے بڑھ کر آپ کی فضیلت پر کون سی دلیل ہوگی کہ دشمن بھی باوجود عداوت کے آپ کے حلم و کرم کی بے اختیار تعریف بجالا رہے ہیں۔ کسے نے

کیا اچھا کہا ہے۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

انسان کے لئے فضیلت یہ ہے کہ دشمن بھی اس کی فضیلت کی گواہی دیں۔

اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں جن کے لکھنے کی اختصار ہمیں اجازت نہیں دیتی۔

۳۵۔ حبیب خدا اشرف انبیاء رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بنی اسرائیل کی فضیلتوں کا ذکر آیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے جس قدر میری امت کو فضائل عنائت کیئے ہیں اور جس قدر اس پر اپنی عنایتیں اور شفقتیں فرمائی ہیں، اور کسی پر نہیں، بنی اسرائیل میں جب کوئی گناہ کرتا تھا تو صبح ہی اُس کے دروازے پر خدا کی طرف سے اُس کی ذلّت و رسوائی مرقوم ہو کر ہر کس و ناکس پر ظاہر ہو جاتی تھی اور دین و دنیا میں وہ شرمندہ ہو کر منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا تھا اور اُن کی قُربانی کی قبولیت کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی قربانیوں کو ایک مقرر جگہ پر رکھ آتے تھے، خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایک آگ نازل ہوتی تھی جو مقبول قربانیوں کو ہلاک کر جاتی تھی اور ان لوگوں کی جو قربانیاں مردود ہوتی تھیں وہ اسی طرح صحیح و سالم پڑی رہتی تھیں۔ گنہگار لوگ اپنی قربانیوں کو اسی طرح دیکھ کر ذلّت و رسوائی کے خوف سے اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر عزیز و اقارب کو خیر باد کہہ دیتے تھے اور اُن کی ندامت ایسی حاوی ہوتی تھی کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے تھے۔ اور اگر اُن کے بدن یا کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تھا تو حکم تھا کہ بدن یا کپڑے کو وہاں سے کاٹ دیا جائے اور اُن کی توبہ یہ تھی کہ نیک آدمی اپنے گنہگار بھائی یا اپنے گنہگار والدین کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے اور اُس میں دونوں کا امتحان تھا تا کہ معلوم ہو کہ اتباعِ شریعت میں کہیں اخوت، ابوّت سدِّ راہ ہو کر مانع تو نہیں ہوتی۔ اور اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تھا تو اس کا عوض بھی اس کو صرف "قتل" کرنا تھا۔

اور ان میں دیَت (روپے کا ادا کرنا) یا خون کو معاف کر دینا بالکل نہیں تھا بلکہ اُن پر ضروری تھا کہ مقتول کے عوض قاتل کو قتل کر دیا جائے اور اگر بُرے کام کا ارادہ بھی کرتے تھے تو وہ اُن کے نامۂ اعمال میں برابر لکھا جاتا تھا۔

علامہ فریابی اپنی تفسیر میں محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ خداوندِ تعالیٰ نے کسی نبی اور کسی رسول کو اس آیت شریف کے مضمون کے بغیر نہیں بھیجا:

اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہ

(پارہ ۳، سورہ البقرہ: ۲۸۴)

"اگر اپنے دلوں کی بات کو تم ظاہر کرو یا چھپاؤ، خدا تعالیٰ تم سے اس کا ضرور حساب لے گا"۔

اُممِ سابقہ انبیاء کرام کو کہتی تھیں کہ جو باتیں ہمارے دلوں میں ہیں اور ہم نے ان پر عمل نہیں کیا، کیا اُس پر بھی ہم ماخوذ ہوں گے؟ اسی بنا پر وہ کفر کرتے تھے اور گمراہ ہو کر دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتے تھے۔

اب یہاں حبیبِ خدا ﷺ کی عزت و حُرمت دیکھئے اور آپ کی افضلیت کا موازنہ کیجئے کہ پیارے حبیب ﷺ کے دل پر کسی قسم کا غم و فکر نہ ڈالنے کے لئے آپ کی گنہگار امّت کی بنی اسرائیل کی طرح اُن کے دروازوں پر گناہ لکھ کر پردہ دری نہیں کی جاتی اور امّتِ مرحومہ کی توبہ کا یہ طریقہ مقرر کیا گیا ہے کہ بصدقِ دل ندامت اختیار کرنے سے سب گناہ کافور ہو جاتے ہیں اور قربانی کرنے سے بھی کسی قسم کی ذلت و رسوائی بین الخلائق نہیں ہوتی کیونکہ جو وہاں طریق تھا وہ یہاں نہیں ہے، صرف اتنی سی بات ہے کہ تم مولا کی راہ میں قربانیوں کو قربان کر دو وہ خود قبول کرے گا۔ اس حکم میں بھی امت مرحومہ کے نیک اور بد مستور الحال رہتے ہیں۔ اسی طرح بدن یا کپڑے پر پیشاب لگنے کے

وقت اس کو دھو دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ قتل عمد کے وقت یہاں یہ سہولت ملحوظ رکھی گئی ہے کہ مقتول کے وارث مختار ہیں، خواہ مقتول کے عوض قاتل کی جان لیں یا اُس سے اِس کی قیمت یعنی دیت لے لیں یا بالکل ہی معاف کر دیں۔ اور اسی طرح سے بُرے کام کے ارادے پر ان کے نامہ اعمال میں کوئی بُرائی نہیں لکھی جاتی اور نیکی کا ارادہ کرے تو نیکی لکھ لی جاتی ہے۔ پہلی امتوں پر ایک نیکی کے عوض میں ایک نیکی لکھی جاتی تھی اور صرف بُرے ارادے پر گناہ ان کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا تھا خواہ مابعد ارادے کو بدلیں یا نہ بدلیں۔

امت مرحومہ کی شرافت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت امام بیہقی نے وہب بن منبہ سے جو حدیث نقل کی ہے، صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے یعنی خداوند عالم نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب ہمکلامی کا شرف بخشا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے مولا! میں تورات میں دیکھتا ہوں کہ ایک امتِ مرحومہ کے اوصاف اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ وہ نیک کاموں کی ترغیب دے گی اور بُرے کاموں سے منع کرے گی اور تجھ پہ بصدق دل ایمان لائے گی، اس کو میری امت قرار دے۔ فرمایا کہ وہ امت میرے پیارے حبیب احمد مجتبیٰ محمد ﷺ کی امت ہے، پھر عرض کی کہ میں تورات میں پاتا ہوں کہ وہ امت اپنے سینوں میں کتابِ الٰہی رکھے گی اور صبح شام اس کا ورد کرے گی، ایسی امت کو میری امت قرار فرما کر مجھے شرف فرما۔ فرمایا! وہ امت میرے پیارے حبیب محمد ﷺ کی امت ہے۔ پھر عرض کی کہ میں تورات میں یہ بھی پاتا ہوں کہ ایک ایسی امت ہے جو کتاب اول و آخر پر ایمان لائے گی اور مشرکوں اور کافروں کو قتل کرے گی، یہاں تک کہ دجالِ اعور (کانا دجال) کو بھی جہنم رسید کرے گی، میری یہ تمنا ہے کہ مجھے یہ امت بخشی جاوے۔ فرمایا! اس امت کا سردار میرا

حبیب سید الاولین وآخرین صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر التجا کی کہ میں تورات میں ایک امت کا یہ بھی وصف پاتا ہوں کہ وہ اپنے صدقات خود کھائیں گے اور آگ آسمان سے اتر کر پہلی امتوں کے صدقات کی طرح ان کو نہیں کھائے گی۔ (کیونکہ پہلی امتیں اس طرح صدقہ دیتی تھیں کہ صدقہ کو باہر رکھ دیتی تھیں۔ اور آگ آ کر کھا جاتی تھی، وہ صدقہ مقبول ہوتا تھا اور جس صدقہ کو آگ نہیں کھاتی تھی وہ صدقہ مردود ہوتا تھا، وہ آدمی لوگوں میں ذلیل ورسوا ہوتا تھا۔) جواب ملا کہ یہ امت بھی وہی امت ہے جس کا سالار قافلہ شفیع المذنبین، نذیر و بشیر محمد علیہ الصلوٰۃ و السلام ہے۔ پھر عرض کیا کہ میں توریت میں ایک امت اس شان کی پاتا ہوں کہ اگر وہ بُرے کام کا ارادہ بھی کرے گی تو نامہ اعمال میں درج نہ ہوگا۔ اگر نیک فعل کا قصد کرے گی تو پھر بھی باوجود نہ عمل کرنے کے ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اور اگر اس ارادۂ نیک پر عامل ہوگی تو اس کے عوض کم از کم دس نیکیاں اور پھر حسبِ مراتب سات سو سے نیکیوں تک متجاوز ہوں گی، مجھے اس اُمت کا رسول مقرر فرما، فرمایا! یہ اُمت احمدِ مصطفےٰ ﷺ کی ہے۔

پھر عرض کیا کہ تورات میں ایک اُمت ہے جن کی دعائیں قبول ہوں گی اور اوصاف حسنہ سے موصوف ہوں گی، فرمایا یہ اُمت روزِ اول سے پیارے احمد ﷺ کے لیے مقرر ہو چکی ہے، نہ کسی اور کو میسر نہیں ہو سکتی۔ پھر آخر میں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ امت میرے نصیب میں نہیں ہو سکتی تو پھر مجھے اس امت کے افراد میں ہی شامل فرما اور اپنے پیارے احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی غلامی کا فخر عطا کر! فرمایا، وہ پیارا نبی خاتم النبیین ﷺ آخری وقت میں آئے گا اور تمہاری رسالت کا اب وقت ہے اس لیے تم اُس کی امت نہیں ہو سکتے، ہاں دار الجلال میں تم دونوں کو عنقریب ہی جمع کر

دوں گا، پس اسی آرزو پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوند کریم نے دو نعمتیں عنایت کیں، فرمایا:۔

يٰمُوسٰى اِنِّىْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ

(پارہ ۹ سورۃ الاعراف آیت:۱۴۴)

''اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالت اور اپنے کلام سے، تو لے جو میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں ہو''۔

جواباً حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی قد رضیت یا رب (اے مولیٰ جو تو نے مجھ کو رسالت و مکالمت کا شرف بخشا ہے میں اس پر راضی ہوں)

۳۶۔ نبی کریم رسولِ اعظم محمد مصطفےٰ ﷺ کی فضیلت کا یہ بھی ایک بدیہی نشان ہے کہ آپ کی شریعت بہ نسبت شرائع سابقہ اکمل اور جامع ہے جو امور مستحسنہ و اصافِ جلیلہ دوسری شرائع میں تھے وہ سب شریعتِ نبوی میں جمع کر دیئے گئے اور فطرت و اخلاق و تمدنِ انسانی کے مطابق شریعت غرا نے احکام صادر فرمائے ہیں، اگر سابقہ شرائع کی طرح محض احکامِ جلالیہ و جمالیہ سے یہ شریعت موصوف ہوتی تو پھر اس امتِ مرحومہ کا اس پر عامل ہونا کارے نہ دارد والا معاملہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعتِ مطہرہ محض جلال وقہر کی مظہر تھی، متبعین کو حکم تھا کہ توبہ میں اپنی جانوں کو قتل کریں، چربی اُن پر حرام کی گئی تھی اور حیوانِ ذوات الظفر (ناخنوں والے حیوان) ممنوع تھے اور غنائم کا مال (غنائم، غنیمت کی جمع ہے۔ وہ مال جو جہاد میں دشمن کے ہاتھ لگے۔) اُن پر حرام تھا، عقوبتیں (عذاب) اُن پر دنیا ہی میں نازل ہو کر اُن کا ستیاناس کر دیتی تھیں، انہوں نے ایسی سخت تکالیف اور بوجھ اٹھائے جن کے اٹھانے سے ہماری طبیعت عاجز نظر آتی ہے

اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے رُعب و دبدبہ والے تھے کہ اُن کی طرف نظر اُٹھانا مشکل ہوتا تھا اور اُن کے ہیبت وجلال کے باعث اُن کے پاس بیٹھنے سے خوف معلوم ہوتا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مظہرِ جمال تھے اور اُن کی شریعت غراء بھی جمال ہی کا نمونہ تھی۔ اور فضل واحسان سے مملوتھی۔ اس میں لڑنے جھگڑنے کا حکم قطعاً بند تھا اور قتل و تخریب سے بالکل ممانعت تھی۔ اور ہر وقت نرمی واحسان کی ہدایت تھی۔ انجیل میں مرقوم ہے کہ اگر تجھے کوئی دائیں رخسار پر طمانچہ مارے تو تُو اس کے آگے بایاں رخسار بھی کر، اگر تجھ سے کوئی کپڑا چادر وغیرہ چھینے تو تُو تہبند و دستار وغیرہ بھی اس کے حوالے کر دے، اگر تجھے کوئی مجبور کرے کہ میرے ہمراہ ایک میل چل تو تُو اس کے ساتھ دو میل جا۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت فضل واحسان تھی اور اس میں وہ مشقتیں اور تکلیفیں نہ تھیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تھیں۔

اب رسول اکرم حبیب خدا ﷺ کی شریعت دیکھئے کہ وہ رحمت و شدّت دونوں کی جامع ہے اور عدل وانصاف کی ہادی ہے یعنی شریعت مطہرہ میں عدل وانصاف واجب وفرض ہے اور فضل واحسان مستحب ہے۔ اور سختی کی جگہ سختی اور نرمی کی جگہ نرمی کا استعمال کرنا قانونِ محمدی ہے۔ مثلاً وَجَزاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔

"اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے"۔ (سورۃ الشوریٰ: ۴۰)

عدل وانصاف ہے۔

فَمَنْ عَفَىٰ وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰه

"تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اُس کا اجر اللہ پر ہے"۔

(پارہ ۲۵۔ سورۃ الشوریٰ: ۴۰)

پس یہ احسان بشرع ہے۔

انّہٗ لا یُحبُّ الظّٰلمیْنَ

"بے شک اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا (سورۃ الشوریٰ:۴۰)

ظلم کے حرام ہونے پر صریح دلیل ہے۔

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَھُوَ خَیْرٌ "لِّلصّٰبِرِیْنَ۔

"اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کا صبر سب سے اچھا ہے"۔

(سورۃ النحل:۱۲۶)

فضل و استحباب کی راہ دکھا رہی ہے۔ شریعتِ مطہرہ قانونِ احمدی نے طیبات کو حلال قرار دیا اور خبائث و نجس اشیاء کو حرام مقرر فرمایا۔

حضرت رسول اکرم افضل الرسل ﷺ کو خداوندِ عالم نے اُن محاسن و شمائل سے مزین فرمایا جو کہ جلال و جمال دونوں کے جامع تھے۔ مقامِ جلال میں جلالیت سے کام لیا جاتا ہے اور مقام جمال میں جمالیت کو استعمال کیا جاتا ہے۔ غرضیکہ شارع اور اس کی شریعت ہر صفتِ حسنہ سے موصوف اور ہر مکروہ امر سے متنفر و بیزار تھے اور جو فضائل و خصائلِ حمیدہ انبیائے کرام و شرائع ماضیہ میں متفرق طور پر تھے وہ سب نبی کریم ﷺ کی شریعت میں جمع تھے۔

۳۷۔ پہلی اُمتیں جب حد سے زیادہ رسولوں کی نافرمانی کرتی تھیں اور نبی بھی تنگ آجاتے تھے تو اس وقت وہ رسول بددعا مانگتے تھے کہ عذابِ عام دنیا میں ہی نازل ہو کر پلید اور نافرمانوں کا قلع قمع کر دے۔

حضرت نوح ، حضرت موسیٰ ، حضرت صالح ، حضرت ہود ، اور حضرت شعیب علیہم السلام و التسلیمات کی قوموں کا حال ملاحظہ ہو کہ یہ سب باعثِ نافرمانی نیست و نابود

ہو گئیں اور ان کا زمانہ میں نام ونشان بھی نہ رہا۔

ہمارے نبی افضل الرسل ﷺ کی شان دیکھئے اور ان کی رحمت واسعہ کا خیال کیجئے کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی نے یہ گوارا نہ کیا کہ آپ ﷺ بھی اپنی نافرمان امت کے حق میں بددعا کر کے دنیا میں ہی عذاب کے ذریعے ستیاناس کر دیں بلکہ آپ ﷺ نے اپنی جان پر تکلیفیں اٹھائیں، پتھر کھائے، زخمی ہوئے لیکن امت پر بددعا نہ کی۔صرف یہی نہیں کہ آپ ﷺ کے زمانہ تک عذاب کا نہ آنا تھا اور آپ ﷺ کی رحلت مبارک کے بعد سابقہ امم کی طرح نافرمان پر عذاب الیم نازل ہوگا۔ایسا نہیں بلکہ قیامت تک قرآن پاک کے وعدہ کے مطابق نبی رحیم ﷺ امت مذنبہ اس عذاب عام سے محفوظ و مامون رہے گی۔ یہ بھی آپ ﷺ کی افضلیت وعظمت کی اعلیٰ نشانی ہے کہ آپ ﷺ نے سابقہ رُسلِ عظام کی طرح جلدی بددعا کر کے اپنی امت کو عذاب عام کا مورد نہیں بنایا بلکہ یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ میں ﷺ ہی ان سب کا سردار اور میں ﷺ ہی ان سب کا مقتداء اور پیشوا ہوں کہ ہر ایک امر کو اپنی شان کے مناسب زیر عمل کر کے اپنی فضیلت کو بالبداہت ظاہر کرتا ہوں۔

۳۸۔ ایک لمبی حدیث میں نبی کریم ورحیم صادق ومصدوق ﷺ سے وارد ہے کہ میری امت ہر ایک نبی کی امت سے قیامت کے دن کمیّت (اندازہ) میں زیادہ ہوگی یعنی جس قدر میری امت کے افراد ہوں گے اور کسی کی امت کے نہیں ہوں گے۔اور دوسری حدیث میں منقول ہے کہ اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ (بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے کی مانند ہے) اور یہ امر مسلّم ہے کہ آپ ﷺ کی امت جب سب سے زیادہ ہوگی تو باعتبار اعمال صالحہ بھی سب پر فائق ہو گی اور مطابق حدیثِ ثانی آپ ﷺ کی امت کے سب اعمالِ صالحہ کا ثواب، آپ ﷺ

کو بھی برائے رفعتِ شان وعلوِ مکان دیا جائے گا۔

ان دونوں حدیثوں کو ملا کر روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ باعتبارِ اعمالِ صالحہ وکثرتِ ثواب بھی ہمارے نبی ﷺ سب انبیاء پر فائق ہوں گے۔ اسی رفعتِ شان وعلوِ مکان کو شبِ معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام دیکھ کر بسبب غبط (رشک کی وجہ سے) رو پڑے تھے کہ یہ پیارا نبی ﷺ باوجودیکہ دنیا میں تھوڑی دیر رہے گا لیکن پھر بھی اس کی امتِ صالحہ میری اُمّت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔ اور آپ ﷺ کو وہ مراتب ومناصب عنائیت ہوں گے جس سے باقی سب حضرات انبیاء کرام خالی ہوں گے۔ کاش کہ مجھے بھی یہ مرتبہ عطا ہوتا اور میری امت بھی اس نبی ﷺ کی امت کی طرح کثرت سے جنت میں داخل ہوتی۔

پہلے انبیاء کرام ورُسل عظام کی کتابیں تغیر وتبدل سے محفوظ نہ رہیں بلکہ جس کسی نے چاہا اپنی حسبِ منشا کمی وزیادتی کر کے اپنا مطلب پورا کرلیا۔ انجیل کو آپ غور سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی "تاریخی کتاب" ہے اور اس میں انسانوں کے الحاقی جملے کثرت سے ہیں۔ بعض مصنف پادری بھی اپنی تصانیف میں اس امر کا صاف طور پر اقرار کرتے ہیں کہ انجیل تغیر انسانی سے محفوظ نہیں رہی۔ غور کیجئے تو اس تغیر کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطابق آیتِ شریفہ:

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ۔ (پارہ ۶: المائدہ: ۴۴)

"ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی"۔

کتبِ سابقہ کی محافظ پہلی امتیں تھیں اور وہ امتیں باعثِ ضعفِ انسانی اُن کی حفاظت کا حق کما حقہ ادا نہ کرسکیں۔ عدم حفاظت کے باعث ہی کتبِ سابقہ اس بات کی مستحق نہ رہیں کہ اُن کو "کُتُبِ الٰہیہ" کا خطاب دے دیا جائے۔ اب یہاں حضرت

رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب مجید کی حفاظت کا متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

انا نحن نزّلنا الذکر و انا له لحٰفظون (حجر:۹)

"بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں"۔

خود خداوندِ عالم جل جلالہ، وعم نوالہ، نے ذمہ لیا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرصہ ۱۳۳۲ سال سے لے کر آج تک اس کتابِ الٰہی کی زیروزبر میں فرق نہیں آیا۔ مخالفین نے سرتوڑ کوششیں کیں کہ اس پر بھی اپنا ہاتھ صاف کریں۔ لیکن وہ کس طرح یہ کام کر سکتے تھے جبکہ خود اس کا مالکِ حقیقی قیامت تک اس کا متکفل ہو رہا ہے۔

خصائصِ کبریٰ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک فصیح و بلیغ یہودی نے خلیفہ مامون کے دربار میں حاضر ہو کر ایسی عمدہ کلام کی اور فصاحت و بلاغت سے مافی الضمیر کو اس طرح ظاہر کیا کہ مامون کو اس کے حُسن کلام کا اعتراف واقرار کرنا پڑا۔ مامون نے یہودی سے کہا کہ تم اسلام سے مشرف ہو جاؤ! کیونکہ نجات اسی میں ہے اور یہی دین مستقیم اور محفوظ عن التغیر والتبدل ہے۔ اس نے انکار کیا اور واپس چلا گیا۔ عرصہ کے بعد جب پھر وہ یہودی دربارِ خلیفہ میں حاضر ہوا تو اس وقت مسلمان ہو چکا تھا۔ خلیفہ نے اس کی حالت دیکھ کر دریافت کیا کہ سناؤ تم مسلمان کیسے ہوئے؟ اور اس نعمتِ عظمیٰ سے کیسے بہرہ ور ہوئے؟ یہودی نے کہا، یہاں سے واپسی پر میرے دل میں خیال آیا کہ مذاہب کی تحقیق کرنی چاہئیے اور ان کو اچھی طرح پرکھنا چاہئیے تاکہ تحقیق و تفتیش کی کسوٹی پر جو مذہب پورا اترے اس پر ایمان لانا چاہئیے اور اسی پر زندگی بسر کرنی چاہئیے۔ میں نے تحقیق کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ توراۃ کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر اور اس میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا کر یہودیوں کے معبد میں جا کر بڑے بڑے علماء یہود کے پاس اس کو فروخت کر آتا تھا اور وہ بغیر کسی چون و چرا یا تفتیش و تحقیق کے اس کو خرید لیتے تھے اور اس کو اپنا معمول بنا لیتے

تھے۔ جب میں نے یہود کی یہ حالت دیکھی تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ مذہب قابلِ اعتماد نہیں اور اس سے روگردانی ہونا چاہیئے کیونکہ مذہب کا دارومدار اس کی کتاب پر ہوتا ہے۔ جب میں نے اس کتاب میں کمی وبیشی کردی اور اس پر کسی نے مواخذہ نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ یہ مذہب مخلط اور مشکوک ہے۔

پھر میں نے مذہبِ نصارٰی کی طرف توجہ کی اور ان کی کتاب انجیل کو لکھ کر اس میں بہت سی جگھوں پر تحریف وتنسیخ کر کے ایک مخترع اور مخلط انجیل کی شکل دے کر کلیسا میں راہبوں کے پاس فروخت کردیا۔ انہوں نے بھی بغیر کسی جرح وقدح اور حیل وحجت کے اس کا خیر مقدم کیا۔ اور بڑی محبت وتپاک کے ساتھ اس کو خرید لیا۔ جب میں نے مذہبِ نصارٰی اور کتابِ نصارٰی کی یہ کیفیت ملاحظہ کی تو یہاں سے بھی دل متنفر ہوگیا۔

اب مجھے خیال آیا کہ مذہبِ اسلام اور اہلِ اسلام کی کتاب کا امتحان لینا چاہیئے کہ یہ بھی پہلے مذہب کی طرح غلّ وغش (فریب اور کھوٹ) سے بھرا ہوا ہے یا کہ کدورتوں اور خرابیوں سے پاک وصاف ہے۔ میں نے حسبِ سابق قرآن مجید کو بھی بہت سی من گھڑت باتیں ملا کر لکھا اور علمائے اسلام کے پاس اُن کی متبرک کتاب اور اُن کے دین کی بنیاد کو فروخت کرنے کے لیے لے گیا۔ حضرات علمائے کرام نے جب اس کو کھول کر دیکھا اور پڑھا تو اس میں تغیر وتبدل کے نشانات دیکھ کر مخترع قرآن کو جان لیا اور کہا کہ جس کتاب پر دینِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دارومدار ہے وہ یہ نہیں۔ جس کتاب کو آنحضرت ﷺ لے کر احکامِ الٰہی کی تبلیغ کرنے آئے تھے۔ وہ تحریف وتغیر سے قیامت تک موافق وعدۂ الٰہی مصئون ہے اور یہ نسخہ مکتوبہ تمہارے اختراعی جملوں سے معمور ہے، اس لیے یہ قابلِ التفات نہیں کہ اس کو خریدا جائے اور اس پر نظرِ عزت ڈالی جائے۔

میں نے اس صادق کتاب کی یہ حالت دیکھ کر اُسی وقت بہ تصدیق دل کلمہ شہادت پڑھا اور دل و جان سے تصدیق کیا کہ اگر کوئی مذہب سچا، کوئی دین برحق اور کوئی رستہ مقصودِ حقیقی کو پہنچانے والا ہے تو یہی مذہبِ اسلام ہے کیونکہ میں نے ہر چند کوشش کی کہ اس میں تغیر و تبدل ہو لیکن میری ایک نہ چلی۔ معلوم ہوا کہ باقی تمام مذاہب تغیر و تبدل کو قبول کر سکتے ہیں مگر صرف اسلام ہی برگزیدہ دین ہے جو اس عیب و نقص سے منزہ مبرا ہے۔

اسی طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ کتب سابقہ میں معاندین تغیر و تبدل کر کے اپنی مراد کو پا گئے لیکن اپنی تمام تر کوشش کے باوجود اس محمدی کتاب میں زیر و زبر کا فرق بھی نہ ڈال سکے کیونکہ خداوندی طاقت کے سامنے بھلا کس کی جرأت ہے کہ اس کہ خلاف کوئی ایسا کام کرے جس میں اس کی رضامندی نہ ہو

۳۹۔ حضرات آپ نے افضل دین، اور افضل رسول کا علم حاصل کرنا ہو تو اس کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ صفحۂ ہستی پر جتنی الہامی اور غیر الہامی کتابیں موجود ہیں ان سب کو سمندر میں نیست و نابود کر دیا جائے اور دنیا میں کتابوں کے ظاہری وجود کے اسباب (قلم، دولت، ماغذ، سیاہی، کاتب، مقاتع وغیرہ) مفقود ہو جائیں تو اس وقت شمع عقل کو جلا کر نظرِ انصاف سے دیکھ لو کہ باوجود اس قدر سعئی بلیغ کے کہ دنیا میں کوئی کتاب باقی نہ رہے تو پھر کون سی کتاب اپنی اَبدی زندگی کا ثبوت دے کر صفحہ ہستی پر جلوہ افروز رہتی ہے۔ ہر موافق و مخالف کو صاف طور پر اس امر کا اقرار کرنا پڑے گا کہ زندہ دین اور زندہ کتاب اور صحیفۂ الٰہیہ اہل اسلام کے پاک سینوں میں موجود ہے جس کو نہ گھن خراب کر سکتا ہے نہ ہوا اثر پذیر ہو سکتی ہے نہ پانی و آگ وہاں اپنی قوت ظاہر کر سکتی ہے۔ پھر یہ کتابِ خداوندی جس کا رسول افضل المرسلین سید الاولین والآخرین سے موصوف ہے، اس کے حافظ ہر ایک ہر ایک شہر ہر ایک قصبہ ہر ایک گاؤں میں بوڑھوں سے لے کر بچوں

تک موجود ہیں اور شب و روز اس کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ جماعت مرد ماں اس شرف سے مشرف ہے بلکہ فرقہ اناث (عورتوں کی جماعت میں بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں عورتیں موجود ہیں جن کہ سینوں میں یہ امانت خداوندی محفوظ ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ امانت اس شخص کے حوالہ کی جاتی ہے جس کو امین کہا جاتا ہے ------ اہل اسلام میں بھی بعض ایسے گروہ ہیں جو اپنی سرکشی وطغیانی کے باعث اس نعمت عظمٰی سے محروم رہ کر امین کے لقب سے نامراد رہے ہیں۔ وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرتے ہیں کہ اس کو اپنے سینے میں محفوظ رکھ کر خیانت کے دھبہ سے بری ہو جائیں لیکن اس خائن گروہ کو مولٰی کریم نے آج تک اس دولت عظمٰی سے سرفراز نہیں فرمایا کیونکہ وہ امین نہیں ہیں۔

حضرات آپ دیہات میں چلے جائیں تو آپ کو اہل اسلام کے چھوٹے چھوٹے بچے بکثرت ملیں گے جن کے سینوں میں کتاب الٰہی بغیر کسی عیب ونقصان کے محفوظ ہو گی۔ کتنا ہی مہیب انسان کیوں نہ ہو، جب اُن کے سامنے قرآن شریف کی قرأت کے وقت زیر و زبر کی غلطی کرے گا تو بلا روک ٹوک جھٹ چھوٹا سا حافظِ قرآن بچہ اس کو بند کر دے گا کہ تم فلاں جگہ سے غلط پڑھتے ہو یا بالفرض مطبع میں کوئی اعراب کی غلطی طبع ہو جائے یا کوئی ملحد اپنی طرف سے پاک معصوم کتاب میں کمی و زیادتی کرے تو اس وقت سب چھوٹے بڑے کہہ دیں گے کہ اس میں یہ غلطی ہے اور فلاں جگہ اس میں نقصان واقع ہوا ہے۔

اس الٰہی کتاب کی خدائی حفاظت دیکھئے کہ ایک جماعتِ حفاظ اسی کام پر مقرر ہے کہ قیامت تک شب و روز اس کے الفاظ و اعراب کی نگہبانی کرے اور سلسلہ بہ سلسلہ اپنے جانشین اسی کام پر چھوڑتی جائے تا کہ اس میں سرِ مُو فرق نہ آئے۔ جماعتِ علماء

تعلیمِ معانی کے لیے مقرر ہے۔ فرقہ قراء اس کتاب کے حروف اپنے مخارج صحیحہ سے ادا کرنے کے لیے مامور ہے، غرض خداوندِ عالم نے اس کی حفاظت کے لیے خود بخود ایسے اسباب مہیا کیے ہیں اور اس عمدہ طریق سے اس کی نگہبانی کی جاتی ہے کہ عقل حیران ہے۔ اور بلاتوقف یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہی کتاب افضل اور یہی رسول افضل ہے۔ کسی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں کہ اس کے الفاظ و اعراب کی حفاظت اس خاص طریق پر کسی جبر و اکراہ کے بغیر شب و روز کی جاتی ہو یا وہ کتاب اُن کو حفظ ہو، انجیل و توراۃ و زبور آج کل دیکھی جاتی ہیں۔ اُن کی حفاظت کے لئے لاکھوں روپے مختلف مصارف میں خرچ ہوتے ہیں، پادریوں کی تنخواہیں مقرر ہیں کہ لوگوں کو انجیل سناتے پھریں، مدرسوں میں طلباء کو جبراً انجیل سنائی جاتی ہے۔ لیکن باوجود اس کوشش کے پھر بھی انجیل کسی کو یاد نہ ہوئی اور وہ تغیر و تبدل سے محفوظ نہ رہ سکی۔

معلوم ہوا کہ جو کتاب خدائی حفاظت کے سبب لاکھوں بلکہ کروڑوں کے سینوں میں بند ہے وہی کتاب حق ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ مذاہب عالم میں سوائے اسلام کے کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جو اپنی حقانیت کے ثبوت میں ایسے دلائل قویہ و براہینِ ساطعہ پیش کرے جن کو سن کر سرِ تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نظر نہ آئے

۴۰۔ خداوندِ جل جلالہ کو اپنے پیارے حبیب حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام کی رضاجوئی اس قدر منظور ہے کہ اور کسی کی نہیں۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (پارہ:۳۰ سورہ والضحیٰ:۵)

"اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ صاف طور پر واضح فرما رہا ہے کہ اے حبیب ﷺ! ہم تجھ کو اس قدر انعامات و کرامات عنایت کریں گے کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ معلوم ہوا کہ انعامات

کی حد حضرت محمد ﷺ کی رضا اور خوشی پر ہے اور حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام تب تک خوش نہیں ہوں گے جب تک ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسندِ فردوس میں مروی ہے کہ جب یہ آیت شریفہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ نازل ہوئی تو حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا کہ میں راضی نہیں ہوں گا جب تک میری امت سے کوئی ایک بھی دوزخ میں رہے گا۔ یہ فضیلتِ خاصہ بھی ہمارے حبیب اکرم ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔

۴۱۔ شب معراج کو جب رسول اکرم ﷺ بمعیت حضرت جبرائیل علیہ السلام بیت المقدس میں رونق افروز ہوئے تو اس وقت تمام رُسل عظام و انبیاء کرام و ملائکہ حاضر تھے۔ جب صفیں درست ہوگئیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حبیب خدا افضل الانبیا ﷺ کو اشارہ کیا کہ آپ آگے ہو کر ان کو نماز پڑھایئے کیونکہ آپ ہی ان سب سے افضل ہیں اور آپ کے استقبال کے لیے ہی یہ سب حضرات حاضر ہیں اور آپ کی شان کے ہی مناسب خلعتِ سیادت ہے۔ آپ ہی اس منصب کے لائق ہیں کہ ان سب کے امام مقرر ہوں تاکہ امام النبیین کہلائیں۔ علامہ ابن حبیب نے کہا کہ آیت وَ اسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا (اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ پارہ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۴۵) بیت المقدس میں اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ تمام حضراتِ انبیائے کرام و رسل عظام شبِ معراج کو وہاں حبیب خدا ﷺ کی اقتداء و استقبال کا فخر حاصل کرنے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔

۴۲۔ انبیائے بنی اسرائیل، تبلیغ و دعوت کے متعلق جو حقوق ادا کرتے تھے، وہی حقوق حضرت رسول اکرم ﷺ کی امت کے علمائے ربانی قیامت تک ادا کرتے رہیں گے۔ جن اوصاف حسنہ سے وہ حضرات مزین تھے، انہی سے ہمارے حبیب ﷺ کے

عاشق صادق دل وجان سے تابع فرمانِ موصوف ہیں۔ حدیث شریف عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل (میرے امت کے علماء (علم وفضل میں) انبیائے بنی اسرائیل کی مانند ہیں) اس مضمون پر صریح دال ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو حضرت رسول اکرم ﷺ کی ظاہری غیبوبت کے بعد تلاوت وتعلیم قرآن وتزکیہ نفوس جو آپ کی رسالت کے ساتھ وابستہ ہے، ان کا حق کون ادا کر رہا ہے اور رسالت کا جائز وارث ہو کر کون اس ورثہ کو پہنچا رہا ہے جس کے لئے پیغمبر مبعوث ہوئے تھے، تو ہمیں کہنا پڑے گا کہ اس منصب جلیل کو حضرات علمائے ربانی، جن کا ظاہر و باطن آراستہ ہے، ادا کر رہے ہیں۔ اگر ان کو تسلیم نہ کیا جائے تو تبلیغ ودعوتِ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک قسم کی تنقیص معلوم ہوتی ہے، گویا تبلیغ کا دروازہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی زندگی ہی تک محدود تھا۔ اور بس، حالانکہ آپ قیامت تک تمام جن وانس کے لیے پیغمبر ہو کر تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور قیامت تک اس حق رسالت کو ادا کرتے رہیں گے۔ یعنی تلاوت کتاب، تعلیم قرآن وحکمت اور تزکیہ نفوس اپنی دنیاوی ظاہری زندگی میں بذات خود امت کو سکھاتے رہے۔ اور اس کے بعد بالواسطہ اپنے شاگردوں کی معرفت جن کا نام علمائے ربانی ہے، قیامت تک اس منصب رسالت کو ادا فرماتے رہیں گے۔ یہ فضیلت وبزرگی بھی حبیب خدا کو خاص طور پر منعم حقیقی نے عطا کی ہے کہ حبیب ﷺ کے شاگرد قیامت تک وہ کام کرتے رہیں گے جو پہلے حضرات انبیائے بنی اسرائیل بجا لاتے تھے۔ فضیلت ملاحظہ ہو۔

۴۳۔ علامہ نور الدین حلبی "انسان العیون" میں لکھتے ہیں کہ بعض حفاظِ حدیث نے بھی اس کو قریب الصحتہ کہا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو، وہ اگر میری محبت کے باعث اور میرے نام سے تبرک حاصل کرنے کی

غرض سے لڑکے کا نام ''محمد'' رکھے تو وہ دونوں باپ بیٹا جنت میں داخل ہوں گے۔

علامہ قاضی عیاض، شفاء شریف میں سریج بن یونس سے روایت کرتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے فرشتوں کی ایک جماعت کے لئے یہ عبادت مقرر کی ہوئی ہے کہ جن گھروں میں اسمِ ''احمد'' یا ''محمد'' کا کوئی مسمی ہو، اُن کی شب و روز حفاظت کیا کرو۔ چنانچہ وہ سیر کرتے رہتے ہیں اور اپنی ڈیوٹی پر برابر کمر بستہ ہیں۔

حضرت جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن پُکارنے والا پُکارے گا کہ جس مسلمان کا نام ''محمد'' ہے وہ جنت میں اس نام کی عزت و حرمت کے باعث داخل ہو جائے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بروزِ قیامت، خداوند تعالیٰ اس شخص کو جس کا نام ''محمد'' ہوگا، کہے گا کہ جب تو نے میرے احکام کی نافرمانی کی تھی تو کیا تجھے شرم وحیا نہ آئی، حالانکہ تیرا نام ''محمد'' ہے۔ لیکن چونکہ تیرا نام میرے حبیب کا نام ہے لہٰذا تجھے عذاب دیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس شخص کو جس کا نام ''محمد'' تھا، جنت میں داخل کردو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کسی قوم نے کوئی مشورہ کیا اس شخص کو (جس کا نام ''محمد'' ہے) اس مشورہ میں داخل نہ کیا تو وہ مشورہ باعثِ خیر و برکت نہیں ہوگا۔

علامہ اسمٰعیل حقی صاحبِ روح البیان لکھتے ہیں کہ جس شخص کی عورت حاملہ ہو اگر وہ شخص یہ نیت کرے کہ میں اس بچے کا نام ''محمد'' رکھوں گا تو خداوند تعالیٰ اس شخص کو لڑکا ہی عطا فرماتا ہے اور ''روح البیان'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ جس کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو، وہ اگر یہ نیت کرلے کہ پیدا ہونے والے بچے کا نام ''محمد'' رکھوں گا تو وہ لڑکا بفضل

خدا صحیح وسالم زندہ رہتا ہے۔

حضرات! اس فضیلت وشرافت کو بھی غور سے دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے نبی ''سیّدالرُسل افضل النبیین اکرم الاوّلین والآخرین'' ہیں۔

۴۴۔ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفعتِ شان وفضیلتِ کُلی کے باعث اس امر پر علمائے محققین قاضی عیاض وابوالوحید باحی وغیرھما کا اجماع ہو چکا ہے کہ قبر شریف میں جس حصہ زمین کے ساتھ آپ ﷺ کا جسم لگا ہوا ہے وہ جگہ تمام زمین آسمان بلکہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔

علامہ سبکیؒ نے ابنِ عقیل حنبلیؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ متبرک جگہ رُتبہ میں لوح ،عرش ، کرسی سے بھی اعلیٰ وافضل ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ آسمان، زمین سے افضل ہے لیکن وہ متبرک جگہ جہاں حضور سید عالم ﷺ کا جسمِ اقدس ملحق ہے، تمام آسمانوں سے افضل واشرف ہے۔ علامہ طحاوی نے بعض شافیہ سے نقل کیا ہے کہ تمام راتوں سے افضل وہ رات جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے تھے، اس کے بعد لیلۃ القدر، پھر شبِ معراج پھر عرفہ کی رات، پھر جمعہ کی رات، پھر شبِ براٗت، پھر لیلۃ العید یکے بعد دیگرے فضیلت میں متفاوت ہیں۔ غرض آپ ﷺ کا زمانہ سب زمانوں سے افضل ، آپ ﷺ کا مکان سب مکانوں سے اشرف وافضل ہے۔

۴۵۔ ہماری سرکار ﷺ اس وجہ سے بھی سب سے افضل ہیں کے قیامت کے دن مولیٰ کریم آپ ﷺ کو مقامِ محمود عنایت فرمائے گا اور وہ مقام ایسا مقام ہے کہ تمام حضرات انبیاء کرام (گزشتہ وپیوستہ) آپ ﷺ پر رشک اور تمنا کریں گے کہ ہم کو بھی یہ مقام نصیب ہو۔ کسی شاعر نے اس بات کو شعرِ ذیل میں یوں بیان کیا ہے۔

''ھذا المـ... ـد الّذی ما نا لہ احد''

سِوٰی مُحَمَّدِ نِ الْمَبْعُوْثِ بِالْحُکْم

مقامِ محمود حبیب خدا اشرفِ انبیاء حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

حضرت محمد ﷺ کے اوصاف ومحاسن احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نامدار متقدمین ومتاخرین اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے عجز وانکسار کا اظہار کرکے اپنی تصانیف کو نامکمل چھوڑ گئے ہیں۔ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت عمدہ دو شعر اجمالاً کہے ہیں۔

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَینِی !!
وَ اَجْمَلُ مِنکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خَلَقتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقتَ کَمَا تَشَآءُ

”آپ ﷺ سے زیادہ حسین کبھی آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے زیادہ جمیل کسی عورت نے فرزند نہیں جنا مبراء ومنزا پیدا کیے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی حسبِ منشاء پاک وصاف اخلاق حسنہ سے مزین، فضائل ومحاسن سے موصوف دنیا میں ظاہر ہوئے ہیں۔“

غرض افضل الرسول ﷺ کے فضائل ومناقب احاطہ تحریر سے بالاتر ہیں۔

۴۶۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کی عظمت ورفعت اور فضیلت وبزرگی قرآن شریف کی اس آیتِ شریفہ سے بھی واضح ہوتی ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا لْبَلَدِ ٥ وَاَنْتَ حِلٌّ ” بِھٰذَا لْبَلَدِ۔

”مجھے اس شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم کے اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔“

یعنی اے حبیب ﷺ! ہم مکہ مکرمہ کی قسم اس لیے نہیں کھاتے ہیں کہ اس میں کعبہ ہے یا آبِ زم زم ہے یا عرفات ہے یا مقام ابراہیم ہے یا صفا و مروہ ہے بلکہ اس لیے قسم کھاتے ہیں کہ اس میں آپ ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کی زندگی کے باعث شہر (مکہ مکرمہ) کو بھی بزرگی حاصل ہوگئی۔ خداوند عالم نے کسی اور شہر کی قسم نہیں کھائی جس میں حضراتِ انبیاء کرام اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ پس معلوم ہوا کی ہمارے ہی حبیب ﷺ افضل المرسلین ہیں جن کی فضیلت و شرافت سے احکم الحاکمین نے مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے اور مکہ مکرمہ کو ہمارے نبی عظیم ﷺ کے باعث فضیلت حاصل ہے۔

۴۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرح صدر کے لیے ربِ پاک مولیٰ کریم سے رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔ پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۲۵) کہہ کر دعائیں مانگتے ہیں کہ اے مولیٰ! مجھ کو شرح صدر عنایت فرما اور حبیبِ خدا ﷺ کو بطور استفہام تقریری اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا سورۃ الم نشرح آیت ۱) کی وحی نازل ہو رہی ہے۔ یعنی ہم نے آپ کا مانگے بغیر آپ کا شرح صدر کر دیا ہے۔ وہاں تو شرح صدر کی طلب تھی اور یہاں خود بخود ہی ربِ ازلی اپنے حبیب ﷺ کو بغیر طلب کرنے کے شرح صدر عطا فرما رہا ہے۔ تفاوت ملاحظہ ہو۔

۴۸۔ خداوند عالم نے قرآن شریف میں حضرت آدم اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لغزشوں کا ذکر پہلے اور معافی کا ذکر بعد میں فرمایا ہے لیکن ہمارے سردارِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت قدر ملاحظہ فرمایئے کہ آپ کے حق میں پہلے ہی عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ (اللہ تمہیں معاف کرے۔ پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت: ۴۳) سے معافی ظاہر کی جاتی ہے اور اس کے بعد آپ پر ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلاں امر پر آپ کیوں راضی ہو

گئے تھے۔ غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پہلے معافی کی وحی نازل فرما کر تسلی دی کہ آپ ﷺ سہو سے گھبرائیے نہیں ہم نے تو پہلے ہی آپ ﷺ کو معاف فرما دیا ہے پھر سہو کا ذکر کیا۔ کیونکہ اگر اس کے برعکس اگر پہلے سہو کا ذکر ہوتا اور پھر بعد میں معافی کا تکلم ہوتا تو سہو کا ذکر سنتے سنتے حبیب ﷺ کو گھبراہٹ لاحق ہونی ممکن تھی لہذا اس کا تدارک فرماتے ہوئے معافی پہلے فرما دی اور سہو کا ذکر بعد میں کیا۔

۴۹۔ مروی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے حکمِ رب العالمین کا سہو ہو گیا تو آپ ایک مدت تک اس قصور کو معاف کرانے کے لیے عاجزی و تضرع کے ساتھ روتے رہے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں کی تری سے گھاس نکل آیا لیکن قصور معاف نہ ہوا ۔ آخر جب آپ نے حبیبِ خداوندی ﷺ کا وسیلہ پکڑ کر بارگاہِ خداوندی سے معافی طلب کی تو قصور معاف ہو گیا لیکن ساتھ ہی دریافت کیا گیا کہ تم کو میرے حبیب ﷺ کا کس طرح پتا چلا؟ عرض کیا کہ میں نے عرش پر تیرے نام کے ساتھ حضرت رسول ﷺ کا اسم مبارک لکھا ہوا دیکھا تھا جس سے مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ ذات گرامی رفیع القدر اور جلیل الشان معلوم ہوتی ہے جس کا نام رب العالمین کے نام کے ساتھ اس طرح ملا ہوا ہے، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جناب باری نے فرمایا کہ اسم مبارک کا مسمیٰ تیری اولاد میں سے ہے اور اس کا ظہور آخر زمانہ میں ہوگا۔ اگر اس ہستی کا پیدا کرنا مجھے مقصود و منظور نہ ہوتا تو میں کسی چیز کو بھی پیدا نہ کرتا اور یہ زمین و آسمان بھی نظر نہ آتے۔ یہ سب کچھ محمد ﷺ کی خاطر ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

اس طرح حضرت نوح کا طوفان سے نجات پانا، حضرت ابرٰہیم علیہ السلام پر آگ کا گلزار ہو جانا، حضرت یوسف علیہ السلام کا تکالیف سے نکلنا، حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان میں کامیاب رہنا، حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش کا معاف ہونا سب کچھ حبیب

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تھا۔ اگر یہ وسیلہ نہ ہوتا تو سب حضرات اپنی مشکلوں سے رہائی نہ پاتے۔ ناظرین! ملاحظہ فرمایئے کہ محبوب ﷺ کی عزت وشرافت کس طرح واضح ہو رہی ہے اور سب حضرات انبیاء کس طرح رسول کریم ﷺ کی برکات کے محتاج نظر آرہے ہیں۔

۵۰۔ خداوند عالم جل جلالہ نے اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باعتبارِ لطافت جسمی وطہارتِ ظاہری کے بھی تمام انبیاء کرام پر فضیلت عنایت فرمائی تھی۔ قاضی عیاضؒ اپنی معرکۃ الآرا کتابِ شفاء شریف میں حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر بھر کوئی عنبر یا کستوری نہیں سونگھی جو آنحضرت محمد ﷺ کے پسینہ مبارک سے اطیب وانفس ہو۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص حبیبِ پاک ﷺ سے مصافحہ کرتا وہ تمام دن اپنے ہاتھ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو محسوس کرتا تھا اور اگر حضرت محمد ﷺ کسی بچے کے سر پر اپنا دستِ شفقت ومحبت رکھتے تھے تو وہ بچہ باعتبار ایک عجیب خوشبو، تمام بچوں سے ممتاز ہوتا تھا۔ اور ہر کسی کو معلوم ہو جاتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا ہے

ایک دن حضرت محمد ﷺ حضرت انسؓ کے گھر خوابِ استراحت فرما رہے تھے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ ایک شیشی لے کر حضرت محمد ﷺ کا پسینہ مبارک جمع کرنے لگیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا، کیا کرتی ہے؟ عرض کیا میرے آقا و مولا! ہم آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کو اپنی خوشبو میں ملائیں گے تو پھر وہ خوشبو دنیا کی تمام خوشبوؤں میں ہر ایک خوبی میں فوقیت لے جائے گی۔

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی راستہ میں سے گزرتے تھے تو آپ ﷺ کو ڈھونڈنے والے آپ ﷺ کی خوشبو مبارک کو پاکر ڈھونڈ لیتے تھے اور جس گلی وکوچہ میں وہ خوشبو رسول ﷺ آتی تھی معلوم ہو جاتا تھا کہ آپ ﷺ اسی گلی وکوچہ میں تشریف لے گئے ہیں۔

جب کفار نے حضرت محمد ﷺ کو زخمی کیا تو حضرت مالک بن سنانؓ نے آپ ﷺ کا خون مبارک چوس لیا تھا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا لَنْ تُصِيبَهُ النَّار (اس کو ہرگز نہ دوزخ کی آگ پہنچے گی) اس طرح آپ ﷺ نے جب سینگی لگوائی تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے آپ ﷺ کا خون مبارک پی لیا تھا۔

حضور سیدنا ﷺ کی علالت کے دوران چارپائی کے نیچے پیشاب کے لیے ایک لکڑی کا پیالہ پڑا رہتا تھا۔ ایک دن آپ ﷺ کی خادمہ اُم ایمنؓ نے وہ پیشاب مبارک پی لیا۔ حضو ﷺ نے وہ پیالہ خالی دیکھ کر استفسار فرمایا کہ پیالہ کدھر گیا؟ اُم ایمن نے عرض کیا، یارسول ﷺ مجھے بالکل بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ پیشاب ہے۔ چونکہ مجھے پیاس لگی تھی لہذا میں نے پی لیا۔ مرقوم ہے کہ اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں سے اب تک قسطنطیہ میں نسلاً بعد نسل لوگ چلے آتے ہیں جن کے بدن سے اس پیشاب مبارک کی بدولت عجیب قسم کی خوشبو آتی ہے۔ اہل علم شافعیہ و مالکیہ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا بول و براز طاہر تھا اور خون طیب ورنہ آپ ﷺ ان صحابہ کرام کو منع فرماتے جنہوں نے آپ ﷺ کا خون مبارک اور پیشاب پیا تھا۔ یا کم از کم منہ دھونے کے لیے کہتے اور آئندہ ایسا کام کرنے سے روکتے لیکن آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا خون و بول پاک ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ حبیب ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔ الغرض خدا کا حبیب پاک ﷺ ظاہراً باطناً تمام کدورتوں

اور مکروہ چیزوں سے پاک وصاف تھا اور بنی آدمؑ میں جو چیزیں باعث نفرت معلوم ہو تی ہیں ان سب سے ہمارا سردار منزہ ومبراء تھا۔ یہ فضائل ومحاسن بھی ہمارے حبیب ﷺ کے ساتھ ہی مختص ہیں جن سے باقی سب حضرات خالی ہیں۔

۵۱۔ علامہ وہب بن منبہ فرماتے ہیں، میں نے اکہتر (۷۱) کتابیں دیکھیں، ان سب میں لکھا تھا کہ حجرت رسول اکرم ﷺ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک بلحاظِ عقل ورائے تمام لوگوں سے ارفع واعلیٰ ہیں بلکہ دوسری روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ ابتدائے دنیا سے لے کر اس کے ختم ہونے تک تمام لوگوں کو خداوندِ عالم نے اس قدر تھوڑی عقل دی ہے کہ وہ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل کے مقابلے میں ریت کے ایک ذرہ کے برابر بھی نسبت نہیں رکھتی۔ یہ خصوصیت بھی صرف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے اور روشنی میں برابر ایک جیسا دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے بھی اسی طرح اپنی نورانی آنکھوں سے دیکھتے تھے جس طرح اپنی آگے کی چیزوں کو ملاحظہ فرماتے تھے۔

۵۲۔ علامہ طبری، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے بنی آدم کو برگزیدہ کیا اور بنی آدم میں سے عرب کو پسند فرمایا اور عرب میں سے قریش کو ممتاز کیا، قریش میں سے بنی ہاشم کو مختار بنایا، بنی ہاشم میں سے مجھ کو مصطفیٰ ومجتبیٰ قرار دیا۔

خلاصہ یہ کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسب ونسب اور شرافتِ والدین کے لحاظ سے بھی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک اشرف واعلیٰ ہیں۔ اسی مضمون کی صحیح حدیث ترمذی شریف میں بھی موجود ہے۔

۵۳۔ شفاء شریف قاضی عیاض میں ابنِ وہب سے مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور

سیّدنا عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ اے مولیٰ! میں کیا طلب کروں جبکہ تو نے حضرت نوح علیہ السلام کو صفی بنایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل پسند کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم قرار دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو مُلْکاً لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ (ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ پارہ ۲۳ سورہ ص: ۳۵) عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ ہم نے آپ کو عنایت کیا ہے وہ ان سب انبیاء کے درجات و مراتب سے بڑھ کر ہے۔ تجھ کو حوض کوثر بخشا، آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا۔ زمین و آسمان میں تمہارے نام کا ڈنکا بجایا، زمین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے طاہر و مطہر بنایا اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر پاک وصاف چلتے پھرتے ہیں اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی رسول اور کسی نبی کو یہ فضیلت نہیں بخشی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پوشیدہ رکھا ہے جس کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امتِ مرحومہ کو بخشوائیں گے اور یہ مرتبہ بھی کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔

۵۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اہلِ آسمان اور جمیع رُسلِ عظام و انبیائے کرام پر فضیلت بخشی ہے۔ پوچھا گیا، کس طرح؟ فرمایا خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں اہل آسمان کے حق میں فرمایا ہے:

وَمَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ ط

جو شخص ملائکہ میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں تو پھر ہم اُس کو قول کی سزا جہنم دیں گے

(سورۃ انبیاء آیت:۲۹)

اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ وارد ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِيَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (سورۃ فتح آیت ۱۔۲)

"بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ معاف فرمائے جو الزام (ہجرت سے پہلے) آپ پر لگائے گئے اور بعد میں لگائے گئے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ملائکہ سے کوئی خلاف کلمہ صادر ہو جائے تو وہ ماخوذ ہوں گے اور ہمارے حضرت رسول اکرم ﷺ سے بالفرض سہواً کوئی کلمہ خلاف صادر ہو جائے تو وہ مطابق آیت شریفہ پہلے ہی مولیٰ کریم نے اپنی عنایت سے معاف کر دیا ہوا ہے۔ اور اس پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ حبیب خدا ﷺ اہل اسماء سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حضور سید عالم ﷺ تمام انبیاء سے کس طرح افضل ہوئے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام انبیائے کرام کے بارے میں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔ پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت:۴) فرمایا ہے۔ جبکہ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے حق میں وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ (اور اے محبوب! ہم نے تم کو ایسی رسالت عنایت فرما کر بھیجا جو تمام لوگوں کو احاطہ کرنے والی ہے۔ (پارہ ۲۲ سورۃ سبا آیت ۲۸) نازل فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر ایک نبی سے افضل ہیں۔ کیونکہ پہلے انبیائے کرام خاص خاص قوموں کی طرف مبعوث تھے اور ان کی نبوت و رسالت کا زمانہ نہایت ہی محدود تھا اور ہمارے نبی ﷺ اسود احمر، عربی و عجمی، ترکی و تاتاری، رومی و

حبشی سب قوموں اور سب زبانوں کی طرف قیامت تک رسول برحق ہو کر تشریف لائے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا زمانہ برابر قیامت تک چلا جائے گا۔

۵۵۔ ہمارے نبی کریم و رسول رحیم ﷺ سخاوت میں اعلیٰ درجہ پر ممتاز تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر سوال سننے کے وقت بھی لفظ "لا" نہیں آیا تھا۔ جب کبھی کوئی سائل آتا تو آپ اس کے سوال کو برضا و مسرت پورا کرتے اور آپ کے چہرہ مبارک پر بل نہیں پڑے تھے بلکہ آپ سائل کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔

زمانہ نے زمانہ میں سخی ایسا کہیں دیکھا
لبوں پر جس کے سائل نے نہیں آتے نہیں دیکھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے جبرائیل علیہ السلام رمضان شریف میں آتے تو اس وقت آپ تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک سائل کو اس قدر بکریاں دیں کہ وہ پہاڑوں کے درمیان سما سکتی تھیں۔ وہ سائل خوش ہو کر اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اسلام لاؤ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا جواد اور سخی ہے کہ اس کو فاقہ کا ہرگز ڈر نہیں، وہ بلا دھڑک شب و روز سخاوت کرتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے اکثر و بیشتر سائلوں کو ایک ہی دفعہ سو سو اونٹ دیے تھے۔ حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے تین سو اونٹ عنایت فرمائے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس نوے ہزار درہم کی کثیر رقم آئی۔ آپ ﷺ نے اسی وقت اس کو تقسیم کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اپنے گھر کے لیے ایک درہم بھی نہ رکھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دفعہ فرمایا کہ جس قدر سونا اٹھا سکتے ہو، اٹھا لو

۔چنانچہ انہوں نے اٹھالیا اور بمشکل گھر تک پہنچے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ کی بارگاہ بیکسپناہ میں ایک سائل آیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس اسے دینے کے لیے رقم نہیں تھی۔ ارشاد کیا کہ میرے نام پر قرضہ اٹھالو، ہم ادائیگی کر دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اس امر کے مکلف نہیں ہیں کہ لوگوں کو قرضہ اٹھا اٹھا کر سخاوت کریں اور اپنی طاقت (ظاہری) سے باہر جودہ سخا کا اظہار فرمادیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کلمات کو پسند فرمایا۔ پاس سے ایک انصاری نے کہا' یا رسول اللہ آپ ﷺ کھلے دل سے خرچ کیجئے' خدا کے خزانے بہت وسیع وعریض ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ بہت خوش ہوئے' تبسم فرمایا اور کہا کہ مجھے یہی حکم ہے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ آنے والے کل کے لیے کسی چیز کا ذخیرہ نہیں فرماتے تھے۔ اس قسم کے حالات واخبار بکثرت ہیں لیکن ہم اختصار کی خاطر اسی پر کفایت کرتے ہیں۔

۵۶۔ علامہ بیہقی' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غزوہ تبوک کے سفر کے وقت کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ہم حضور رسول اکرم ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ ایک مقام پر غیب سے آواز آئی جس کے کلمات یہ تھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدِنِ الْمَرْحُوْمَةِ لَھَا الْمُسْتَجَابَةِ لَھَا۔

''اے میرے معبود برحق مجھے حضرت محمد ﷺ کی امت میں شامل ہونے کا شرف عطا فرما 'وہ امت جس پر رحم کیا گیا ہے اور جو بخشی گئی ہے اور جس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔''

حبیب خدا ﷺ نے سن کر مجھے حکم دیا کہ آواز کا متکلم کون ہے؟ ادھر ادھر دیکھو اور پتہ لگاؤ۔ حسب ارشاد میں نے پہاڑ میں داخل ہو کر دیکھا کہ ایک سفید ریش

سفید سر، سفید لباس میں ملبوس جس کا قد تین سو ذراع سے زیادہ تھا، یہ کلمات ادا کر رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا: اَنْتَ الرَّسُوْلُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (کیا آپ نبی ﷺ کے قاصد ہیں؟) میں نے کہا "نعم" (ہاں) اس نے کہا، تم حبیب خدا ﷺ کے پاس جا کر میری طرف سے آرزو کرو کہ ان کلمات کا کہنے والا تمہارا بھائی الیاس علیہ السلام آپ ﷺ کی ملاقات کی خواہش رکھتا ہے۔ میں نے واپس آ کر حضور سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں سب کچھ عرض کر دیا۔ آپ پہاڑ میں تشریف لے گئے اور مجھ سے علیحدہ ہو کر حضرت الیاس علیہ السلام کے ساتھ دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ پھر آسمان سے انار، کیلا، کھجور اور مچھلی سے بھرا ہوا ایک طبق اترا۔ حضور ﷺ نے مجھے بھی شریک طعام فرمایا۔ بعد ازاں بادل کا ایک ٹکڑا آیا جو حضرت الیاس علیہ السلام کو اٹھا کر لے گیا اور میں دیر تک ان کے سفید کپڑوں کی طرف دیکھتا رہا۔

(خصائص کبریٰ ج ۱)

۵۷۔ صادق مصدوق محبوب خدا والئی کون و مکان ﷺ نے فرمایا ہے۔

اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً نِ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَوْلِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ (الحدیث)

"لوگوں میں زیادہ مصیبت و بلا والے انبیاء ہیں، پھر اولیاء پھر ان کے ہم مثل"

اور دوسری جگہ فرمایا ہے

مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِّثْلَ مَا اُوْذِیْتُ۔

"جس قدر مجھے ایذا دی گئی ہے اور کسی نبی کو نہیں دی گئی۔"

اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ رنج و غم پر زیادہ صابر، درجہ و مرتبہ میں بھی سب سے زیادہ بڑھ کر ہے تو معلوم ہوا کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سب حضرات انبیائے

کرام ورسل عظام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ آیہ کریمہ مَآ اَصَابَكُمْ مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ (تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ اس کے سبب سے جو تمہارے ہوتھوں نے کمایا۔ (پارہ ۲۸ سورہ الشوریٰ آیت ۳۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص زیادہ برائیاں کرے اس پر زیادہ مصیبتیں آتی ہیں تو چاہیے کہ پہلے انبیاء و اولیاء کے سوا دوسرے لوگ بلاء و مصیبت میں گرفتار ہوں۔ بعد ازاں انبیاء و اولیاء۔ متوخر الذکر حضرات چونکہ اضافی اور تبلیغی طور پر حق تعالیٰ کے محبوب اور اس کے خاص مقربین ہیں لہذا حق تعالیٰ اپنے محبوبوں اور خواص مقربوں کو بلیات و رنج کے حوالے! کیوں کرتا ہے اور دشمنوں کو ناز و نعمت اور دوستوں کو رنج و مصیبت میں کیوں رکھتا ہے؟

اس کا جواب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ایک مرید کے سوال میں یوں ارشاد فرمایا ہے، اس کو ذرا اچھی طرح سے سنیں اور ذہن نشین کر لیں تا کہ آپ کو ہر موقعہ پر یہ جواب رہنمائی کا کام دے۔

حضرت مجدد قدس سرہ کا اپنے مرید کو جواب

آپ کو واضح ہو کہ دنیا نعمت و لذت کے لیے نہیں ہے، وہ آخرت ہی ہے جو نعمت و لذت کے لیے تیار کی گئی ہے۔ چونکہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد نقیض ہیں اور ایک کی رضا مندی میں دوسرے کی ناراضگی ہے، اس لیے ایک میں لذت پانا دوسرے میں رنج والم کا باعث ہوگا۔ پس انسان جس قدر دنیا میں نعمت و لذت کے ساتھ رہے گا اسی قدر آخرت میں ناز و نعمت سے محروم رہیگا۔ کاش دنیا کی بقاء کو آخرت کی بقا کے ساتھ وہی نسبت ہوتی جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے۔ ہاں متناہی کو غیر متناہی کے ساتھ کیا نسبت ہوگی۔ اس لیے دوستوں کو اپنے فضل و کرم سے اس جگہ کی چند روزہ محنت و مصیبت میں مبتلا کیا تا کہ ان کو دائمی ناز و نعمت میں محفوظ و مسرور فرمائے اور دشمنوں

جواب دوم: بلیات ومحن اگرچہ عوام کے نزدیک تکلیف کے اسباب ہیں لیکن ان بزرگواروں کے نزدیک جو کچھ جمیل مطلق کی طرف سے آئے ان کی لذت ونعمت کا سبب ہے۔ یہ لوگ بلیات سے ویسے ہی لذت حاصل کرتے ہیں جیسے کہ نعمتوں سے۔ بلکہ بلاء سے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں کیونکہ ان میں محبوب کی خالص مراد ہے۔ اور نعمتوں میں یہ خلوص نہیں ہے کیونکہ نفس نعمتوں کو چاہتا ہے اور بلاء ومصیبت سے بھاگتا ہے۔ پس بلاء ان بزرگواروں کے نزدیک عین نعمت ہے اور اس نعمت سے بڑھ کر لذت ہے۔ وہ حظ جو ان کو دنیا میں حاصل ہے وہ بلیات ومصائب ہی کے باعث ہے۔ اگر دنیا میں یہ نمک بھی نہ ہوتا تو ان کے نزدیک جو کے برابر بھی قیمت نہ رکھتی اور اگر اس میں یہ حلاوت نہ ہوتی تو ان کو عبث وبے فائدہ دکھائی دیتی۔

غرض از عشق تو ام چاشنی درد وغم است

وگرنہ زیر فلک اسباب تنعم چہ کم است

حق تعالیٰ کے دوست دنیا میں بھی متلذذ ہیں اور آخرت میں بھی محفوظ ہیں۔ ان کی یہ دنیاوی لذت ان کی آخری لذت کے مخالف نہیں' وہ حظ جو آخرت کے حظ کے مخالف ہے وہ عوام کو حاصل ہے۔ الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا فرمایا ہے کہ جو چیز دوسرے کے رنج وغم کا باعث ہے وہ ان کی لذت کا باعث ہے اور جو چیز دوسروں کے لیے زحمت ہے' ان کے واسطے رحمت ہے' دوسروں کی نعمت ان کی نعمت ہے۔ لوگ شادی میں خوش ہیں اور غمی میں غم ناک، یہ لوگ شادی میں بھی اور غم میں بھی خوش وخرم ہیں کیونکہ ان کی نظر افعال جمیلہ ورذیلہ کی خصوصیتوں سے ہٹ کر ان افعال کے فاعل یعنی جمیل مطلق کے جمال پر جا لگی ہے اور فاعل کی محبت کے باعث اس کے افعال بھی ان کی نظروں میں محبوب اور لذت بخش ہو گئے ہیں۔ جو کچھ جہان میں فاعل جمیل کی مراد

جواب دوم: بلیات ومحن اگرچہ عوام کے نزدیک تکلیف کے اسباب ہیں لیکن ان بزرگواروں کے نزدیک جو کچھ جمیل مطلق کی طرف سے آئے ان کی لذت ونعمت کا سبب ہے۔ یہ لوگ بلیات سے ویسے ہی لذت حاصل کرتے ہیں جیسے کہ نعمتوں سے۔ بلکہ بلاء سے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں کیونکہ ان میں محبوب کی خالص مراد ہے۔ اور نعمتوں میں یہ خلوص نہیں ہے کیونکہ نفس نعمتوں کو چاہتا ہے اور بلاء ومصیبت سے بھاگتا ہے۔ پس بلاء ان بزرگواروں کے نزدیک عین نعمت ہے اور اس نعمت سے بڑھ کر لذت ہے۔ وہ حظ جو ان کو دنیا میں حاصل ہے وہ بلیات ومصائب ہی کے باعث ہے۔ اگر دنیا میں یہ نمک بھی نہ ہوتا تو ان کے نزدیک جو کے برابر بھی قیمت نہ رکھتی اور اگر اس میں یہ حلاوت نہ ہوتی تو ان کو عبث وبے فائدہ دکھائی دیتی۔

غرض از عشق تو ام چاشنی درد وغم است
وگرنہ زیر فلک اسباب تنعم چہ کم است

حق تعالیٰ کے دوست دنیا میں بھی متلذذ ہیں اور آخرت میں بھی محفوظ ہیں۔ ان کی یہ دنیاوی لذت ان کی آخری لذت کے مخالف نہیں' وہ حظ جو آخرت کے حظ کے مخالف ہے وہ عوام کو حاصل ہے۔ الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا فرمایا ہے کہ جو چیز دوسرے کے رنج وغم کا باعث ہے وہ ان کی لذت کا باعث ہے اور جو چیز دوسروں کے لیے زحمت ہے' ان کے واسطے رحمت ہے' دوسروں کی نعمت ان کی نعمت ہے۔ لوگ شادی میں خوش ہیں اور غمی میں غم ناک، یہ لوگ شادی میں بھی اور غم میں بھی خوش وخرم ہیں کیونکہ ان کی نظر افعال جمیلہ ورذیلہ کی خصوصیتوں سے ہٹ کر ان افعال کے فاعل یعنی جمیل مطلق کے جمال پر جا لگی ہے اور فاعل کی محبت کے باعث اس کے افعال بھی ان کی نظروں میں محبوب اور لذت بخش ہو گئے ہیں۔ جو کچھ جہان میں فاعل جمیل کی مراد

کے موافق صادر ہو، خواہ رنج وضرر کی قسم سے ہو وہ ان کے محبوب کی عین مراد ہے اور ان کی لذت کا موجب ہے۔ خداوند! یہ کیا فضل و کرامت ہے کہ تو نے ایسی پوشیدہ دولت اور خوشگوار نعمت اغیار کی نظر بد سے چھپا کر اپنے دوستوں کو عطا فرمائی ہے اور ہمیشہ ان کو اپنی مراد پر قائم رکھ کر محفوظ و متلذ ذ کیا ہے اور رنج و غم جو دوسروں کا نصیب ہے، اس گروہ بلند کا کمال بنایا ہے۔ عین نامرادی میں ان کی مراد ہے اور ان کا یہ دنیاوی لذت و سرور دوسروں کے برعکس آخرت کے حظوظ کی ترقیوں کا باعث ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

پارہ ۲۸ سورہ الجمعہ آیت:۴)

جواب سوم: یہ دنیا، دار ابتلا و آزمائش ہے جس میں حق، باطل کے ساتھ اور جھوٹا، سچے کے ساتھ ملا جلا ہے۔ اگر دوستوں کو رنج و الم اور بلاء و محنت نہ دیتے بلکہ صرف دشمنوں کو دیتے تو دوست و دشمن کی تمیز نہ ہوتی اور اختیار و آزمائش کی حکمت، باطل ہوتی۔ یہ امر ایمان غیب کے منافی ہے جس میں دنیا و آخرت کی سعادتیں شامل ہیں۔ آیت کریمہ، يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (سورہ البقرہ آیت:۳) اور آیت کریمہ، وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ (اور اس لیے کہ اللہ دیکھے اس کو جو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ قدرت والا غالب ہے۔ پارہ ۲۷ الحدید: ۲۵) اس مضمون کی رمز ہے۔ پس دشمنوں کی آنکھ میں خاک ڈال کر دوستوں کو بھی بلاء و محنت میں مبتلا کیا ہے تا کہ ابتلاء و آزمائش کی حکمت تمام ہو اور دوست عین بلاء میں لذت پائیں اور دل کے اندھے دشمن خسارہ اور گھاٹا اٹھائیں۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (اللہ بہتوں کو

اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت فرماتا ہے۔ البقرہ:٢٦) انبیاء کا معاملہ کفار کے ساتھ اسی طرح ہوا ہے کہ کبھی اس طرف کا غلبہ ہوا ہے اور کبھی اس طرف کا۔ جنگ بدر میں اہل اسلام کو فتح ہوئی اور جنگ احد میں کافروں کو غلبہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْکُمْ شُهَدَآءَ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ وَ لِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ یَمْحَقَ الْکَافِرِیْنَ۔ (پارہ۴ سورہ آل عمران آیت:۱۴۰تا۱۴۱) "اگر تم کو زخم لگا ہے تو پہلے بھی لوگوں کو ایسے ہی زخم لگے ہیں اور ان دنوں کو اللہ تعالیٰ لوگوں میں بدلاتے رہتے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو جان لے اور تم میں سے گواہ بنالے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو خالص کرے اور کافروں کو مٹادے۔"

جواب چہارم: حق تعالیٰ سب چیزوں پر قادر اور توانا ہے کہ دوستوں کو یہاں بھی ناز ونعمت عطا فرمائے اور وہاں بھی لیکن یہ بات حق تعالیٰ کی حکمت وعادت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ پسند فرماتا ہے کہ اپنی قدر کو اپنی حکمت و عادت کے نیچے پوشیدہ رکھے۔ اور اسباب وعلل کو اپنی جناب پاک کا روپوش بنائے۔ پس دنیا وآخرت کے باہم نقیض (مخالف) ہونے کے باعث دوستوں کے لیے محنت وبلاء کا ہونا ضروری ہے تاکہ آخرت کی نعمتیں ان کے حق میں خوشگوار ہوں۔

یہی مضمون اصل سوال کے جواب میں پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ اب ہم پھر اصل بات کی طرف لوٹتے ہیں اور اصل سوال کا جواب دیتے ہیں کہ درد وبلاء ومصیبت کا سبب اگرچہ گناہ اور بدکاریاں ہیں لیکن درحقیقت بلاء ومصیبت ان برائیوں کا کفارہ اور

ان گناہوں کی ظلمات کو دور کرنے والی ہیں۔ پس کرم یہی ہے کہ دوستوں کو زیادہ سے زیادہ بلاء ومحنت دیں تا کہ ان کے گناہوں کا کفارہ اور ازالہ ہو۔ دوستوں کے گناہوں اور برائیوں کو دشمنوں کے گناہوں اور برائیوں کی طرح خیال نہ کریں۔

آپ نے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے سہو ونسیان کے برابر ہیں) سنا ہوگا۔ اگر ان سے گناہ وعصیاں بھی صادر ہو تو دوسرے لوگوں کے گناہ وعصیاں کی طرح نہ ہوگا بلکہ وہ سہو ونسیان کی قسم ہوگا اور عزم وجد (ارادہ وکوشش) سے پاک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ (اور بے شک ہم نے آدم علیہ السلام کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا کوئی عزم وقصد نہ پایا۔ پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۵) پس درد ومصائب کا زیادہ ہونا برائیوں کے زیادہ کفارہ ہونے پر دلالت کرتا ہے نہ کہ برائیوں کے زیادہ کمانے پر' دوستوں کو زیادہ بلاء ومصیبت اس لیے دیتے ہیں تا کہ ان کے گناہوں کا کفارہ کر کے ان کو پاکیزہ بنا دیں اور آخرت کی محنت سے ان کو محفوظ رکھیں۔

منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سکرات موت کے وقت جب خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کی بے قراری دیکھی تو وہ بھی (جن کو آنحضرت ﷺ نے اَلْفَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِنِّی (فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے) فرمایا تھا) کمال شفقت ومہربانی سے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ رکھتی تھیں' نہایت بیقرار و بے آرام ہوگئیں۔ جب حضور سید عالم ﷺ نے ان کی اس بے قراری اور بے آرامی کو دیکھا تو حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تیرے باپ ﷺ کے لیے یہی ایک محنت وتکلیف ہے' اس سے آگے کوئی تکلیف ومصیبت

نہیں۔ یہ کس قدر اعلیٰ دولت ہے کہ چند روزہ تکلیف کے عوض دائمی سخت تکلیف دور ہو جائے۔ ایسا معاملہ دوستوں سے کرتے ہیں نہ کہ دوسروں سے۔ اور دوسروں کے گناہوں کا کفارہ کما حقہ' اس جگہ نہیں فرماتے بلکہ ان کی سزا و جزا آخرت پر ڈال دیتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ دوست ہی دنیاوی رنج و بلا کے زیادہ مستحق ہیں اور دوسرے لوگ اس دولت کے لائق نہیں کیونکہ ان کے گناہ کبیرہ ہیں۔ اور وہ التجاء و تضرع واستغفار وانکسار سے بے بہرہ ہیں اور گناہوں کے کرنے پر دلیر ہیں اور ارادہ وقصد سے گناہ کرتے ہیں جو تمرد و سرکشی سے خالی نہیں ہیں اور عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی آیات طیبات پر ہنسی اڑائیں اور انکار کریں۔ اور اجر و بدلہ گناہ کے اندازہ و نوعیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر گناہ خفیف ہے اور گناہ کرنے والا بھی التجاء وزاری کرنے والا ہے تو اس گنا ہ کا کفارہ دنیاوی بلاء و رنج سے ہو جائے گا' اگر گناہ غلیظ و شدید و ثقیل ہے اور گناہ کرنے والا سرکش و متکبر بھی ہے تو وہ جرم' آخرت کی سزا کے لائق ہے جو گناہ کی طرح شدید اور دائمی ہے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ سورہ آل عمران آیت: ۱۱۷)

آپ نے لکھا تھا کہ لوگ ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو بلاء و محنت کیوں دیتا ہے اور ہمیشہ ناز و نعمت میں کیوں نہیں رکھتا اور اس گفتگو سے اس گروہ پاک کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔ کفار بھی آنحضرت ﷺ کے حق میں اس قسم کی باتیں کہا کرتے تھے کہ

مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ

یَاْکُلُ مِنْھَا۔ (پارہ ۱۸، الفرقان: ۸،۷)

"یہ رسول کیسا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے۔ کیوں نہیں اس پر فرشتہ اترتا کہ اس کے ساتھ ہو کر لوگوں کو ڈراتا یا اس کو خزانہ دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس سے کھایا کرتا۔"

ایسی باتیں وہی شخص کرتا ہے جس کو آخرت اور اس کے دائمی عذاب وثواب کا انکار ہو اور دنیا کی چندروزہ فانی لذتیں اس کی نظر میں بڑی عزیز اور شاندار دکھائی دیتی ہوں۔ لیکن جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے عذاب وثواب کو دائمی جانتا ہے، اس کو چندروزہ دنیاوی مصائب وآلام ہیچ نظر آتی ہیں بلکہ اس چندروزہ مصیبت کو جس سے ہمیشہ کی راحت حاصل ہو عین راحت تصور کرتا ہے اور لوگوں کی گفتگو پر نہیں جاتا۔ دردوبلاء اور مصیبت، محبت کے گواہ عادل ہیں۔ کور باطن اور بیوقوف لوگ اگر اس کو محبت کے منافی جانیں تو جانیں۔ جاہلوں اور ان کی گفتگو سے سوائے روگردانی کے کوئی اور علاج نہیں۔ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا۔

اصل سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ بلاء اس وقت تک محبوب ہے کہ محب اپنے محبوب کے ماسواء سے کلی طور پر علیحدہ ہو کر محبوب کی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ پس رنج وبلاء کے لائق دوست ہی ہیں اور یہ بلاء اس برائی کا کفارہ ہے کہ ان کا التفات ماسوا کی طرف ہے اور دوسرے لوگ اس دولت کے لائق نہیں۔ ان کو از خود محبوب کی طرف کیوں لائیں، جس کو چاہتے ہیں مار پیٹ کر محبوب کیطرف لے آتے ہیں اور اسکو محبوبیت سے سرفراز فرماتے ہیں اور جس کو محبوب کی طرف لانا نہیں چاہتے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر سعادت ابدی اس کے شامل حال ہو گئی تو توبہ وانابت کی راہ سے ہاتھ پاؤں مار کر فضل وعنایت کی امداد سے مقصد تک پہنچ جائے گا ورنہ وہ

جانے اور اس کا کام۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ (یا اللہ! تو مجھے ایک لحظہ بھی اپنے حال پر نہ چھوڑ)۔ پس معلوم ہوا کہ مریدوں کی نسبت مرادوں پر زیادہ بلا آتی ہے، اسی واسطے آنحضرت ﷺ (جو مرادوں اور محبوبوں کے رئیس ہیں) نے فرمایا ہے: مَآ اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِّثْلَ مَآ اُوْذِیْتُ (کسی نبی کو اتنی ایذاء نہیں پہنچی جتنی مجھی پہنچی ہے)۔

گویا بلاء (مصیبت) دلّالہ اور رہنما ہے جو اپنے حسن دلالت سے ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچا دیتی ہے اور دوست کے ماسوا کی طرف التفات سے پاک کر دیتی ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ دوست کروڑ ہا دے کر بلاء کو خریدتے ہیں اور دوسرے لوگ کروڑ ہا دے کر بلا کو دفع کرنا چاہتے ہیں۔

سوال: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ درد و بلاء کے وقت دوستوں سے بھی اضطراب و کراہت عیاں ہوتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ اضطراب و کراہت بتقاضائے بشری ضروری ہے اور اس کے باقی رکھنے میں کئی طرح کی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر نفس کے ساتھ جہاد و مقابلہ نہیں ہوسکتا۔

آپ نے سنا ہوگا کہ سکرات موت کے وقت حضور سید عالم ﷺ سے کس قسم کی بیقراری و بے آرامی ظاہر ہوئی تھی، وہ گویا نفس کے جہاد کا بقیہ تھا تا کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ السلام کا خاتمہ خدا کے دشمنوں سے جہاد پر ہو۔ شدت مجاہدہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ صفات بشریت کے تمام مادے دور ہو جائیں اور نفس کو بدرجہ کمال فرمانبردار بنا کر اطمینان کی حقیقت تک پہنچائیں اور پاک و صاف رکھیں۔ گویا بلاء، محبت کی دلّالہ ہے اور جو کوئی محبت نہیں رکھتا اس کو دلّالہ سے کام کیا ہے اور دلّالگی اس کے کس کام آئے

گی اور اس کے نزدیک کیا قدر و قیمت رکھے گی۔

دردو بلاء کی دوسری وجہ یہ ہے کہ محبِّ صادق اور مدعی کاذب کے درمیان تمیز ہو جائے' اگر صادق ہے تو بلاء کے آنے سے متلذذ و محفوظ ہوگا اور اگر مدعی کاذب ہے تو بلا سے کراہت و رنج اس کے نصیب ہوگا' سوائے صادق کے اس تمیز کو کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ صادق ہی کراہت والم کی حقیقت کو کراہت والم کی صورت سے جدا کر سکتا ہے اور صفات بشریت کی حقیقت کو صفات بشریت کی صورت سے جدا کر سکتا ہے۔ واللہ سُبحانہُ الهادِی الیٰ سَبِیلِ الرّشاد۔ (اللہ تعالیٰ پاک ہے' ہدایت دینے والا ہے بھلائی کے رستے کی طرف)۔

۵۸۔ ہر ایک نبی اور رسول اس آیت شریفہ وَمَا کُنّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلاً (اور ہم عذاب بھیجنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔ پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل: ۱۵) کے مطابق اہل دنیا کے لیے عذاب و عقوبت کا مقدمہ ہوتا تھا اور خدا تعالیٰ کے حبیب حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدائش سے لے کر قیامت تک' سب کے لیے رحمت مجسم ہو کر تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ ابتداء میں' وسط میں اور آخیر میں غرض ہر حال میں رحمت تھے۔ آپ کی رحمت ایسی وسیع ہے کہ اس کا حصہ کافروں' مشرکوں اور منافقوں کو بھی پہنچ رہا ہے بلکہ ہر ایک چیز علوی اور سفلی آپ ﷺ کے طفیل وجود میں آئی ہے۔ اگر آپ تشریف نہ لاتے تو کوئی چیز بھی محل عدم سے وجود میں ظاہر نہ ہوتی۔ آپ ﷺ کا تشریف لانا ہی ہر ایک چیز کے وجود کے لیے رحمت مقرر ہوا ہے۔ کافر و مشرک کا دنیا میں آرام و راحت سے زندگی گزارنا بھی آپ ﷺ کی رحمت کے سبب سے ہے۔

پہلی امتیں جب رسولوں کی نافرمانی کرتی تھیں تو ان پر دنیا ہی میں قہر الٰہی

بصورت مسخ وخسف وغیرہ ظاہر ہوتا تھا لیکن رحمت مجسم محبوب خدا ﷺ کی مہربانی ہے کہ دنیا میں سب نافرمان اس عذاب وقہر سے قیامت تک محفوظ و مامون رہیں گے۔ مومن دنیا و آخرت میں رحمت مجسم ﷺ سے بہرہ ور ہو رہے ہیں اور رہوں گے۔ کافر و منافق صرف دنیا میں اس رحمت سے متمتع ہو کر قہر الٰہی سے محفوظ رہیں گے۔ ہمارے حبیب ﷺ کی بعثت سے پہلے تمام اہل کتاب، مشرک و کافر، جہالت و گمراہی میں تھے۔ اور امتداد زمانہ کے باعث مذہب کے بارے میں حیران تھے کہ کیا کریں۔ اس وقت خداوند عالم نے رحمۃ للعالمین ﷺ کو بھیج کر سب کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی اور آپ ﷺ کے ذریعہ سے واضح کر دیا یہ جہالت و گمراہی ہے اور یہ رشد و ہدایت ہے۔ محبوب خدا سرور انبیا ﷺ نے تفصیل کے ساتھ حلال کو حرام سے، عذاب کو ثواب سے، ہدایت کو گمراہی سے علیحدہ دکھا کر روز روشن کی طرح عیاں کر دیا کہ "رحمت عام" اس کا نام ہے اور "رحمۃ للعالمین" اس کو کہتے ہیں کہ تمام دنیا کو قیامت تک صراط مستوی موصل الی اللہ (وہ سیدھی راہ جو اللہ کی طرف پہنچانے والی ہے) کی ہدایت کرتا رہے۔ جو شخص اس راستہ پر چل پڑا وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو گیا اور جس نے صراط مستقیم پر چلنے سے انکار کیا وہ رحمت عامہ کے لحاظ سے دنیا میں عذاب عام سے بچا رہے گا۔ اگر خدشہ گزرے کہ لڑائیوں میں آنحضرت ﷺ کے وقت کافر و مشرک ہلاک ہوتے تھے تو رحمت عامہ کیونکر ہوئے اور آپ کا اسم گرامی رحمۃ للعالمین کس طرح تجویز ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند عالم کے اسمائے گرامی میں سے دو نام رحمٰن و رحیم کے بھی ہیں۔ باوجودیکہ خداوند عالم کے یہ دونوں نام رحمت کی خبر دینے والے ہیں لیکن پھر بھی وہ عاصیوں کو سزا دے گا اور نافرمانوں کو جہنم رسید کرے گا' گنہگاروں اور بے ایمانوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا تو کیا اب اس کے رحم اور اس کی رحمانیت میں فرق آ گیا؟ نہیں

ہر گز نہیں۔ اسی طرح قرآن شریف میں وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا (اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا۔ سورہ ق: ۹) نازل ہو کر خبر دے رہا ہے کہ بارش برکت و رحمت ہوتی ہے حالانکہ وہی بارش کئی جگہ فساد و تباہی کا ذریعہ ہوتی ہے اور لوگوں کے لیے رنج و زحمت کا باعث ہوتی ہے، تو کیا اب یہ لازم آیا کہ نعوذ باللہ قرآن شریف غلط خبر دے رہا ہے اور بارش جو کہ فساد و تباہی کا باعث بھی ہوتی ہے، اسے مبارک و رحمت قرار دے رہا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ اعتبار کثرت کا ہوتا ہے نہ کہ قلت و ندرت کا۔ نیز حقیقت میں بارش مطلقاً رحمت و برکت ہوتی ہے لیکن خاص اسباب کی بنا پر اس کی صورت دوسرے قلب میں ظاہر ہوتی ہے، جس کو کوتاہ عقلیں رنج و زحمت سے تعبیر کرتی ہیں حالانکہ باریک بین جانتے ہیں کہ جو کچھ محبوب مطلق کی طرف سے آتا ہے وہ سب کچھ محبوب و مبارک ہوتا ہے۔ اسی طرح حضور سید عالم ﷺ بھی رحمت موصوف ہیں لیکن کفار و مشرک لڑائی کی ابتدا و چھیڑ چھاڑ کرنے سے خود ہلاکت کا باعث ہوتے تھے۔ حضور سید عالم ﷺ کی طرف سے جہاد کی ابتداء نہ ہوتی تھی اور نہ ہی یہ غرض تھی کہ ان کو خواہ مخواہ تکلیف پہنچائیں بلکہ جہاں تک ہو سکتا تھا' آپ نرمی، شفقت، محبت، خلق عظیم سے ان کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے تاکہ یہ سیدھے راستہ پر آجائیں۔ کفار اس کا بدلہ یوں دیتے تھے کہ اپنی تمام تر قوموں اور قوتوں کو مجتمع کر کے اسلام کی مخالفت میں کمر بستہ رہتے تھے۔ حضور سید عالم ﷺ کی سرداران جہاد کو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ پہلے ان کو اسلام کی طرف بلائیں، بصورت انکار جزیہ کی توجہ دلائیں۔ اگر وہ ان دونوں صورتوں کو قبول نہ کرتے ہوئے اہل سلام کا مقابلہ کریں تو ناچار اہل اسلام بھی تنبیہا تلوار اٹھائیں۔ الغرض تلوار کا میان سے نکلنا مجبوری و معذوری کے باعث تھا جو آپ ﷺ کی رحمت میں

کسی قسم کا خلل واقع نہیں کر سکتا۔

۵۹۔ مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ امت محمدیہ کو خداوند عالم نے چار کرامتیں عنایت فرمائیں جو مجھے نصیب نہیں ہوئی تھیں۔

اول: حضور سید عالم ﷺ کی امت کو حکم ہے کہ جب کبھی اس سے گناہ ہو جائے تو پھر وہ اس گناہ اور جرم کی جس وقت اور جس جگہ معافی طلب کرے گی، اظہار توبہ کرے گی تو اس کو معافی دے دی جائے گی۔ لیکن میری توبہ کا مقام مکہ مکرمہ مقرر تھا یعنی میری توبہ کی اجابت وقبولیت کیلئے خاص مقام مکہ مکرمہ کی شرط تھی، مگر امت محمدیہ کی توبہ کے لیے کسی جگہ کی کوئی قید نہیں۔

دوم: حضور سید عالم ﷺ کی امت سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے کپڑے اتار کر اس کی رسوائی نہیں کی جاتی اور اس کو ننگا نہیں کیا جاتا لیکن جب مجھ سے نافرمانی صادر ہوگئی تھی تو میرے کپڑے چھین لیے گئے تھے اور مجھ کو ننگا کیا گیا تھا۔

سوم: امت محمدیہ سے اگر کوئی فعل خلاف شرع صادر ہو جائے تو میاں بیوی کے درمیان مفارقت نہیں کی جاتی۔ لیکن میرے ساتھ یہ واقعہ بھی ہوا تھا کہ مجھ میں اور حوا میں مفارقت ڈال دی گئی تھی۔

چہارم: امت محمدیہ کسی جرم کی مرتکب کسی مکان میں ہو تو اس کو اس مکان سے نکالا نہیں جاتا لیکن مجھے بوقت عصیاں جنت سے خارج کر دیا گیا تھا۔

۶۰۔ حضور سید عالم افضل الانبیاء اکمل الاصفیا ﷺ کی فضیلت وشرافت کے باعث آپ کی امت کو یہ نعمت عنایت کی گئی ہے کہ اگر کسی مسلمان کے مرنے کے بعد دو مسلمان اس کے حق میں بھلائی کی خبر دیں یعنی اسے بھلائی سے یاد کریں تو اس کے لیے جنت واجب ہوگی اور پہلی امتوں میں اگر کسی مرنے والے پر سو آدمی خیر کی شہادت

دیتے تھے تو پھر اس پر جنت واجب ہوتی تھی ورنہ نہیں۔ یہ سہولت اور یہ مرتبہ امت کو محض اور محض حضور ﷺ کے افضل ہونے کے باعث ہی عنایت ہوا ہے۔

۶۱۔ حضرات انبیائے کرام ورسل عظام پر خداوند عالم رحمت بھیجتا تھا اور فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے تھے لیکن ان کی امتیں اس فضیلت سے معرا تھیں، حبیب خدا ﷺ کی امت کا مرتبہ ملاحظہ فرمائیے کہ حکم ہو رہا ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ۔ (پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت: ۴۳)

''خداوند عالم تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔''

جو فضیلت حضرات انبیائے کرام کو عطا ہوئی تھی وہ یہاں حضور سید عالم ﷺ کی امت مرحومہ کے حصہ میں آرہی ہے۔

۶۲۔ مروی ہے کہ قیامت کے دن حافظ قرآن کو کہا جائے گا کہ تو قرآن شریف پڑھتا جا، جنت کے درجوں پر چڑھتا جا، جہاں جا کر قرآن شریف ختم ہوگا وہاں رہنے کے لیے تیرا مقام مقرر ہے۔ لکھا ہے کہ یہ فضیلت و شرافت آنحضرت ﷺ کی کتاب (قرآن مجید) اور امت کے ساتھ مختص ہے اور کسی کتاب اور امت کو یہ رتبہ عنایت نہیں ہوگا۔ جنت میں اہل جنت صرف قرآن مجید کی تلاوت کریں گے اور عربی زبان میں کلام کریں گے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو دربان کہے گا مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ اَنَا مُحَمَّدٌ (آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا کہ میں محمد ﷺ ہوں) پھر دربان کہے گا مجھے بھی حکم تھا کہ میں سب سے پہلے آپ ﷺ کے لیے جنت کا دروازہ کھولوں۔ میں نے اس سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہیں کھولا۔ اور نہ ہی آئندہ کسی کے لیے اٹھوں گا تاکہ جنت کا دروازہ

کھولوں۔

۶۳۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم رسول رحیم ﷺ کو ایک اور فضیلت و شرافت عنایت فرمائی ہے جو کسی اور پیغمبر کو میسر نہیں ہوئی یعنی حضور سید عالم ﷺ اور آپکی اولاد پر قیامت تک زکوٰۃ کا لینا اور کھانا حرام ہے کیونکہ زکوٰۃ لوگوں کی میل کچیل ہے اور میل کچیل کا استعمال کرنا حبیب خدا مطہر و مقدس ﷺ کی شان کے خلاف ہے۔ اس لیے مولیٰ کریم نے حکم دیا کہ ہمارا حبیب ﷺ اور اس کی اولاد قیامت تک اوساخ الناس (لوگوں کی میل) سے پرہیز کریں اور عقل کے موافق بھی یہی بات ہے کہ تمام عیوب سے منزہ و مبرا، میل کچیل استعمال کر کے اپنی طہارت و عصمت پر دھبہ نہ لگائے۔ یہ خصوصیت و شرافت صرف ہمارے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی مختص ہے۔

۶۴۔ سب حضرات انبیاء پر آپ کی فضیلت و عظمت اس حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے۔ کُلُّ سَبَبٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا سَبَبِیْ وَ نَسَبِیْ۔ (قیامت کے دن تمام اسباب و تعلقات ٹوٹ جاویں گے مگر میرا تعلق اور میرا رشتہ قائم رہے گا)۔ قیامت کے دن سب رشتہ داریاں غیر مفید ثابت ہوں گی مگر آنحضرت ﷺ کا تعلق اور رشتہ مفید ہوگا۔ اس رشتہ کی طفیل اہل رشتہ کے ساتھ تخفیف کی توقع ہے۔ یہ نعمت اور خصوصیت بھی حضور ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔

۶۵۔ آنحضرت ﷺ کی امت مرحومہ اگرچہ وجود میں سب امتوں سے پیچھے ہے لیکن قیامت کے دن آپ ﷺ کی عزت و حرمت کے باعث سب سے اول ہوگی اور سب سے پہلے قبروں سے اٹھائی جائے گی۔ اور اس کا حساب سب سے پہلے ہوگا اور ایک عالی مقام پر اس کا قیام ہوگا۔ وضو کے سفید نشانات کے ذریعہ سب سے ممتاز ہوگی اور جنت میں سب امتوں سے پہلے داخل ہوگی۔ اس امت کا اجماع حجت ہے۔ اور اس

کا اختلاف رحمت ہے۔ پہلی امتوں کا اختلاف عذاب تھا اور ان کے لیے وبال تھا۔

۶۶۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں سب سے پہلے ہمارے حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "بلیٰ" کا لفظ کہہ کر اپنی افضلیت کو کامل طور پر ظاہر کر دیا تھا۔ اور آپ کا اسم گرامی حضرت آدمؑ علیہ السلام کے زمانے سے اذان میں چلا آرہا ہے اور کتب سابقہ میں سب حضرات انبیاء کرام آپ ﷺ کی خوشخبری سناتے رہے۔ آپ ﷺ کی نعت، آپ ﷺ کے وخلفاء کے حالات طیبات اور آپ ﷺ کی امت کی تعریف وتوصیف تمام کتب میں درج ہے۔ ملائکہ آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شامل ہو کر کفار سے مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ الغرض علامہ ابوسعید نیشاپوری نے اسی طرح کے ساٹھ سے زیادہ فضائل وکرامات شمار کیے ہیں جو کہ حضور سید عالم ﷺ کے سوا اور کسی میں نہیں پائے جاتے ہیں۔

۶۷۔ افضل الرسل حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و برکت کے باعث صحابہ کرام کا درجہ ورتبہ تمام حضرات انبیائے کرام کی امتوں سے بڑھ کر ہے اور آپ کی بیویوں اور بیٹیوں کی عزت وحرمت تمام جہان کی عورتوں سے اعلیٰ وارفع ہے۔ یہاں تک کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت میں سب عورتوں کی سردار ہوں گی اور پل صراط سے گزرتے وقت اہل محشر کو آواز دی جائے گی کہ اپنی گردنوں کو نیچے کرو اور آنکھوں کو بند کرو کیونکہ سردار انبیاء حضرت رسول اکرم ﷺ کی بیٹی مطہرہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا پل صراط سے گزرنے والی ہیں۔

آپ ﷺ کی فضیلت کے لحاظ سے آپ کے دونوں شہر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دنیا کے تمام شہروں سے مرتبہ میں بلند وبالا ہیں اور آپ ﷺ کی مسجد بلحاظ ثواب وقدر ومنزلت دنیا کی تمام مسجدوں سے بڑھ کر ہے اور آپ کے دونوں شہروں میں دجال وطاعون

قیامت تک داخل نہیں ہوں گے۔ یہ سب خصوصیات مولیٰ کریم نے محض آپ کی عزت و شرافت کو سب نبیوں اور رسولوں سے بڑھانے کے لیے آپ کو عنایت کی ہیں۔

۶۸۔ پانچ نمازوں اور جمعہ کا مقرر ہونا، آمین کا کہنا، نماز کو با جماعت سیدھی صف کے ساتھ ادا کرنا بھی صرف آپ ﷺ کی ذات گرامی سے شروع ہوا ہے۔ آپ کی فضیلت و عظمت کے لحاظ سے ملک الموت نے نہ صرف آپ ﷺ سے ہی بوقت قبض روح، اذن طلب کیا تھا ورنہ ملک الموت تو سب حضرات انبیائے کرام پر بغیر اجازت داخل ہوتا تھا۔ نیز آپ کی ازواج مطہرات کے ساتھ ہمیشہ نکاح کا حرام ہونا آپ ﷺ کی اعلیٰ شان اور افضل رتبہ ہونے پر دلالت کرر ہا ہے۔ یہ بات بھی مولیٰ کریم نے اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کی شرمگاہ کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اگر کوئی دیکھ پاتا تو اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو جائیں۔

۶۹۔ تمام حضرات انبیائے کرام میں سے صرف ہمارے نبی ﷺ کے لیے قبلتین و ہجرتین کا جمع ہونا، شریعت و حقیقت سے واقف ہونا، صرف آپ ﷺ کا ہی نام مبارک ''محمد'' مقرر ہونا، آپ کا ''مفاتیح الارض'' (روئے زمین کے خزانوں کی چابیوں) کا مالک ہونا اور تمام زمین کا مسجد و طہور کی شکل میں ظاہر ہونا خاص ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ان سب کو آپ ﷺ کے افضل و اعلیٰ ہونے کی علیحدہ علیحدہ دلیل قرار دیتے ہیں۔ راقم نے بخاطر اختصار ان سب کو جمع کر کے ایک ہی دلیل کے تحت لکھ دیا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ کئی دلائل ہیں۔

۷۰۔ حافظ الحدیث علامہ سیوطیؒ، خصائص الکبریٰ میں ابن عساکر سے اس مضمون کی مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ شب معراج، خداوند تعالیٰ نے جب مجھے حضوری کا شرف بخشا اور ''بارگاہ عالی

اور مجھ میں ''قاب قوسین '' کا فرق رہ گیا تو مجھے بارگاہ عالی سے یہ آواز آئی کہ ہم نے تمہیں ''خاتم النبین '' مقرر فرمایا ہے' کیا تجھے سب سے آخر میں ہونے کا کوئی غم وفکر تو نہیں؟ میں نے عرض کیا' نہیں۔ پھر آواز آئی' کیا تیری امت کو سب امتوں سے پیچھے ہونے کا کوئی غم وفکر تو نہیں؟ میں نے کہا' نہیں۔ فرمایا اپنی امت کو میری طرف سے خبر دے دو کہ میں نے تمہیں اس لیے سب سے آخر میں بھیجا ہے تا کہ پہلی امتوں کی ذلت ورسوائی تمہارے سامنے تو بیان ہو لیکن تمہاری ذلت ورسوائی کسی کے سامنے ظاہر نہ ہو کیونکہ سب سے آخر تم ہی ہو۔ اب تمہارے بعد ایسی کوئی امت نہیں آئے گی جس کے سامنے تمہاری نافرمانیاں اور بداعمالیاں ظاہر ہوں اور تمہاری ذلت ورسوائی بین الخلائق مشتہر ہو۔ حبیب ﷺ کی افضلیت کے باعث آپ ﷺ کی امت کا اس قدر لحاظ و پاس ہے کہ اس کی ذلت ورسوائی اور نافرمانی کسی غیر کے سامنے ظاہر کرنی مولیٰ کریم کو منظور نہیں ہے۔ اور پہلی امتوں کی شرارتوں، بداعمالیوں اور نافرمانیوں کو جابجا قرآن شریف میں ظاہر کر کے ان کی ذلت ورسوائی قیامت تک کے لیے بین الخلائق کی گئی ہے۔ اب آپ مفضول اور افضل، ادنیٰ اور اعلیٰ کا پتہ لگالیں اور معلوم کرلیں کہ قافلہ سالار اور سب کا مقتداء اور پیشوا کون ہے؟

۷۱۔ مروی ہے کہ خلیفہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ حبیب خدا احمد مجتبیٰ ﷺ کے فضائل میں سے قبل از ولادت کے فضائل بیان کرو۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پتھر پایا جس پر یہ چار سطریں لکھی ہوئی تھیں۔

پہلی: اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں، میرے

علاوہ کوئی معبود نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو)۔

دوسری: اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِیْ طُوْبٰی لِمَنْ اٰمَنَ بِہٖ وَاتَّبَعَہٗ۔ (میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں۔ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد ﷺ میرے رسول ہیں۔ جو ان پر ایمان لایا اور اتباع کی اس کے لیے بھلائی اور سعادت ہے۔)

تیسری: اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا مَنِ اعْتَصَمَ بِیْ نَجَا (میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ جس نے میری ہدایت کو تھاما، کامیاب ہوگیا۔

چوتھی: اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا اَلْحَرَمُ لِیْ وَالْکَعْبَۃُ بَیْتِیْ مَنْ دَخَلَ بَیْتِیْ اٰمَنَ عَذَابِیْ۔ (میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ حرم میرے لیے ہے اور کعبہ میرا گھر ہے جو کوئی میرے گھر میں داخل ہوا، وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا۔)

حضرات! اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش پیغمبر، لوگوں کی ہدایت کے لیے دنیا میں بھیجے لیکن جس شان اور عظمت وشرافت کے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمایا، کسی اور کو وہ شان عطا نہ ہوئی۔

دیکھیے اور غور فرمایئے! کے پیارے حبیب ﷺ کی عظمت وشان اس قدر ہے کہ پتھروں پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ ان کا نام لکھ کر واضح کر دیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے مجھے خاص طور پر ایک ہی نام محبوب ہے۔ جس کو میں اپنے نام کے ساتھ لکھ کر اس کی فضیلت وشرافت ہر ایک کے سامنے ظاہر کرتا ہوں بلکہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا اور اس کی اتباع کرے گا اس کے لیے خوشخبری ہے۔

۲۷۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے حضرت شعیب علیہ السلام کو جنتی

عصا فرمایا، ساتھ ہی چند کلمات طیبات فرمائے کے

ا۔ تقویٰ کو نہ چھوڑنا

ب۔ خداوند تعالیٰ کے احکام کی طرف متوجع رہنا اور خدا کو یاد رکھانا۔

ج۔ خداوند عالم کی یاد کے ساتھ ساتھ اولوالعزم پیغمبر، عالی شان رسول سرور انبیاء حضرت محمد ﷺ کو بھی یاد کیا کرنا۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ ان کا نام عرش معلّی پر مکتوب ہے حالانکہ میں اس وقت مٹی اور روح کے درمیان تھا۔ پھر میں نے تمام آسمانوں کا چکر لگایا تو ہر ایک آسمان میں محمد ﷺ مرقوم تھا۔ پہلے جب مولیٰ حقیقی نے مجھے جنت میں ٹھہرایا تو وہاں بھی ہر ایک محل اور ہر ایک غرفہ (دریچہ، کھڑکی، جھروکا) پر یہی اسم مبارک نظر پڑا۔ اس کے بعد میں نے حوروں کو دیکھا تو ان کے سینوں پر بھی یہی نام نظر آیا۔ شجر طوبیٰ کو دیکھا تو ہر ایک ورق پر یہی نام مقدس دیدہ نواز ہوا۔ الغرض مجھے جنت میں ہر جگہ افضل الرسل ﷺ کا نام نامی نظر پڑا تھا۔ اس لیے اس کو بہر صورت اور ضروریات کیا گیا تھا کیونکہ وہی سب کا سردار اور مقتدا ہے۔

۷۳۔ مسند ابی داؤد طیالسی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور سید عالم ﷺ نے میری موجودگی میں صحابہ اکرام سے دریافت فرمایا کہ کیا تم کو علم ہے کہ مخلوق میں سے از روے ایمان افضل کون ہے؟ عرض کیا، ملائکہ افضل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرما کر ارشاد کیا، نہیں! بلکہ وہ اور لوگ ہیں، پھر صحابہ اکرام نے عرض کیا کہ انبیاء اکرام ہوں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، ابھی تم صحیح جواب کو نہیں پہنچے پھر خود ارشاد فرمایا کہ مخلوق میں سے از روئے ایمان میں افضل وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے لیکن وہ مجھ پر حالت غیب میں ایمان لائیں گے اور مجھے بجان و دل خدا کا سچا رسول سمجھ کر شب و روز میری اطاعت میں مصروف و مشغول رہیں گے حالانکہ انہوں نے

مجھے دیکھا نہیں ہوگا۔

مقام غور ہے کہ جب حبیب خدا ﷺ کی امت باعتبار بافضائل جزئی طور پر سب مخلوق سے افضل ہے تو بھلا اس امت کا سردار والی کون ومکان ہادی دو جہاں علیہ الصلوۃ والسلام ہر ایک خوبی میں سب مخلوق سے کیوں کر اعلیٰ وافضل نہ ہوگا۔

۷۴۔ علامہ ابونعیم، حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ محبوب خدا رسول اعظم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ خداوند عالم جل جلالہ وعز برہانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس مضمون کے ساتھ وحی نازل فرمائی کہ جو شخص اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ میرے حبیب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا منکر ہوگا میں اس کو جہنم کی آگ میں داخل کروں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یارب ومن احمد (اے میرے رب! احمد کون ہیں؟) خداوند تعالیٰ نے فرمایا میں نے مخلوق میں سے کسی کو پیدا نہیں کیا جو میرے نزدیک تم سے افضل واشرف واعلیٰ ہو۔ ان کا نام میں نے اپنے نام کے ساتھ زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے پہلے عرش پر لکھا ہوا ہے اور جب تک وہ پیارا حبیب ﷺ اور اس کی امت جنت میں داخل نہ ہونگے، جنت تمام مخلوق پر حرام رہے گی۔ اس کی امت میری اطاعت کے لیے اپنی کمروں کو باندھے رکھے گی اور صبح شام میری حمد وثناء کا حق ادا کرے گی۔ دن کو روزے رکھ کر اور رات کو اپنے مولیٰ کریم کی یاد میں مصروف رہ کر خیر الامم سے موصوف ہوگی۔

۷۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ سب سے پہلے خالق قدیم نے کس چیز کو پیدا کیا تھا، آپ نے فرمایا!

اول ما خالق الله نوری فخلق الخلق من نوری (جواہر البحار از علامہ یوسف نبہانی)

سب سے پہلے اللہ تعالی نے میرے نور سے اپنے نور کو پیدا کیا، پھر میرے نور سے بتدریج سب اشیاء کو پیدا کیا۔

معلوم ہوا کے سب اشیاء کا ممبع ،سب کا اصل اور سب کا معدن ہمارے نبی کریم حبیب خدا ﷺ کی ذات والا صفات ہے اس کے نور سے ہر ایک چھوٹی بڑی چیز منصہ ظہور میں آئی اور جس کی طفیل ہر ایک عالم نے وجودی لباس پہنا، اگر یہ ذات ممبع کمالات اور معدن اوصاف نہ ہوتی تو مطابق حدیث قدسی لولا ك لما خلقت الافلاك (اے نبی! اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو افلاق کو پیدا نہ کرتا) کسی چیز کا وجود نظر نہ آتا۔ الغرض ابتدائے آفرنیشن سے لے کر آخیر تک اسی پیارے کی شان کے انوار جلوا افروز ہیں اور ہمیشہ تک رہیں گے۔

۷۶۔ محبوب خدا ،والی دو جہاں، صادق و مصدوق ،امین رب العلمین ،حضرت رسول ﷺ نے فرمایا کے مجھے میرے مولیٰ نے ایسے فضائل عنائت کیے ہیں کہ جو مجھ سے پہلے کسی نبی اور کسی رسول کو عطا نہیں کیے گئے۔ آیت الکرسی ،فاتحہ، سورۃ بقرۃ کی آخری دو آیات، مجھے رب رحیم نے خزانہ عرش سے خصوصی طور پر عنائت فرمائی ہیں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں بھی بخشی گئی ہیں اور میں احمر و اسود (عرب عجم) کی طرف مبعوث ہوا ہوں اور ایک مہینے کے رستے سے رعب و دبدبا کے باعث مخالفین پر مولیٰ کریم نے مجھے فتح و نصرت عطا کی ہے۔ اور میرے لیے مالے غنائم خاص طور پر حلال کیا گیا ہے اور مجھے شفاعت عظمیٰ کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ جس کا محل اور موقع حشر کے بعد ہو گا۔

میرا نام احمد مقرر کیا گیا ہے اس سے پہلے اس نام کا کوئی مسمیٰ نہیں گزرا ہے اور زمین

کو میرے لیے اور میری امت کے لیے مسجد اور طہور بنایا گیا ہے۔ الغرض کسی قسم کی کثرت سے خصوصیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ محبوبیت کی شان کے ساتھ اس طرح تشریف لائے ہیں کہ کوئی بھی فضائل و محاسن میں آپ ﷺ کے مساوی نہیں ۔(خصائص قبریٰ)۔

علامہ حکیم ترمزی نے لکھا ہے کہ ولادت رسول ﷺ کے وقت زمین نے خوشی منائی، انبساط ظاہر کیا اور گل وشگوفے کثرت سے پیدا کیے۔ زمین نے آسمان اور ہر ایک چیز پر فخر ظاہر کیا کہ خالق دو جہاں کا محبوب ﷺ مجھ ہی سے پیدا ہوا ہے اور مجھ پر ہی چلے گا اور مجھ پر ہی اپنی پیشانی مبارک سجدہ میں رکھ کر مجھے عزت دے گا اور مجھ میں ہی اپنا مدفن بنائے گا۔ ولادت حضو ﷺ پر زمین کا خوشی کرنا اور انبساط و سرور ظاہر کرنا، اللہ تعالی کو پسند آیا تو حکم دیا کے اس خوشی کے صلہ میں ہم تم کو یہ انعام وکرام عنائت کرتے ہیں کہ تیری مٹی طہارت و پاکیزگی کا وہ کام دے گی جو پانی دیتا ہے۔ آج تک یہ فخر تجھے کسی نبی کی ولادت پر نہیں بخشا تھا۔ آج پیارے حبیب ﷺ پر اظہار مسرت کے باعث امت محمد یہ کے لیے ہم خاص طور پر یہ شرف عنائت کرتے ہیں کہ تجھ سے وہ قیامت تک طہارت و پاکیزگی حاصل کرتی رہے۔

۷۷۔ مولیٰ کریم نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کی افضلیت کو ظاہر کرنے کے لیے کتب سابقہ میں بڑے اہتمام کے ساتھ ان کے اوصاف و محاسن کا خصوصی طور پر بار بار ذکر فرمایا۔ تورات، زبور، انجیل میں لکھا ہے کہ نبی امی، شاہد و مبشر و نذیر اور حرزاً اللامیین ہوں گے اور آپ ﷺ تند خو، سخت مزاج، درشت کلام، بداخلاق اور غلیظ وقلب نہیں ہونگے۔ اور بازاروں میں آواز کرنے سے آپ نفرت ظاہر فرمائیں گے۔ رب العٰلمین، آپ ﷺ کو دنیا سے اس وقت تک نہیں بلائے گا جب تک کے آپ کے ذریعے

ووسیلے سے اوران لوگوں کو مومن کامل، عاشق صادق، زاہد و عابد نہ بنالے جن کی آنکھیں اندھی، کان بہرے اور دل سیاہ ہیں۔ اس پیارے امی لقب کا لباس، سکینت وتقویٰ۔ اس کی جان، صدق وصفہ، اس کی طبیعت، حلم وعفواس کا خلق، عدل وانصاف۔ اس کی سیرت، رشد وہدایت۔ اور اسم پاک احمد ہوگا اور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ہر ایک کا فرض اول ہوگا۔ (جواہر البحار)

۷۸۔ افضل ورسل حبیب خدا رسول اکرم ﷺ کا مرتبہ ملاحظہ فرمایئے آپ ﷺ کی افضلیت کی طفیل آپ ﷺ کی امت کو ایک رات کی عبادت پر ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ کا ثواب ملے گا اور مولیٰ کریم وہ مراتب ودرجات ایک رات کے اعوض امت مرحومہ کو عنائت کرتا ہے جو پہلی امتوں کو ہزار ماہ کی عبادت پر عطا نہیں فرماتا۔

آیہ شریفہ:

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (سورۃ القدر:۳)

(شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے) اس پر صریح دلیل ہے۔

مروی ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی امتوں کی عمریں لمبی لمبی ہوتی تھیں اور وہ عبادت واطاعت الٰہی میں بھی اپنی عمر کا کثیر حصہ خرچ کرتے تھے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کا شمعون نامی ایک عابد وزاہد ایک ہزار ماہ تک مسلسل اس طرح عبادت کرتا رہا ہے دن کو روزے رکھتا اور کافروں کے ساتھ جہاد کرتا تھا۔ رات کو نماز و نوافل میں گزارتا تھا۔ صحابہ اکرام کو شمعون کا حال سن کر شاک گزرا اور بارگاہ رسالت معآب ﷺ میں عرض گزار ہوئے کے یارسول اللہ! یہ شرافت وعظمت ہمیں کس طرح نصیب ہوسکتی ہے جبکہ ہماری عمریں ہی ساٹھ ستر برس کے درمیان ہوتی ہیں اور پھر ہماری عمریں بھی اس طرح گزرتی ہیں ایک حصہ تو نیند میں، دوسرا طلب معاش میں اور تیسرا

حصہ بیماری، سستی اور کوتاہی میں گزر جاتا ہے اب ہم عبادت کریں تو کس وقت؟ نفل گزاریں تو کس طرح؟ صحابہ اکرام کی یہ باتیں سن کر حبیب خدا محمد مصطفی ﷺ کو بھی غم و حزن پیدا ہوا تو اس وقت خداوند عالم نے اپنے حبیب ﷺ کو تسلی دینے کے لیے آیت شریف لیلۃ القدر خیر المن الفی شہر (سورۃ قدر ۳) نازل فرما کر واضح فرما دیا کہ اگرچہ تمہاری عمریں تھوڑی ہیں اور پہلی امتوں کی زیادہ ہیں لیکن ہم تم کو ان کے عوض ایک ایسی رات عنایت فرماتے ہیں کہ اس ایک رات کی عبادت کا اجر و ثواب اس سے بڑھ کر ہے جو پہلی امتوں کو ایک ہزار ماہ کی عبادت یا مشقت پر نصیب ہوتا ہے، تم غمگین و مخزون کیوں ہوتے ہو؟ ہم کو یہ منظور نہیں کہ ہم اپنے حبیب ﷺ اور اس کی امت کو غمگین دیکھیں اور پھر اس کا سہل طور پر تدارک نہ فرمائیں۔ سبحان اللہ!

اَللّٰھمَّ صَلِّ علیٰ مُحمّدٍ وَّ علیٰ آلِ مُحمَّد

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دن خیال آیا کہ میری امت کی عمریں چھوٹی ہیں اور پہلی امتوں کی عمریں لمبی لمبی ہوتی تھیں۔ اس لحاظ سے امم سابقہ کی عبادات زیادہ ہوں گی اور میری امت کی عبادتیں کم ہوں گی، لہٰذا قیامت کے روز دوسری امتوں کے سامنے میری امت کو شرمندہ و رسوا ہونا پڑے گا۔ مقام افسوس ہے کہ میری طرف منسوب ہو کر اس کو یہ خجالت اٹھانی پڑے۔ آپ ﷺ اس خیال سے غمناک ہوئے اور آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر غم و فکر کے آثار ہویدا ہوئے تو اس وقت مولیٰ حقیقی نے یہ آیہ شریفہ نازل فرما کر اپنے حبیب پاک ﷺ کو تسلی دی کہ تم کیوں گھبراتے ہو۔ اس کا علاج و تدارک ہمارے ذمہ ہے۔ جاؤ! ہم تمہاری امت کو ایک رات کی عبادت پر ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ اجر و ثواب دیں گے۔ (تفسیر عزیزی)

۷۹۔ علامہ بغویؒ نے معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند کے ساتھ لکھا ہے کہ لوح محفوظ میں جو پہلی عبارت لکھی ہوئی ہے، وہ یہ ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ دِیْنُہُ الْاِسْلَامُ وَمُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَصَدَّقَ بِوَعْدِہٖ وَاتَّبَعَ رَسُوْلَہٗ اَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ۔

"معبود برحق ایک ہے اور اس کا پسندیدہ دین' دین اسلام ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے سچے رسول ہیں پس جو شخص اللہ عزوجل کے ساتھ ایمان لائے گا اور اس کے وعدوں کو برحق جانے گا اور اس کے محبوب حضرت رسول اکرم ﷺ کی تابعداری کرے گا تو پھر خالق دو جہان مالک جن وانسان اس کو جنت میں داخل کرے گا۔"

ناظرین! اس حدیث شریف سے نتیجہ آپ نکال لیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے ہوتے ہوئے مولیٰ حقیقی نے لوح محفوظ کو متبرک و متیمن بنانے کے لیے اپنے نام کے بعد سب سے پہلے اپنے حبیب ﷺ کا ہی نام مبارک لکھنا پسند فرمایا ہے۔

۸۰۔ امام احمدؒ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر میرے مولیٰ کریم نے یہ خاص طور پر عنایت کی کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل کئے جائیں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا' جب مجھے یہ خصوصیت عطا فرمائی گئی تو میں نے دربار خداوندی میں عرض کی کہ ستر ہزار تھوڑے ہیں۔ کچھ اور عنایت و مہربانی چاہیے! حکم ہوا کہ ہم ستر ہزار میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار کو بغیر حساب کے تیری امت میں سے جنت میں داخل کر دیں گے۔ (جن کی مجموعی تعداد چار ارب نوے کروڑ ہوتی ہے)

حضرات گرامی قدر! یہ مرتبہ علیا اور یہ خصوصیات عظیم الشان ہمارے حبیب ﷺ کے سوا اور کسی نبی ورسول کو نصیب نہیں ہوئیں۔ اب فضیلت کا پتہ وانداز ہ آپ لگالیں۔

۸۱۔ حبیب خدا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی رفعت شان اور عظمت قدر دیکھئے کہ خالق دو جہاں نے امم سابقہ میں سے کسی امت کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم نبی وقت کی آواز پر اپنی آواز کو بھی بلند نہ کرو، ورنہ تمہارے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جائیں گے اور تم اسی طرح خالی ہو جاؤ گے جس طرح پہلے تھے۔ لیکن حضور سید عالم ﷺ کی عزت وعظمت اس قدر منظور ہے کہ اہل اسلام کو حکم ہو رہا ہے کہ تم کسی بھی قول وفعل میں میرے محبوب ﷺ سے پیش قدمی نہ کرو، اگر کوئی شخص حضور ﷺ سے مسئلہ پوچھے تو تم پہلے ہی پیش قدمی کر کے جواب نہ دو۔ اگر کھانا حاضر ہو تو آپ ﷺ سے پہلے کھانا شروع نہ کرو۔ اگر آپ ﷺ تم میں سے کسی کے مکان کی طرف تشریف لے جائیں تو تم بے ادب بن کر آگے نہ چلو۔

الغرض جب تک آپ ﷺ کسی قول وفعل میں ابتدا نہ کریں تب تک تم پر لازم ہے کہ نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ ﷺ کا انتظار کرتے رہو نیز جب تم بارگاہِ رسالت ماب ﷺ میں حاضری دو تو بات کرتے وقت تمہاری آواز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے ورنہ تمہاری تمام عمر کی نیکیاں ضائع ہو جائیں گی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥ (پارہ

۲۶ سورہ الحجرات آیت ۱، ۲)

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو' بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے' اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو' کہ کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جاویں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔''

لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ کے بعد صحابہ کرام، حضور سید عالم ﷺ کی مجلس میں اس قدر آہستگی سے کلام کرتے تھے کہ محبوب خدا ﷺ کو دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ بلکہ بعض صحابہ نے تو یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں آنا ہی چھوڑ دیا تھا کہ کہیں ہماری آواز آقا و مولا ﷺ کی آواز مبارک سے بلند نہ ہو جائے تو ہماری ساری عمر کا ساختہ پرداختہ ہی ضائع نہ ہو جائے۔ جب حضور سید عالم ﷺ کو ان صحابہ کرام کی غیر حاضری معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کو بلوا بھیجا اور فرمایا کہ تم کیوں حاضر نہیں ہوتے ہو؟ عرض کی کہ ہم لوگ پیدائشی طور پر جہیر الصوت واقع ہوئے ہیں' جس وقت سے یہ آیہ شریفہ سنی ہے' ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ ﷺ کی آواز پر ہماری آواز بلند ہو کر ہمارا ستیاناس ہی نہ کر دے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَسْتَ هُنَاكَ یعنی تم اس کے اہل نہیں ہو۔ تم ایمان کامل کے ساتھ زندہ رہو گے۔ اور ایمان پر ہی تمہارا خاتمہ ہوگا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ مسجد نبویؐ میں ابو جعفر منصور عباسی خلیفہ نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے مناظرہ کیا تو مناظرہ میں خلیفہ منصور کی آواز بلند ہو گئی۔ امام مالک نے فرمایا، خلیفہ! اپنی آواز کو مسجد میں پست کرو' کیا تم کو خداوند عالم کا حکم معلوم نہیں کہ میرے حبیب خدا ﷺ کے دربار میں اپنی آواز کو

بلند نہ کرو ورنہ تمہارے اعمال ضبط ہو جائیں گے۔ اور ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو حضور ﷺ کی بارگاہ میں بلند آواز سے گفتگو کرتے تھے اور ان لوگوں کی مدح کی گئی ہے جو حضور ﷺ کی ''بارگاہ بیکس پناہ'' میں اپنی آواز کو پست کرتے تھے۔ امام مالکؒ نے کہا کہ جس طرح حضور سید عالم ﷺ دنیا میں پہلے زندہ تھے' بالکل اسی طرح اب بھی ہیں، جن کے آداب کے بجالانے کی ہمیں پہلے ہدایت تھی وہ اب بھی ہے اور جس عزت و حرمت کا مدنظر رکھنا پہلے فرض تھا وہ اب بھی ہے۔ خلیفہ منصور یہ سن کر سہم گیا اور بالکل خاموش ہو گیا۔

علامہ اسمٰعیل حقیؒ اپنی تفسیر ''روح البیان'' میں لکھتے ہیں کہ علمائے ربانی، حضور سید عالم ﷺ کے وارث ہیں۔ اس لیے اہل اسلام کے لیے ضروری ہے کہ ان کی مجلس میں انہی آداب کو پیش نظر رکھیں جو ان کے مورث کے دربار میں بجالائے جاتے تھے۔

صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ پہلے وقتوں میں جب کوئی جوان آدمی کسی بوڑھے شیخ کے آگے ہو کر چلتا تھا تو خداوند عالم اس کو زمین میں غرق کر دیتا تھا کہ اس نے کیوں بوڑھے شیخ کی بے ادبی کی ہے، اس لیے اہل اسلام کو اب بھی لازم ہے کہ علماء، صلحاء، وارث انبیاء کے آگے ہو کر نہ چلیں ورنہ بے ادبوں کے زمرہ میں شمار ہو گا اور ''بے ادب محروم ماند از لطف رب'' کا مصداق بننا پڑے گا۔ حضرت ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ اس حال میں دیکھا کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے آگے جا رہا تھا' آپ ﷺ نے بلا کر فرمایا، کیا تو اس شخص کے آگے ہو کر چلتا ہے جو دین اور دنیا میں تجھ سے بڑھ کر ہے اور تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جس سے اکرم و افضل انبیاء کرام کے سوا، سورج اور چاند نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا اور نہ دیکھے گا۔

۸۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صادق و مصدوق حبیب خدا ﷺ نے فرمایا! اَللّٰہُ یُعْطِیْ وَ اَنَا قَاسِمٌ" (اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں)۔ یعنی دنیا میں جو کچھ مال اور رزق اور علم اور حکومت و بادشاہی و انتظام ملک و خیرات وغیرہ وغیرہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے وہ سب کچھ میری معرفت تقسیم ہوتا ہے اور میں ہر ایک چیز اور ہر ایک منصب کو مناسب موقع دیتا ہوں کیونکہ میرا نام قاسم اور میری کنیت ابوالقاسم ہے۔

حضرات گرامی قدر! یہ منصب جلیل اور فخر عظیم آج تک ہمارے رسول اعظم و افضل ﷺ کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے ہی سردار اور ہمارے ہی مقتداء و رہنما حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب حضرات انبیاء کرام سے اشرف و افضل ہیں۔

۸۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا عُرِضَ عَلَیَّ الْاَنْبِیَآءُ یعنی شب معراج مجھ پر تمام انبیائے کرام پیش کیے گئے ۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہ شنوہ میں سے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ میرے مشابہ تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو وہ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم شکل تھے۔

اس حدیث شریف میں دیکھنا یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عُرِضَ عَلَیَّ الْاَنْبِیَاءُ فرمایا، عُرِضْتُ عَلَیْھِمْ نہ فرمایا۔ اس کی حکمت کیا ہے؟ علامہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ ہمارے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام "سلطان الانبیاء" ہیں۔ اسی لیے جملہ انبیائے کرام، آپ کے حضور پیش کیے گئے، نہ کہ

ہمارے نبی ﷺ کو حضرات انبیاء کرام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ تمام حضرات انبیائے کرام لشکر کی مانند ہیں اور حبیب خدا سرور انبیا ﷺ بادشاہ ہیں، جن کے سامنے لشکر پیش ہوتا ہے اور آپ ﷺ معائنہ فرماتے ہیں۔ بدیں وجہ بعض عارفوں نے لکھا ہے کہ تمام حضرات انبیاء کرام مقدمۃ الجیش ہیں اور حضور سید عالم ﷺ قلب لشکر ہیں جو کہ بادشاہ کی جگہ ہوتی ہے۔ اور اولیائے امت، قیامت تک ساقہ ہیں جبکہ باقی تمام انسان وملائکہ میمنہ ومیسرہ ہیں۔

علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے آپ ﷺ کی عظمتِ شان و افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ اگر فہم سلیم سے کام لیا جائے تو علامہ صاحبؒ کی یہ بات بالکل درست اور سچ ثابت ہوتی ہے۔ ذرا سے سوچنے اور سمجھنے سے حق واضح ہو جائے گا۔

۸۴۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے دور میں شیاطین مسلسل آسمانوں پر جاتے تھے اور وہاں کی خبریں لا کر کاہنوں کو پہنچاتے اور کاہن لوگوں کو کچھ سچی اور جھوٹی باتیں بتلا کر گمراہ کرتے تھے۔ ہمارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے وقت شیاطین میں تہلکہ مچ گیا تھا اور ان کو آسمان پر جاتے وقت ستارے انگاروں کا کام دینے لگے۔ شیاطین حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے اور ہماری آمد ورفت یکا یک کیوں بند ہوگئی؟ آخر تلاش کرنے سے انہیں پتہ چل گیا کہ محبوب خدا سرور انبیا ﷺ تشریف لے آئے ہیں جن کی عزت وحرمت کے باعث ہمارا آسمانی خبروں کا چرانا بند ہو گیا ہے اور ہم پر آگ برسنی شروع ہوگئی ہے۔

تفسیر ابن مخلد میں لکھا ہے کہ شیطان جس قدر رنج وغم کے ساتھ زندگی میں چار دفعہ رویا اور پیٹا ہے ایسا کبھی نہیں رویا۔

اول: جس وقت بوجہ نافرمانی اس کے گلے میں لعنت کا طوق پہنایا گیا۔

دوم: جس وقت آسمانوں سے اتارا گیا تھا۔

سوم: جس وقت محبوب خدا سرور انبیاء حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔

چہارم: جس وقت رسول اکرم ﷺ پر فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی تھی۔ ایک شاعر نے حضور سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت شیطان کے رونے کو اس شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

لِمَوْلِدِهٖ قَدْ رَنَّ اَبْلِیْسُ رَنَّةً

فَسُحْقاً لَهٗ، مَا یُفِیْدُ رَنِیْنَهٗ

"حضرت رسول اکرم ﷺ کی پیدائش کے وقت شیطان چیخا اور چلایا، اس کے لیے ہلاکت اور دوری ہو۔ اس کو چیخنا اور چلانا کیا مفید ہو سکتا ہے۔"

علامہ عطاء الخراسانی نے لکھا ہے کہ جس وقت آیہ شریفہ:

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (سورۃ نسا: ۱۱۰)

"اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کر لے، پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔"

نازل ہوئی تو اس وقت بھی شیطان نے ایک ایسی دردناک چیخ ماری کہ تمام روئے زمین سے شیطان کا لشکر جمع ہو گیا۔ دریافت کیا کہ تم نے ایسی دردناک چیخ کیوں ماری؟ شیطان نے کہا کہ آج مجھ پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو اس سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھی۔ پوچھا گیا کہ کونسی مصیبت؟ کہنے لگا کہ یہ آیہ شریفہ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا نازل ہوئی ہے جس نے میری کمر کو توڑ ڈالا ہے اور میرے حوصلہ کو پست کر دیا

ہے کیونکہ میں امت محمدیہ کے لیے معاصی کو مزین کر کے اس کو اپنی حسب منشا چلانے کی
کوشش کرتا رہا۔ اس آیت نے میرے کاروبار کو تہ و بالا کر دیا ہے۔ کیونکہ امت محمدیہ گناہ
کرنے کے بعد جب استغفار کرے گی تو میری کوشش ضائع ہو جائے گی اور وہ سب بخشی
جائے گی۔ مجھے یہ ایسا صدمہ پہنچا ہے کہ کبھی نہیں پہنچا تھا۔ اچھا! اب میں اس امت کے
افراد کو اس طرح گمراہ کروں گا کہ بدعات کو ان کے سامنے مزین کر کے پیش کروں گا۔
اور وہ ان کو دین بنا کر اس پر عمل کریں گے اور اس سے توبہ و استغفار نہ کریں گے کیونکہ وہ
بدعات کو دین سمجھیں گے۔

لکھا ہے کہ شیطان نے نزول آیت کے بعد اپنے لشکر سے مشورہ لیا تھا کہ
امت محمدیہ کو گمراہ کرنے اور صراط مستقیم سے ہٹانے کے لیے کیا حیلہ کیا جائے؟ سوچو اور
بتلاؤ، تمام لشکر حیران و پریشان تھا اور سوچتا تھا کہ کیا کیا جائے۔ پھر شیطان رجیم نے خود
ہی کہا کہ میں نے سوچا ہے کہ یہ امت خیر الامم ہے۔ اس کو بہکانے کا یہی ایک طریقہ
معلوم ہوتا ہے کہ بدعات کو دین بنا کر اس کے سامنے پیش کیا جائے، وہ دین سمجھ کر
بدعات پر عامل ہوگی اور توبہ و استغفار کا نام نہ لے گی، وہ گمراہ ہوگی اور ہمارا مقصد پورا
ہوگا۔ سب نے سن کر مرحبا اور آفرین کہا۔ جاننا چاہیے کہ شیطان ہمارا دیرینہ دشمن ہے،
یہ شب و روز اسی کوشش میں رہتا ہے کہ افضل الرسل کی امت کے اعمال خراب و خستہ
ہوں اور قیامت کے دن یہ سب کے سامنے رسوا ہو۔ اس لیے اس سے آگاہ رہو اور ہر
وقت توبہ و استغفار سے کام لے کر اس سے دھوکا نہ کھاؤ۔ یہ ہر حیلہ بہانہ سے تم کو تکلیف
دینے کی سعی کرتا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ لَا
حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

(خصائص کبریٰ، جواہر البحار)

۸۵۔ علامہ ابوالحسن جمال فیقیہ شافعیؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ افضل و اعلیٰ ہیں یا کہ حضرت موسیٰ علی السلام؟ آپ نے فرمایا، حضور سید عالم محمد مصطفیٰ محبوب خدا ﷺ افضل و اشرف ہیں۔ سائل نے کہا، اس دعویٰ پر دلیل کون سی ہے؟ فرمایا خداوند عالم جل جلالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اپنی ذات کے مابین ''لام'' ملک کالاکروَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ (اور میں نے تم کو خاص اپنے واسطے بنایا) قرآن میں فرما کر فرق واضح کر دیا ہے اور حضرت رسول اکرم ﷺ کی شان میں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ (سورۃ الفتح:۱۰)

''جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

نازل فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ کلیم قائمقام وصف ہے اور حبیب قائمقام ذات ہے۔ اب جو فرق ذات اور وصف میں ہوتا ہے وہی فرق ان دونوں حضرات میں موجود ہے (جواہر مجاز)

۸۶۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک نصرانی، مصر میں آیا۔ اس نے کہا کہ میرا ایک شبہ ہے، وہ اگر دور ہو جائے تو میں صدق دل سے مسلمان ہو جاؤں گا۔ دارالحدیث کاملیہ میں حضرات علماء اکرام جمع ہوئے۔ شیخ عزالدین بن سلام جواب دینے کے لیے تیار ہوئے۔ نصرانی نے کہا، متفق علیہ افضل ہوتا ہے یا مختلف فیہ؟ شیخ عزالدین نے کہا کہ متفق علیہ افضل ہوتا ہے۔ نصرانی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ہمارا ایمان اور تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے اور حضرت رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے بعد ہم کو اختلاف ہے۔ اہل اسلام تو آپ ﷺ کو رسول برحق تسلیم و

یقین کرتے ہیں اور نصرانی، آپ ﷺ کو رسول و نبی تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے تمہارے قول کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام افضل و اعلی ہیں۔

شیخ عز الدینؒ یہ جواب سن کر سر نیچے کر کے سوچنے لگے، یہاں تک کہ دیر ہو گئی اور مسلمان گھبرانے لگے۔ پھر شیخ، نصرانی کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو تم تسلیم کرتے ہو یا نہیں؟ اس نے کہا، ہاں فرمایا حضرت عیسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خوشخبری سنائی تھی کہ میرے بعد ایک عظیم الشان رسول آئے گا، جس کا اسم گرامی احمد ہو گا ہمارے قرآن شریف میں اس کی تصدیق بایں الفاظ میں موجود ہے:

وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ

''اور خوشخبری سناتا ہوا ان رسول کی جو میرے بعد تشریف لائیں گے، ان کا نام احمد ہے۔ (پارہ ۲۷ سورۃ الصف، آیت: ۲)

اس لیے تم پر لازم ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے فرمان کی اتباع یا پیروی کرو اور جس محبوب ﷺ کی خوشخبری سنا گئے ہیں، ان پر صدق دل سے ایمان لا کر نجات خداوندی حاصل کرو کیونکہ اپنے سے افضل و اشرف کی خوشخبری لوگوں کو سنائی جاتی ہے۔

ہم اہل اسلام تو مطابق خوشخبری حضرت عیسیٰ علی السلام، حضرت رسول اکرم ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں۔ اب تم بھی مبشر و افضل کے غلام بن جاؤ۔ نصرانی نے اس وقت اہل اسلام کے روبرو کلمہ شہادت پڑھا اور صدق دل سے مسلمان ہو کر حضرت رسول اکرم و افضل علیہ الصلوۃ والسلام کی افضلیت کا قائل ہو گیا (جواہر الجار فی فضائل النبی المختار)

۸۷۔ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ.

''میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو گی''

یہ خصوصیت اور یہ شرف وفضیلت ہمارے نبی افضل الرسل ﷺ کی امت کے سوا اور کسی نبی کی امت کو عطا نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ جس کی امت، اوصاف ومحاسن میں باقی امتوں (امم سابقہ) سے ممتاز ہے تو اس امت کا سردار بھی ایک وصف وخوبی میں تمام انبیائے کرام سے اشرف واعلیٰ ہے۔

۸۱۔ قرآن مجید فرقان حمید خبر دے رہا ہے کہ حبیب خدا ﷺ کی امت عادل اور صاحب خیر ہے بدیں وجہ قیامت کے دن باقی امتوں پر گواہی دے گی۔

كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ پارہ ۱، سورۃ بقرہ :۱۴۳) اس معنی کی دلیل ہے۔

مروی ہے کہ انبیائے سابقین کی امتیں خداوند عالم کے حضور میں کہیں گی کہ ہم کو تیرے احکام سے باخبر نہیں کیا گیا اور ہمارے پاس تیری طرف سے کوئی رسول نہیں پہنچا ہمارے پاس کوئی مبلغ نہیں آیا جس کی تبلیغ ہو۔ ہم بے گناہ ہیں اس لیے ہمیں معافی دی جائے۔

تمام انبیائے کرام حاضر ہوں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تیرے احکام کی تبلیغ کرکے ان لوگوں کو بار بار تیری رضامندی اور ناراضگی سے واقف کیا۔ انہوں نے ہماری مخالفت کی ہمارا مذاق اڑایا اور تیری قدوسیت پر دھبہ لگایا۔ ہمیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور تبلیغ کو بالکل نہ پسند کیا۔ بارگاہ عالی سے حکم ہوگا، شاہد پیش کرو کہ واقعی تم نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے۔ انبیائے کرام حاضر ہوں گے کہ ہماری طرف سے شاہد امت محمدیہ ہے۔ امت محمدیہ حاضر ہوگی اور شہادت دے گی کہ حضرات انبیائے عظام سچے ہیں۔ انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا تھا اور تیرے احکام کی ان لوگوں کو تبلیغ کر دی تھی۔ لیکن انہوں

نے ان کو تسلیم نہ کیا بلکہ الٹی تکلیفیں پہنچائی تھیں۔

امم سابقہ اعتراض کریں گی کہ ہمارے دور میں تو امت محمدیہ موجود ہی نہ تھی لہذا ان کی شہادت قابل تسلیم نہیں، ان کو کیسے خبر ہے کے ہم نے ان کی نافرمانی کی تھی۔ امت محمدیہ کہے گی کہ ہم کو قرآن شریف نے بتلایا ہے اور مولیٰ حقیقی نے بزبان رسول اکرم وافضل ﷺ ہمیں آگاہ کیا ہے کہ پہلی امتوں کے پاس رسول پہنچے تھے لیکن امتوں نے نافرمانی کی تھی۔ مولیٰ حقیقی اور رسول اکرم ﷺ اور قرآن مجید صادق ہیں، اس لیے ہمیں یقین ہے کہ ان کی خبر صادق ہے اور مطابق واقع ہے۔ پھر عدالت اور تزکیہ امت محمدیہ کی ضرورت پڑے گی تو حضرت رسول اکرم شفیع الوریٰ ﷺ تشریف لاکر فرمائیں گے کہ میری امت عادل ہے، اس کی شہادت قابل قبول ہے۔ بعدہ، فیصلہ انبیائے کرام کے حق میں ہوگا اور امتیں ذلیل ورسوا ہوں گی۔

اس تمام واقعہ سے بھی امت محمدیہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ فضیلت، امت کو افضل الرسل ﷺ کی عنایت ومہربانی سے عطا ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس امت مرحومہ کا نبی رحیم بھی سب امتوں کے مبلغین سے افضل واشرف ہے۔

۸۹ عصمت انبیاء کرام اعتقادی اور یقینی مسئلہ اور حسنات الابرار سیئات المقربین بھی جملہ مصدقہ ہے۔ اسی بنا پر خداوند تعالی جل جلالہ، نے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں سورۃ فتح کی ابتدا میں امت کے غفران ذنوب کا حکم سنا کر واضح کردیا ہے کہ شان اور عظمت کا کوئی اور نبی ورسول نہیں ہے۔

حضرات! آپ تحقیق کی نظر سے دیکھیں گے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ فضیلت ہمارے حبیب کے سوا کسی اور پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی۔ قطعیت کے ساتھ کسی نبی کی امت کو کسی کتاب میں غفران ذنوب سے موصوف نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اعتقاد کے

لحاظ سے سب حضرات انبیاء معصوم ہیں لیکن مولیٰ حقیقی نے ہمارے نبی رحیم ﷺ کے سوا کسی کو بھی امت خاص سے مزین نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آپ ہی سرور انبیاء اور تاج اصفیاء ہیں۔ آپ ہی محبوب خدا اور کلی طور پر افضل الرسل ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ عظیم الشان مرتبہ کے باوجود حضور سید عالم ﷺ دن میں ستر ستر دفعہ استغفار کیوں پڑھتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا استغفار پڑھنا آپ کے کمال کو نقصان نہیں پہنچاتا اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ گنہگار ہونے کے بعد استغفار پڑھتے تھے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ استغفار سے انسان کو اجر عظیم اور ثواب فخیم دیا جاتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ استغفار پڑھتے تھے۔ دوم۔ امت کو تعلیم دینی مقصود تھی۔ سوم حبیب خدا ﷺ ہر لحظہ، ہر آن میں مقامات عالیہ کی طرقی کرتے تھے۔ جب حضور سید عالم ﷺ مقام سابق کو مقام لاحق کے لحاظ سے غیر کامل اور ناقص دیکھتے تھے تو اس وقت آپ مقام سابق سے استغفار پڑھتے تھے اور مقام عالی کے طالب نظر آتے تھے۔

۹۰۔ حبیب خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میں ہی قبر سے نکلوں گا اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور میری سفارش سب سے پہلے قبول ہوگی۔ اور خاص کر میرے ہاتھ میں ہی حمد کا جھنڈا ہوگا اور مقام وسیلہ میرے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن جس وقت سب لوگ بے ہوش ہوں گے تو اس وقت صرف میں ہی ہوش میں ہوں گا۔ اور میرا حشر ستر ہزار فرشتوں کے درمیان ہوگا جو میری قبر پر استغفار و درود شریف کا وظیفہ کرنے پر مامور ہیں۔ اور خصوصیت کے ساتھ براق میری سواری کے لیے مقرر ہوگا۔ جنت میں خاص طور پر مجھے ہی دو حلے مقام خاص پر پہنائے جائیں گے اور میرے نام کی تشہیر کی جاوے گی اور عرش کی دائیں طرف کھڑے ہونے کے لیے مجھے ایسا مقام دیا جائے گا کہ اور کسی کو اس مقام خاص کا ملنا نا

ممکن ہے۔ وہ ایسا مقام ہے۔ جس میں اولین وآخرین مجھ پر رشک کریں گے۔ میں ہی حشر کے دن انبیاء کا امام ہوں گا اور میں ہی ان کا خطیب اور قائد ہوں گا اور میں ہی سب سے پہلے خداوند عالم کا دیدار کروں گا اور میرے لیے سب سے پہلے سجدہ کرنے کا حکم ہوگا اور سب سے پہلے سجدہ سے میں ہی سر اٹھاؤں گا اور مجھ سے تبلیغ رسالت پر کوئی شاہد طلب نہیں کیا جائے گا اور مجھے چھ شفاعت کرنے کا فخر دیا جائے گا۔ اول، شفاعت عظمیٰ فصل قضا میں۔ دوم، شفاعت کے میری امت سے جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں۔ سوم، شفاعت ان مسلمان گنہ گاروں کی جو مستحق نار ہیں کہ وہ دوزخ میں داخل نہ ہوں۔ چہارم، شفاعت کفار کی کہ ان سے عذاب ہلکا کیا جاوے۔ پنجم، شفاعت کہ مشرکوں کے چھوٹے بچے عذاب میں نہ ڈالے جائیں۔ ششم، شفاعت کہ اہل ایمان جنت میں درجات ومراتب بلند ہوں (خصائص کبریٰ)

۹۱۔ محبوب خدا رسول اعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے مکہ مکرمہ میں کسی کو بھی لڑائی کرنے کی اجازے نہیں دی گئی تھی اور نہ ہی کسی کو پہلے یہ حکم ہوا کہ وہ بغیر احرام خانہ خدا میں داخل ہو۔ مجھے تھوڑی دیر کے لیے خصوصیت کے ساتھ یہ اجازت دی گئی ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے ساتھ داخل ہو کر کفار کے ساتھ جہاد کروں۔ ناظرین! یہ شرفت وفضیلت بھی ہمارے نبی رحیم کے سوا اور کسی رسول و نبی کو عطا نہیں ہوئی تھی۔ (خصائص کبریٰ)

۹۲۔ والی دوجہاں مالک جن وانس حضرت محبوب خدا علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ خاص مرتبہ ہے کہ آپ کسی امتی کو بلائیں تو وہ فوراً لبیک کہے اگرچہ وہ نماز میں ہی کیوں نہ ہو۔ بخاری شریف میں مرقوم ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے سعید بن معلیٰ کو بلایا تو وہ خاموش رہے۔ تھوڑی دیر بعد حاضر خدمت ہوئے تو حضور ﷺ نے استغفار فرمایا کہ تم نے میری

آواز کا جواب کیوں نہیں دیا؟ عرض کیا، میں نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا، کیا تجھے معلوم نہیں کے خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اسْتَجِیْبُوْ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِذَا دُعَاکُمْ (اے ایمان والو! جب تمہیں اللہ اور رسول بلائیں تو تم ان کو جواب دو" یعنی حاضر ہو جاؤ۔ (پارہ:۹ سورۃ الانفال آیت ۲۴) قارئین کرام! خیال فرمائیں کہ حبیب خدا ﷺ کی عظمت کس قدر ہے؟ (مدارج النبوہ، شفاء شریف مواہب لدنیہ وغیرہ)

۹۳۔ یوم الحساب کو رب قہار جب اپنی قہاری کی تجلی دکھائے گا تو سب حضرات انبیائے کرام و رسل عظام نفسی نفسی کا مظاہرہ کریں گے۔ وہاں صرف ایک ہی ذات رؤف و رحیم حریص علیکم کی جلوہ افروزی ہو گی جو اپنی ذات کو چھوڑ کر امتی امتی کی آواز دے گی اور امت مرحومہ کو اپنی جان پر ترجیع دے گی۔ اس فضیلت اور اس مرتبت کا انسان کامل تلاش کریں گے تو ہمارے نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے سوا کوئی نہیں ملے گا۔ ناظرین! آپ کے خیال میں امت کا ایسا ہمدرد اور خیر خواہ اور پھر اس پر حریص کوئی اور نبی موجود ہو تو آپ نام لیں تا کہ ہم بعد از موازنہ فیصلہ کریں کہ یوم الحشر کو امت کا وظیفہ کون پڑھ رہا ہے اور اپنے نفس کو کون یاد کر رہا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۹۴۔ خداوند عالم کو تمام انبیاء میں سے اپنے حبیب پاک ﷺ کی جس قدر عزت و حرمت مدنظر ہے، کسی اور کی نہیں۔ قیامت تک سب اہل اسلام کو حکم دیا گیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی آل و اولاد سے محبت و مودت رکھیں۔ یہ مرتبہ اور شرف کسی اور نبی کی اولاد کو نہیں بخشا گیا۔ بات یہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ آنحضرت کو تعلق ہے، اس کے ساتھ محبت رکھنا اہل ایمان کا فرض ہے۔ حبیب خدا محمد مصطفی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم عرب کے ساتھ محبت رکھو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن عربی ہے اور اہل جنت کی زبان

عربی ہوگی ۔ معلوم ہوا کے افضل الرسل کی شرافت وفضیلت مالک دو جہاں کو اس قدر منظور ہے کہ حبیب خدا ﷺ کے عربی ہونے کے باعث اہل جنت کی بولی بھی عربی مقرر فرمادی حالانکہ دنیا میں ہزاروں زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن خالق کل کو جس قدر عربی کے ساتھ خاص تعلق ہے کسی اور زبان کے ساتھ نہیں۔ اگر ہوتا تو ضرور اہل جنت کی وہی زبان مقرر ہوتی۔ از لنیس فلنیس (جب ایسا نہیں ہے تو پس نہیں ہے)۔

۹۵۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ ذَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

دوسری جگہ یہ الفاظ ہیں۔

مَنْ ذَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔

ایک تیسری حدیث میں یوں وارد ہے۔

مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ

جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی پس تحقیق اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

یہ خصوصیت اور یہ مرتبہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے سوا کسی اور کو نہیں بخشا گیا کہ قبر کی زیارت سے شفاعت واجب ہو اور قبر کی زیارت گویا اہل قبر کی زیارت متصور ہو اور زیارت نہ کرنے والا ظالم ثابت ہو، آگے کسی اور نبی کی زیارت میں ایسے الفاظ وارد ہوئے ہوں تو پیش کیے جائیں تا کہ معلوم ہو کہ باعتبار مرتبت ومنزلت سب مساوی ہیں یا مختلف۔

۹۶۔ آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ نبوت کا ختم ہونا اس کے کمال کی نشانی ہے یعنی نبوت میں جن اوصاف حسنہ اور اخلاق حمیدہ کی کمی رہ گئی تھی ان کو ہمارے نبی اکرم ﷺ نے تشریف لا کر پورا کیا ہے حبیب خدا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

میں اس لیے معبوث ہوا ہوں تا کہ مکارم اخلاق کو تکمیل تک پہنچاؤں۔

معلوم ہوا کے حضرات انبیاء اکرام کی بعثت کے زمانہ میں مکارم اخلاق غیر مکمل رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو اس لیے بھیجا گیا تا کہ آپ مقام اخلاق کی کماحقہ تکمیل کریں۔

بعض حضرات علماء اکرام نے لکھا ہے کہ تکمیل مکارمہ اخلاق کا معنی یہ نہیں ہے کہ جو اخلاق برگزیدہ باقی رہ گئے تھے، رسول اکرم ﷺ صرف ان سے ہی موصوف تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جن مکارم اخلاق کے تمام حضرات انبیائے کرام مالک تھے، ان سب سے بمع بقیہ مکارم اخلاق، حضور سید عالم ﷺ مزین تھے۔

جدا جدا تمام وصف جو انبیاء میں تھے وہ سب کے سب جد شہ قربلا میں تھے

قارئین حضرات! جن اوصاف حمیدہ، اخلاق جمیلہ، شمائلہ حسنہ، خصائل برگزیدہ مکارم اخلاق سے انبیائے کرام خالی تھے وہ سب کے سب حضور ﷺ میں پائے جاتے تھے اور آپ ہر طرح سے کامل و مکمل تھے۔ ختم نبوت کا یہی معنی ہے کہ نبوت آپ کے ذریعے سے تکمیل کو پہنچ گئی۔ بعد اس تکمیل کسی مصنوعی، جعلی، افترا پرداز دجال کا دعویٰ نبوت کرنا قرآن اور حدیث کا انکار ہے۔ اگر کوئی شخص ختم نبوت سے واقفیت رکھنے کے باوجود دعویٰ نبوت کرے تو اس کے کفر میں رائی برابر بھی شک نہیں ہے۔

۹۷۔ حضور سید عالم ﷺ اگرچہ امی لقب تھے لیکن جس قدر علوم غیبہ، اسرار خفیہ اور رموز خبیہ سے آپ واقف تھے، باقی حضرات انبیائے اکرام نہیں تھے۔ مسلم شریف میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ایک دن صحابہ اکرام کو خطبہ سنایا یہاں تک کے سورج غروب ہوگیا۔ فاخبرنا بما ھُو کائنٌ " الیٰ یومِ القیمۃِ یعنی سرکار نے کل واقعات واحوادث جو قیامت تک ہونے والے تھے، بیان فرمادیئے۔

علامہ ملاعلی قادریؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کلیات و جزئیات کائنات کے عالم ہیں اور ان امور سے جو گزر چکے ہیں اور قیامت تک جو گزریں گے، سب پر آپ محیط ہیں۔ بخاری شریف میں وارد ہے:

قَدْ اُعطِیتُ مَفَاتِیحُ خَزَائِنِ الْاَرْضِ

"تحقیق زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے دی گئی ہیں"

ایک اور حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قَامَ فِینا رَسُولُ اللّٰہِ مُقَامًا فَاَخْبَرنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ وَاَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ۔۔۔۔الخ

"ایک جگہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر ابتدائے خلق سے لے کر اخیر تک تمام حالات جنتیوں دوزخیوں اور معاش و معاد کے بیان فرمادئے"

طبرانی میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

اُوتِی نبیکُم عِلْمَ کُلِّ شَئیٍ

"حضرت رسول اکرم ﷺ کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے"۔

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ خداوندِ عالم نے میرے دونوں شانوں کے درمیان دستِ قدرت رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں پائی۔ پس مجھے مشرک و

مغرب کی درمیانی موجودات کا علم ہو گیا۔

فتح الباری میں ایک روایت ہے:

فَعَلِمْتُ مَا فِیْ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

''پس مجھے زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا علم ہے''۔

علامہ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ ہر روز صبح و شام حضور ﷺ پر آپ کی امت پیش کی جاتی ہے، آپ ﷺ اپنی امت کو دیکھتے ہیں، ان کے اعمال و افعال پہچانتے ہیں اور قیامت کے دن امت پر گواہیں۔

عراقی نے شرح، مہذب میں لکھا ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ پر تمام مخلوق حضرت آدم علیہ السلام تا روز محشر پیش ہو چکی ہے۔ بس آپ ﷺ تمام مخلوق کو اس طرح پہنچانتے ہیں، جس طرح حضرت آدم علیہ السلام، اسماء کو پہنچانتے تھے۔

احادیث مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اس قدر علوم غیبیہ عطا کیے گئے کہ ماکان وما یکون (جو کچھ تھا اور جو کچھ ہے) بھی ان علوم کے سامنے ہیچ ہیں اور آپ ﷺ کا علم ہونا تو صحابہ اکرام کے قول اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں) سے ہزار جگہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں:

وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوحِ وَالْقَلَمِ (یعنی حضورؐ کے علوم میں سے لوح اور قلم کا بھی اک علم ہے۔ آپ ﷺ کو خداوند عالم نے اس قدر علوم عطا کیے ہیں کہ علم لوح و قلم بھی اس کا ایک حصہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔ (مجھے پہلوں اور پچھلوں کا علم دیا گیا ہے)

صاحب قصیدہ بردا کیا خوب فرماتے ہیں:

فَاقَ النَّبِیّنَ فِیْ خَلْقٍ وَفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٍ
وَکُلُّھُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ مُلْتَمِسٌ
غُرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ
فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا
یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ۔

"حضور ﷺ حسن صورت اور حسن سیرت میں سب پیغمبروں سے سبقت لے گئے اور کوئی پیغمبر بھی آپ کے رتبہ علم اور سخاوت تک نہیں پہنچا"

تمام حضرات انبیاء کے علوم کو آپ ﷺ کے علم کے ساتھ اس طرح نسبت ہے جس طرح ایک چلو پانی کو سمندر سے یا قطرہ آب کو پانی۔

حبیب خدا فضل و بزرگی کا سورج ہیں اور تمام انبیاء اس کے ستارے ہیں جو کہ اپنے انوار سے لوگوں کو اندھیرے میں فائدہ پہنچاتے ہیں۔

حضرات انبیاء اکرام علیہ السلام کو علوم غیبیہ و اسرار خفیہ علی وفق ارادۃ اللہ عنایت ہوئے ہیں۔ بالخصوص سرور عالم فخر آدم و آدمیان ﷺ کو جس طرح کے دیگر مناقب میں مخلوق پر برتری حاصل ہے اس طرح حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام کی صفت میں بھی سب سے ممتاز، اعلی اور افضل ہیں۔

۹۸۔ یہ مرتبہ اور شرف ہمارے رسول اکرم ﷺ کے سوا اور رسول و نبی کے اہل بیت کو نہیں سنایا گیا کہ وہ رجس و شرک سے قطعی طور پر منزہ و مبرا ہیں۔ خالق دو جہان نے یہ آیت تطہیر نازل فرما کر سب پر روشن کر دیا کہ ہمارے حبیب ﷺ کے اہل بیت مقدس و

مطہر ہیں۔ اور تمام پلیدیوں اور آلودگیوں سے پاک وصاف ہیں:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ (پارہ ۲۲ سورۃ احزاب:۳۳)

"اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ، اے نبی کے گھر والو کے تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تم کو پاک کر کے خوب ستھرا کر دے"۔

اہل بیت کو یہ شرافت و کرامت محبوب خدا والی دو جہاں افضل و رسل ﷺ کے تعلق سے حاصل ہوئی ہے۔ نہ اس شان کا پہلے کوئی رسول ہوا اور نہ ہی اس کی اہل بیت کو اس کے تعلق کی وجہ سے عظمت نصیب ہوئی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، عطا کرتا ہے۔) (پارہ ۲۸ سورۃ جمعہ:۴)

۹۹۔ طبرانی، معجم اور بیہقی اور علامہ قاضی عیاض نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ فَجَعَلَنِىْ مِنْ خَيْرِهِمْ قِسْمًا فَذَالِكَ خَيْرِهِمْ قِسْمًا فَذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ فَاَنَا مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ وَاَنَا خَيْرُ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ اَثْلَاثًا فَجَعَلَنِىْ فِىْ خَيْرِهَا ثُلُثًا وَ ذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ وَالسَّابِقُوْنَ فَاَنَا مِنَ لَسَّابِقِيْنَ وَاَنَا خَيْرُ السَّابِقِيْنَ ثُمَّ جَعَلَ الْاَثْلَاثَ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِىْ مِنْ خَيْرِهَا قَبِيْلَةً ذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ فَاَنَا اَتْقٰى وُلْدِ آدَمَ وَاَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِىْ

مِنْ خَيْرِهَا بَيْتاً وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی دو قسمیں کیں تو مجھے بہتر قسم میں رکھا اور یہ وہ بات ہے جو خدا نے فرمائی، داہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے، تو میں داہنے ہاتھ والوں میں سے ہوں اور میں سب داہنے ہاتھ والوں سے بہتر ہوں اور پھر ان دو قسموں کے تین حصے کیے تو مجھے بہتر حصے میں رکھا اور یہ خدا کا وہ ارشاد ہے کہ داہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے اور سابقین تو میں سابقین میں ہوں اور میں سب سابقین سے بہتر ہوں۔ پھر ان حصوں کے قبیلے مقرر کیے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا اور یہ خدا کا وہ فرمان ہے کہ وہ ہم نے کیا تمہیں شاخیں اور قبیلے (یعنی الیٰ قوله تعالیٰ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ) بے شک تم سب میں زیادہ عزت والا خدا کے یہاں وہ ہے جو تم سب میں زیادہ پرہیز گار ہے تو میں سب آدمیوں سے زیادہ پرہیز گار ہوں اور سب سے زیادہ اللہ کے ہاں ہوں اور سب سے زیادہ اللہ کے ہاں عزت والا اور کچھ فخر مراد نہیں۔ پھر ان قبیلوں کے خاندان تجویز کیے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے کہ خدا یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کرے۔ اے نبیؐ کے گھر والو! اور تاکہ تمہیں خوب پاک کردے ستھرا کردے۔"

اس حدیث شریف سے بھی بین طور پر شان حضرت رسول اکرم ﷺ ظاہر ہوتی ہے۔

۱۰۰۔ نبی رحیم و کریم ﷺ کی افضلیت ذیل کی حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے، ابن عساکر اور بزاز نے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

خِیَا رُ وُلْدِ اٰ دَم نُوح" وَّ اِبْرَاهِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَ مُحَمَّد" وَ خَیْرُ هُم مُحَمَّد" صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

"بہترین اولاد آدم پانچ ہیں:۔ نوح و ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سب سے بہتروں میں بہتر محمد ﷺ ہیں۔"

انہیں پانچ پیغمبروں کو اولوالعزم بھی کہتے ہیں:

۱۰۱۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَدْرَكَ بِیَ الْاَجَلَ الْمَرْحُوْمَ وَ اخْتَصَرَلِیْ اِخْتِصَارًا فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَنِّیْ قَائِل" قَوْلًا غَیْرَ فَخْرٍ اِبْرَاهِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰهِ وَمُوْسٰی صَفِیُّ اللّٰهِ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰهِ وَمَعِیَ لِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (الحدیث)

"جب رحمت خاص کا زمانہ آیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا اور میرے لیے کمال اختصار کیا۔ ہم دنیا میں پچھلے اور روز قیامت میں اگلے ہیں اور میں ایک بات کہتا ہوں جس میں مخر و ناز کو دخل نہیں۔ ابراہیم، اللہ کے خلیل اور موسیٰ، اللہ کے صفی اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور میرے ہاتھ قیامت کے دن لواء الحمد ہوگا۔"

محبوب خدا حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث مذکور میں: وَاخْتَصَرَلِیْ اِخْتِصَارًا جو جملہ فرمایا ہے، اس کی توضیح و تشریح میں حضرات علمائے کرام کے بہت سے قول ہیں جن سے چند آپ کے سامنے بیان کئے جاتے ہیں:

اول: مجھے اختصار کلام بخشا کہ لفظ تھوڑے سے ہوں اور معنی کثیر۔

دوم: میرے لیے زمانہ مختصر کیا کہ میری امت کو قبروں میں کم دن رہنا پڑے۔

سوم: یہ کہ میرے لیے امت کی عمریں کم کیں کہ تکالیف دنیا سے جلدی خلاصی پائیں۔ گناہ کم ہوں۔ نعمت ابدی تک جلد ان کا وصول ہو۔

چہارم: میرے غلاموں کے واسطے پل صراط کی راہ جو کہ پندرہ ہزار برس کی ہے' اتنی مختصر کردے گا کہ چشم زدن میں گزر جائیں گے۔

پنجم: قیامت کا دن جو کہ پچاس ہزار برس کی راہ ہے' میری امت کے لیے اس سے اتنی کم مدت میں گزر جائے گا کہ جتنی دیر میں دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔

ششم: زمین سے عرش تک لاکھوں برس کی راہ میرے لیے ایسی مختصر کر دی کہ آنا جانا اور تمام مقامات کو تفصیلاً ملاحظہ فرمانا' سب تین ساعت میں ہو گیا۔

ھفتم: علوم و معارف جو ہزار ہا سال کی محنت و ریاضت میں حاصل نہ ہو سکیں، میری چند روزہ خدمت گاری میں میرے اصحاب پر منکشف فرما دیئے۔

ھشتم: مشرق تا مغرب تک کی وسیع و عریض دنیا کو میرے سامنے ایسا مختصر بنا دیا کہ میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے، سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں کہ جیسا کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

نہم: مجھ پر ایسی کتاب اتاری جس کے معدود اوراق میں تمام اشیائے گزشتہ و آئندہ کا روشن اور مفصل بیان، جس کی ہر آیت کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم، جس کی ایک آیت کی تفسیر سے ستر ستر اونٹ بھر جائیں، اس سے زیادہ اور کیا اختصار ہو سکتا ہے۔

دھم: اگلی امتوں پر جو اعمال شاقہ طویلہ تھے۔ میری امت سے اٹھا لیے، پچاس نمازوں کی پانچ رہیں اور ثواب میں پوری پچاس، زکوٰۃ میں چہارم مال کا چالیسواں حصہ رہا اور کتاب فضل و کرم میں ربع کا ربع۔ وعلیٰ ہذا القیاس والحمد لله رب العلمین وصلی الله علیٰ خیر خلقه سید المرسلین محمد وآله والصحابه و احبابه اجمعین۔

۱۰۲۔ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں اور میری امت

قیامت کے دن سب سے اونچی بلندیوں پر ہوں گے۔ اس دن کوئی ایسا نہ ہوگا جو یہ تمنا نہ کرے کہ کاش وہ ہم میں سے ہوتا۔

۱۰۳۔ طبرانی اور بیہقی میں حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے:

قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ قَلَّبْتُ الْاَرْضَ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمْ اَجِدْ بَنِیْ اَحَدٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ۔

''جبرئیل نے مجھ سے عرض کی میں نے مشرق و مغرب ساری زمین الٹ پلٹ کر دیکھی کوئی شخص مجھے حضرت محمد ﷺ سے افضل نظر نہ آیا نہ کوئی بنی ھاشم سے بہتر معلوم ہوا''

اس حدیث صحیح سے بھی حضرت محمد ﷺ کی افضلیت مطلقہ ثابت ہوتی ہے کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایسے آدمی کی تلاش سے عاجز رہے جو ہمارے نبی رحیم ﷺ سے افضل ہو۔

۱۰۴۔ علامہ ابو نعیم ''کتاب المصر فہ'' میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک فرشتے نے سلام کے بعد عرض کیا کہ میں مدت سے اپنے رب سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدم بوسی کے لیے اجازت مانگتا تھا یہاں تک کے اب اس نے اذن دیا میں حضور ﷺ کو مژدہ سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو حضور سید عالم ﷺ سے زیادہ کوئی عزیز اور پیارا نہیں

۱۰۵۔ طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو ان میں سے محمد ﷺ کے دل کو پسند فرمایا اور اسے اپنی ذات کے لیے چن لیا۔ بیہقی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ بیشک محمد ﷺ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مخلوق الٰہی سے عزت و کرامت میں زائد ہیں۔

۱۰۶۔ ہمارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام حضرات انبیائے کرام پر خصوصیت کے ساتھ شرافت وعزت بخشی گئی ہے۔ ہر ایک آدمی کے ساتھ دو ساتھی رہتے ہیں۔ ایک تو نیکیوں کی ہدایت کرتا رہتا ہے۔ دوسرا برائیوں کی رہنمائی کا کام دیتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کو خاص طور پر یہ فخر دیا گیا ہے کہ آپ کا برا ساتھی بھی مسلمان ہو گیا تھا اور آپؐ اس کے شر سے ہر وقت محفوظ رہتے تھے بلکہ وہ آپ کو بجائے برے کام کی طرف ترغیب دینے کے، حسنات کی طرف توجہ دلاتا رہتا تھا، نیز خصوصیت کے ساتھ مولیٰ نے آپ ﷺ کو یہ شرافت بھی بخشی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کی بیویاں نیک کاموں میں آپ ﷺ کی مددگار واقع ہوئی تھیں۔ برخلاف بعض حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بیویوں کے کہ وہ ان کو مولیٰ حقیقی کی مرضی کے خلاف ترغیب دیتی تھیں۔

۱۰۷۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بعض صحابہ کرام نے عرض کی کہ خداوند عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا صفی بنایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل تجویز کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ''ہم کلامی'' کا شرف بخشا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''روح القدس'' سے پیدا کیا، آپ ﷺ کو کونسا شرف عطا کیا گیا ہے؟ دریں اثناء حضرت جبرائیل علیہ السلام پیغام خداوندی لائے کہ ہمارے حبیب ﷺ کو سنا دو کہ اگر ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل مقرر فرمایا ہے تو اس کے عوض تجھ کو ''حبیب'' بنایا ہے، حضرت موسیٰؑ کو ہم کلامی کا شرف زمین پر دیا گیا ہے تو اس کے مقابل سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تیرے ساتھ کئی ہزار کلام کر کے تجھ کو خاص عزت دی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''روح القدس'' سے پیدا کیا گیا ہے تو تمام مخلوق سے دو ہزار برس پہلے تیرے اسم کو ظاہر کیا گیا ہے اور آسمانوں میں آپ کو ایسی جگہوں کا سیر کرایا گیا ہے جس کو آپ کے سوا نہ کسی نے پہلے دیکھا ہے اور نہ آئندہ دیکھے گا۔ حضرت آدمؑ کو صفی

بنایا گیا ہے تو تجھ کو مکارم اخلاق کا متمم ومکمل بنا کر ''خاتم النبوت'' کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور میری مخلوق میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی عزت وشرافت ہمارے نزدیک آپ سے بڑھ کر ہو نیز آپ کو ''حوض کوثر'' دیا گیا۔ ''شفاعت عظمیٰ'' دی گئی ''لواء الحمد'' بخشا گیا اور آپ کے اسم مبارک کو اپنے اسم کے ساتھ ملا کر زمین وآسمان میں شہرت دلائی گئی۔ مختصر یہ کہ میں نے اہل دنیا کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میرے حبیب ﷺ کی عزت و کرامت سے آگاہی حاصل کرے، اگر حبیب ﷺ کا اظہار مقصود نہ ہوتا تو دنیا اور اہل دنیا بھی پیدا نہ ہوتے۔

۱۰۸۔ حدیث صحیح میں ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص حبیب خدا ﷺ کو خواب میں دیکھے گا وہ یقیناً آپ کو ہی دیکھے گا کیونکہ شیطان کو یہ طاقت نہیں دی گئی کہ وہ حبیب خدا کی صورت بن کر لوگوں کو دھوکہ میں ڈالے نیز محبوب خدا ﷺ نے فرمایا ہے۔ جس نے میری زیارت خواب میں کی، وہ عنقریب مجھے عالم بیداری میں بھی دیکھے گا۔ یہ خصوصیت یہ شرافت وحرمت ہمارے نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کسی کو نہیں دی گئی کہ شیطان اس کی صورت نہ بن سکے۔ حبیب خدا ﷺ کا مرتبہ دیکھئے کہ قیامت کے دن مولیٰ کے دربار میں دو آدمی ایسے کھڑے کیے جائیں گے جن کا نام ''محمد'' ہوگا، حکم ہوگا ان کو جنت میں لیجاؤ۔ وہ دونوں عرض کریں گے ہم تو جنت کے لائق نہیں تھے۔ اور نہ ہی ہم نے کوئی ایسے نیک عمل کیے ہیں جس کے باعث ہم مستحق جنت ہوں لہٰذا کس سبب سے ہم کو جنت عطا کی جارہی ہے۔ رب رحیم مولیٰ کریم فرمائیں گے کہ تم دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جس کا نام ''محمد'' اور ''احمد'' ہو گا اس کو جہنم میں داخل نہ کروں گا کیونکہ یہ دونوں نام میرے حبیب ﷺ کے ''نام'' ہیں۔

۱۰۹۔ آثار شریفہ میں لکھا ہوا ہے کہ لوح محفوظ میں انبیائے کرام کی امتوں کے بارے میں یہ الفاظ مکتوب ہیں:

مَنْ اَطَاعَ فلهُ الْجَنَّةُ وَ مَنْ عَصٰى فَلهُ النَّارُ۔

''جس نے اطاعت کی اس کے لیے جنت ہے اور جس نے نافرمانی کی اس کے لیے جہنم۔''

اور اپنے محبوب ﷺ کی امت کے حق میں مولیٰ کریم نے لوح محفوظ میں یہ حروف لکھے ہیں:

اُمَّةٌ ''مُذْنِبَةٌ'' وَ رَبٌّ ''غَفُوْرٌ''۔ ''امت گنہگار ہے اور رب بخشنہار۔''

اب آپ غور فرمائیں کہ مولیٰ کریم کو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و بزرگی کس قدر ملحوظ ہے۔

۱۱۰۔ علامہ قاضی عیاض اندلسیؒ اپنی معرکہ الآرا کتاب شفاء شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ محبوب خدا حضرت رسول اکرم و افضل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب تمام لوگ شدت حساب و سختی عذاب کے باعث رحمت خداوندی سے ناامید ہوں گے تو ان کو خوشخبری سنانے والا صرف میں ہی ہوں گا اور خداوند عالم کے نزدیک جس قدر میری عزت و حرمت ہے، بنی آدم سے اور کسی کی نہیں اور یہ میں فخراً نہیں کہتا۔ اور سب سے پہلے میں ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین داخل ہوں گے اور میں یہ فخراً نہیں کہتا اور قیامت کے دن تمام انبیائے کرام کی امتوں سے میری امت زیادہ ہو گی۔ اور میں اولین و آخرین سے اکرم ہوں اور یہ کوئی فخر نہیں اور قیامت کے دن مجھے ہی سب انبیائے کرام سے زیادہ اجر و ثواب ملے گا اور میں یہ فخراً نہیں کہتا اور خدام اہل جنت میں

سے ایک ہزار خادم ایسے میری خدمت کے لیے مقرر ہوں گے جو چمک دمک میں موتیوں کی طرح صاف وشفاف ہیں۔

۱۱۱۔ ایک اور حدیث، شفاء شریف میں مذکور ہے جس کا ما حاصل یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو فرمایا، کیا تم اس امر پر راضی نہیں کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم وعیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام تم میں شامل ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ دونوں صاحب قیامت کے دن میری امت میں ہوں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ اے محبوب خدا ﷺ آپ میری ہی دعا سے جلوہ نما ہوئے تھے اور آپ میری ہی اولاد میں سے ہیں، آپ مجھے اپنی امت میں شامل کر لیجئے کیونکہ سیادت کی خلعت، رب کریم نے خاص طور پر آپ کو ہی بخشی ہوئی ہے۔

۱۱۲۔ مولیٰ کریم نے اپنے محبوب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج میں جس قدر کرامات وخصوصیات عنایت فرمائی تھیں اور آپ کا اجلال واکرام ظاہر کرنے کے لیے جس قدر شان وشوکت ظاہر کی تھی اور ملائکہ اور انبیائے کرام کے سامنے جس طریق اور جس طرز سے اپنے حبیب کا علو مرتبہ بتایا گیا تھا، ان سب کا شرح وبسط کے ساتھ اس چھوٹی سی کتاب میں ذکر کرنا اختصار کے منافی ہے جو کہ میری غرض ہے۔ اس لیے راقم الحروف اس تفصیل کو مختصر الفاظ میں آپ کے سامنے یوں پیش کرتا ہے کہ خداوند عالم نے اپنے حبیب ﷺ کو شب معراج میں امامت انبیاء وملائکہ سے مشرف فرمایا اور سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک مکالمہ سے ممتاز کیا اور اپنا دیدار بغیر کسی حجاب کے ظاہری آنکھوں سے کرایا اور آیات کبریٰ سے آگاہ فرمایا اور معارف وحقائق وعلوم ماضیہ و مستقبلہ سے واقف کرایا اور حد سے بڑھ کر ان کو اپنے قرب کا فخر بخشا اور تمام آسمانوں اور خاص جگہوں کی سیر کرائی۔ مراتب ومناصب جلیلہ کی خلعت عنایت فرمائی ملائکہ اور

حضرات انبیائے عظام کو آپ ﷺ کی عزت وشرافت دکھائی۔ آپ ﷺ کی علو ہمتی اور قدر و منزلت کے جوہر دکھائے۔ آپ ﷺ کی شان وشوکت اور خیر مقدم کے آثار ظاہر کئے۔ الغرض جس قدر فضائل وکمالات اور خصائص وکرامات، حبیب ﷺ کو شب معراج میں عطا کئے گئے تھے اور کسی نبی ورسول کو نہیں دیے گئے۔ اگر آپ قدرے ان فضائل وکمالات کی تفصیل سے واقف ہونا چاہیں تو تکلیف فرما کر مواہب لدنیہ خصائص کبریٰ اور شفاء شریف قاضی عیاض کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۱۳۔ علامہ سمنطاری محدثؒ نے لکھا ہے کہ میں نے ایک دفعہ شہر خراسان میں ایک بچہ کو دیکھا کہ اس کے ایک پہلو پر ''لاالٰہ الا اللہ'' اور دوسرے پر ''محمد رسول اللہ'' قدرتی طور پر لکھا ہوا تھا۔ علامہ ابن القیم نے اپنی تاریخ میں اسناد کے ساتھ لکھا ہے کہ علی بن عبداللہ ہاشمی نے کہا کہ میں نے ہند میں ایک پھول دیکھا جس کی خوشبو نہایت عمدہ اور اس کی رنگت سیاہ تھی اور اس پر قدرت کی طرف سے سفید حروف میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ اَبُوْبَكْرِ صِدِّيْق ''عُمَرُ فَارُوْق'' ۔ دیکھ کر مجھے شک پیدا ہوا اور میرا خیال اس طرف گیا کہ یہ مصنوعی ہے اور اس میں انسانی کاروائی کا دخل ہے۔ پھر میں نے اسی درخت سے ایک ایسا پھول توڑا جو کہ ابھی شگفتہ نہیں ہوا تھا۔ جب اس کو کھول کر دیکھا گیا تو اس میں بھی سابقہ عبارت صحیح الفاظ کے ساتھ درج تھی۔ پھر مجھے یقین ہوا کہ مولیٰ کریم نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وحرمت کے کرشمے ظاہر کئے ہوئے ہیں۔ اس میں تصنع اور بناوٹ انسانی کو کوئی دخل نہیں ہے۔ شیخ عبداللہ بن یافعی نے اپنی کتاب ''روض الریاحین'' میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے کہ اس نے ہندی شہروں میں ایک درخت دیکھا جس کا پھل بادام کی مثل تھا۔ پھل کو جب توڑا جاتا تو اس میں سے ایک سبز رنگ کا

پتی نکلتا تھا جس پر قدرت نے سرخ جلی حروف میں لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدُ الرَّ
سُولُ اللّٰهِ
لکھا ہوا تھا۔ جب یہ واقع ابو یعقوب صیادؒ نے سنا تو فرمایا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ میں
نے ایک مچھلی کا شکار کیا تھا جس کے ایک پہلو پر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه مُحَمَّدُ الرَّ
سُولُ اللّٰـهِ لکھا ہوا تھا۔ میں نے ان حروف کے احترام سے مچھلی کو دریا میں چھوڑ
دیا۔ راقم الحروف بھی جب دہلی میں حضرت استاذی مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی ادام اللہ
فیوضہم کے پاس نسائی شریف پڑھتا تھا تو اس وقت مولوی صاحب نے ایک دن مجھے فرمایا
کہ جب میں لدھیانہ میں مدرس تھا تو وہاں ایک کھجور کا درخت نظر آیا جس کی تمام ٹہنیاں
قدرت نے لفظ ''مُحَمَّدْ'' کی شکل کی بنائی ہوئی تھیں۔ لوگوں نے جب دیکھا تو
کھجوروں پر ٹوٹ پڑے۔ نیز مجھے بھی وہاں سے تبرک ملا ہوا ہے۔ ہم تم کو زیارت کرا
تے ہیں۔ مولوی صاحب نے ایک خوش نما چوکٹھہ نکالا جس کے اوپر شیشہ لگا ہوا تھا اور
اس کے اندر کھجور کی ٹہنی جو قدرت نے اس طرز پر خمدار بنائی ہوئی تھی کہ صاف طور پر لفظ
''مُحَمَّد'' نظر آتا تھا اور یقینی طور پر واضح ہوتا تھا کہ اس کو صانع حقیقی نے اپنی
قدرت کاملہ دکھانے کے لیے بنایا ہے نہ کہ کسی انسان نے۔ حضرت استاذی مولانا
بفضلِ خدا اب بھی دہلی میں موجود ہیں' ان کے پاس جا کر تصدیق کی جا سکتی ہے۔ حضرا
ت! یہ ہے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور یہ ہے۔ پیارے نبی رؤف الرحیم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت اور یہ ہے افضل الرسل علیہ السلام کی جلوہ نمائی اور یہ ہے سید الا
نس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و منزلت! صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

۱۱۴۔ محبوب خدا ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اگر اس وقت
حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں مصروف

ہو جاؤ تو بھلا تمہارا کس کو شک ہو سکتا ہے۔؟

دیکھئے شانِ حبیب ﷺ، باوجود کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اولوالعزم نبی ہیں لیکن حبیب ﷺ کی موجودگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف التفات کرنا ضلالت وگمراہی قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ متبوع الانبیاء مقتداء الاصفیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہوتے ہوئے تابع کی اتباع کون کرتا ہے۔ جبکہ یہ صریح اور عقلی فیصلہ ہے کہ اعلیٰ اکرم کی موجودگی میں ادنیٰ کو متبوع قرار دینا سفاہت اور بعید از عقل ہے تو اسی بنا پر آپؐ نے فرمایا کہ میری موجودگی میں غیر کی اتباع سے نتیجہ سوائے خسران اور ضلالت کے کچھ نہیں ہوگا۔

۱۱۵۔ سید الکونین باعث ایجاد عالم حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی فضیلت کو ان معانی میں بھی بیان فرمایا ہے کہ میرے منبر اور میری قبر کے درمیان جتنی جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

حضرات! یہ فخر اور یہ عنایت حبیب ﷺ کے سوا اور کسی نبی و رسول کو نہیں دی گئی کہ جنت اس کے عبادت کرنے اور بیٹھنے کے لیے دنیا میں ہی مقرر ہو، ہم فضائل و کمالات کے اعتبار سے حضرت محبوب خدا ﷺ کا چند حضرات انبیائے عظا علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ موازنہ ومقابلہ کرتے ہیں تاکہ یہ بات اچھی طرح آپ کے ذہن نشین ہو جائے کہ حبیب کی شان اور ہے اور باقی حضرات انبیاء کرام کی اور!

قَالَ الْعُلَمَاءُ مَآ اُوْتِیَ نَبِیٌّ "مُعْجِزَةً وَّ لَا فَضِیْلَةً اِلَّا وَ لِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَظِیْرُهَا اَوْاَعْظَمُ مِنْهَا۔

"علماء نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے حضرات انبیائے کرام کو جو معجزات اور فضائل دیئے تھے ان کی نظیر یا اس سے بڑھ کر اپنے پیارے حبیب ﷺ کو بھی فضائل و معجزات سے موصوف بنایا ہوا تھا۔"

کتب عقائد میں یہ تسلیم شدہ مسئلہ ہے کہ نبی ورسول سے جو کام خرق عادت ظاہر ہو اس کا نام معجزہ ہے اور جو کام خرق عادات امتی کے ہاتھ پر صادر ہو اس کا نام کرامت ہے لیکن حقیقت میں وہ بھی اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کے امتی سے خرق عادت ظاہر ہوا ہو کیونکہ امتی کو یہ مرتبہ نصیب نہیں ہوسکتا جب تک اپنے نبی کی صدق دل سے اتباع کا خوگر نہ ہو۔ بہر حال امتی کو جو کچھ میسر ہوگا وہ نبی کی طفیل اور جو کچھ اس سے فضائل و کرامات ظاہر ہوں گے، رسول کے ذریعہ سے ہوں گے۔ اس قانون سے واضح ہوگیا کہ جتنی کرامات وخرق عادات حبیب خدا ﷺ کے غلاموں سے ظاہر ہوئی ہیں یا قیامت تک ہوں گی وہ حقیقت میں حبیب خدا ﷺ کا معجزہ ہیں۔ اس قانون کو مدنظر رکھ کر ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس قدر فضائل ومعجزات انبیائے سابقین میں موجود تھے وہ یقیناً ہمارے نبی حبیب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ میں موجود ہیں۔ اگر اس کی تفصیل بیان کی جائے تو کئی دفتر بھی ناکافی ہوں گے نیز اس کا بیان کرنا اور لکھنا بھی آسان کام نہیں کیونکہ پہلے تو ہمیں شریعت نے تفصیل کے ساتھ انبیائے کرام کا فرداً فرداً پتہ نہیں دیا اور نہ ہی پھر ان کے کمالات ومعجزات کو بیان کیا گیا ہے۔

اب ہم اگر تمام حضرات کے فضائل ومناصب میں حبیب خدا ﷺ کا مقابلہ اور موازنہ آپ کے سامنے پیش کریں تو کس طرح؟ اس لیے مجبوراً ومعذوراً چند حضرات کا موازنہ پیش کیا جاتا ہے جن کی فضیلت وبزرگی کو جابجا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے اور جن کے جامع کمالات وفضائل حاوی حسنات ہونے کا سب لوگ اقرار کرتے ہیں تاکہ اچھی طرح روشن ہو جائے کہ مقابلہ اعلیٰ کا اعلیٰ کے ساتھ ہے نہ کہ اعلیٰ کا ادنیٰ کے ساتھ، نیز جب حبیب خدا فضائل ومعجزات میں ان حضرات عالی مقام سے اشرف واعلیٰ ثابت ہوں گے جن کی بزرگی وشرافت کا سارا جہاں قائل نظر آتا ہے تو پھر ہم یقیناً اس نتیجے پر

پہنچ جائیں گے کہ ہمارے حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام باقی حضرات سے بھی جن کا ذکر قرآن پاک میں نہیں آیا، افضل واعلیٰ ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اگر تمام اشیاء کا علم دیا گیا تھا تو اس کے مقابلہ میں ہمارے نبی حضرت حبیب خدا ﷺ کو بھی تمام اشیاء کا علم دیا گیا ہے جیسا کہ طبرانی میں اُوتِیَ نَبِیُّکُمْ عِلْمَ کُلِّ شَیْئٍ (تمہارے نبی مکرم کو ہر شے کا علم دیا گیا) وارد ہے اور مسند الفردوس میں دیلمی نے وَعُلِّمْتُ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا کَمَا عُلِّمَ اٰدَمُ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا (اور مجھے تمام اسماء کا علم دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت آدمؑ کو تمام اسماء کا علم دیا گیا) نکالا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اگر کلام کا شرف بخشا گیا تھا تو حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ پر کلام کرنے کی عزت بخشی گئی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اگر ملائکہ نے سجدہ کیا تھا تو حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ذات باری بمع جمیع ملائکہ ہمیشہ درود شریف بھیجتے رہتے ہیں۔

ذرا غور فرمائیں کہ مسجود ہونے کی فضیلت زیادہ ہے یا ذات باری کا بمع ملائکہ ہمیشہ صلوٰۃ پڑھتے رہنا افضل واعلیٰ ہے۔ دیکھئے! حضرت آدم علیہ السلام کو محض ملائکہ نے بحکم خداوندی تھوڑی دیر کے لیے سجدہ کیا تھا اور حقیقت میں سوچو تو وہ بھی اس لئے تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی جبین مبارک میں محبوب خدا حضرت رسول اکرم ﷺ کا نور تھا تو گویا وہ سجدہ بھی فخر عالم سید الموجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی ہوا تھا نہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اور اگر بالفرض تسلیم بھی کیا جائے کہ مسجود الیہ حضرت آدم علیہ السلام ہی تھے تو پھر ہم موازنہ کریں گے کہ وہاں صرف تھوڑی دیر کے لیے جماعت ملائکہ ساجدہ تھی اور یہاں معبود حقیقی خود بمع جماعت ملائکہ درود شریف ہمیشہ ادا کر رہا ہے۔ اور پھر ساتھ ہی جمیع مومنین کو قیامت تک حکم ہو رہا ہے کہ پیارے پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہا کرو۔ خداوند

عالم کی ذات ازلی وابدی جس کو کبھی فنا نہیں، جب وہ ہمیشہ سے اپنے حبیب ﷺ کی عزت افزائی کے لیے درود شریف پڑھتا ہے تو بھلا اس کے مقابلہ میں ایک سجدہ کی کیا حقیقت ہے، جو کہ صرف تھوڑی دیر کے لیے تھا۔

خیال فرمایئے کہ مولیٰ کریم نے جتنی عبادات ہم پر مقرر کی ہیں ان میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ میں یہ فعل کرتا ہوں، تم بھی سب کیا کرو لیکن صرف درود شریف ہی ایسا فعل ہے جس کے متعلق رب رحیم فرماتے ہیں کہ میں اس کو ہمیشہ ادا کرتا رہتا ہوں۔

اے مومنین! تم بھی ادا کیا کرو۔ سجدہ کرانے کی عزت فوری تھی اور صلوٰۃ وسلام کی شرافت ابدالآباد تک ہے کیونکہ اس کے قاری ہمیشہ موجود ہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے وہ فناہ بھی ہو جائیں تو ایک ذات ان میں ایسی ہے کہ فنا جس کے نزدیک بھی نہیں آتی۔

الغرض یہ شرافت وعزت ازل سے ابد تک اسی طرح باقی رہے گی جس طرح رب حقیقی خالق دو جہاں کی ذات باقی ہے۔ باتفاق علمائے محققین وفضلائے راسخین آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ، حضور سید عالم ﷺ کی اس عظمت وشرافت کی خبر دے رہی ہے جس کے مقابلہ میں دیگر انبیائے کرام کی کوئی فضیلت کوئی شرافت ٹھہر نہیں سکتی۔ کیونکہ جس قدر کمالات ومراتب حضرات انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بارگاہ ایزدی سے میسر ہوئے وہ سب فانی اور منقطع ہو گئے۔ لیکن ہمارے حضرت رحیم وکریم ﷺ کو خدائے رحیم وکریم نے یہ ایک ایسی نعمت ازلی وابدی وعزت سرمدی عنائت فرمائی ہے کہ جس کی ابتداء وانتہا ہے ہی نہیں اور نہ ہی اس کو فنا وزوال ہے۔ ہم اس فضیلتِ مختصر سے حضرت ﷺ کو تمام فضائل وکمالات انبیاء پر ترجیح دے کر اعلیٰ قرار دیں تو یقیناً حق بجانب ہوں گے۔

خصائص کبریٰ میں مرقوم ہے کہ صلوٰۃ وسلام کا مسئلہ اس امت مرحومہ کے

لیے خاص ہے اور کسی نبی کی امت کو یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اپنے نبی پر شب و روز صلوٰۃ وسلام پڑھا کریں۔ حضرت آدم علیہ السلام اگر سب سے پہلے خلعت نبوت سے موصوف تھے تو ہمارے حضرت ان سے بھی پہلے مطابق حدیث شریف کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْن (میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدمؑ پانی اور مٹی میں تھے۔ اس اعلیٰ عہدے پر ممتاز تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی شان میں اگر وَرَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا (اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا سورہ مریم: ۵۷) وارد ہے تو ہمارے نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو رب کریم نے قاب قوسین تک عزت افزائی بخش کر سب پر مرفوع ثابت کیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام آدم ثانی نے اگر اپنی قوم سے تکلیفیں اٹھا کر اس کے قلع قمع کے لیے بددعا کی تھی تو ہمارے افضل المرسلین ﷺ نے باوجو یکہ اپنی قوم سے تکالیف شاقہ اٹھائی تھیں، اپنی قوم کے حق میں اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (اے اللہ، میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ مجھے جانتے نہیں ہیں) کہہ کر مولیٰ کریم سے ان کے لیے ہدایت طلب کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا اگر قوم کو ہلاک کرنے کے لیے مستجاب ہوئی تو حبیب خدا سرور انبیا ﷺ کی دعائیں بھی جن کا اثر آناً فاناً ظاہر ہوا تھا۔ کتب وحدیث میں احاطہ تحریر سے بالاتر ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے میں، بوقت قحط بارش کے اترنے میں، ان لوگوں کی ہلاکت کے بارے میں جنہوں نے حالت نماز میں آپ ﷺ پر اونٹ کی اوجھری رکھی تھی، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اگر ساڑھے نو سو سال وعظ و تبلیغ کر کے سو سے کم آدمیوں کو راہ ہدایت پر پہنچایا تھا تو محبوب خدا ﷺ نے بیس سال کے قلیل عرصے میں لاکھوں کو دوزخ کے گڑھے سے نکال کر جنت الفردوس میں پہنچا کر اپنی اعلیٰ فضیلت و

عظمت کا ثبوت دیا ہے۔ آدم ثانی کے بوقت طوفان اگر کشتی میں تمام حیوانات مسخر تھے تو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی تمام حیوانات' اونٹ' شیر' گوہ' گھوڑے' خچر وغیرہ بلکہ جمادات' شجر و حجر بھی منقاد و مطیع تھے۔ اس کی تفصیل خصائص کبریٰ وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اگر زمین کی طرف حُمّٰی یعنی بخار کے نازل ہونے کا سبب تھے تو ہمارے حضرت ﷺ مدینہ منورہ سے جحفہ کی طرف بخار کو خارج کرنے والے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام کے لیے اگر ہوا کو اپنی قوم پر نصرت و کامیابی کا ذریعہ بنایا گیا تھا تو غزوہ خندق و بدر میں ہمارے رسول مقبول ﷺ کے لیے ہوا نے کفار پر غلبہ و کامیابی کا کام دیا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی طرف بنظر غور دیکھیں کہ وہ باوجود معجزہ ہونے کے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو نہیں کرتی تھی اور نہ ہی ان کی نبوت پر شہادت دیتی تھی۔ ادھر حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھئے کہ اونٹ بھی اپنی فریاد کا ٹھکانہ سوائے دربار نبویؐ کے کہیں نہیں دیکھتا او گلا پھاڑ پھاڑ کر فریاد کرتا ہے کہ میرا مالک مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے اور جس قدر مجھ سے کام لیتا ہے اس قدر گھاس نہیں دیتا' آپؐ میری آہ و زاری کو سنیں اور میرے مالک کو بلا کر فیصلہ کریں۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے اس کے آقا کو ہدایت کی کہ اس کو اچھی طرح چارہ دے کر کام لیا کرو اور ذبح مت کرو۔

حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے اگر سورج کو روکا گیا تھا تو یہاں بھی حضرت رسول اکرم ﷺ کے غلام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز عصر فوت ہو جانے سے سورج واپس پلٹ آیا تھا۔ فرق ملاحظہ ہو۔

حضرت حبیبؐ اور خلیلؑ کا موازنہ

حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بالواسطہ خدا کے حضور میں پہنچے ہیں۔ وَكَذَٰلِكَ نُرِىٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو ساری سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔ پارہ سورہ الانعام:۷۵) اور حضرت حبیب محمد مصطفی ﷺ بلا واسطہ دیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (پس اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔ پارہ ۲۷ سورۃ النجم:۹) خلیل علیہ السلام کی مغفرت حد طمع تک ہے، وَالَّذِىٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِىْ خَطِيْٓـَٔتِىْ يَوْمَ الدِّيْنِ (اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری لغزشیں قیامت کے دن بخشے گا۔ (پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء:۸۲) اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر لگائے الزامات کی معافی درجہ یقین تک ہے: لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (تا کہ معاف کرے اللہ تیرے اوپر سب الزامات (ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد جو تجھ پر کافروں نے لگائے تھے) اگلے اور پچھلے۔ پارہ ۲۶ سورہ الفتح:۲) حضرت خلیل علیہ السلام دعا مانگتے ہیں، وَلَا تُخْزِنِىْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ (اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن سب لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء:۸۷) لیکن حبیب ﷺ کے حق میں بغیر از سوال مولیٰ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں:

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

(جس دن خدا رسوا نہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو۔ (پارہ ۲۸ سورہ التحریم ۸)

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محنت وتکلیف کے وقت کہا:

حَسْبِیَ اللهُ۔ ''کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ۔''

اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خود خداوند عالم فرماتے ہیں:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللهُ۔

''اے نبی؛ تجھ کو اللہ ہی کافی ہے۔'' پارہ ۱۰ سورہ الانفعال:۶۴)

خلیل علیہ السلام خود سوال کرتے ہیں:

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔

''اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔'' پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء:۸۴)

حبیب علیہ السلام کو ارشاد ہوتا ہے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔

''اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔'' (پارہ ۳۰ 'الانشراح:۴)

خلیل علیہ السلام دعا مانگتے ہیں:

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ

''اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔''

(پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت:۳۵)

حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اہل بیت حبیبؑ کے حق میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔

''اللہ تو یہی چاہتا ہے' اے نبیؐ کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپا کی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ (پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت:۳۳)

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمنائے وصال نقل کی:

اِنِّیْ ذَاھِب'' اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ۔

''میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں۔ اب وہ مجھے راہ دے گا۔'' (پارہ ۲۳ سورہ الصّٰفٰت آیت:۹۹)

حبیب ﷺ کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی:

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔

''پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔'' (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت:۱)

عیسیٰ علیہ السلام سے آرزوئے ہدایت نقل کی:

سَیَھْدِیْنِ۔ ''اب وہ مجھے راہ دے گا۔''

حبیب ﷺ سے خود ارشاد ہو:

وَیَھْدِیَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِیْماً۔

''اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔'' (پارہ ۲۶ سورہ الفتح آیت:۲)

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے آیا ہے کہ فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے:

ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرَاھِیْمَ الْمُکْرَمِیْنَ۔

''اے محبوب! کیا تمہارے پاس ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔'' (پارہ ۲۶ سورہ الذاریات:۲۴)

حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے فرمایا کہ فرشتے ان کے لشکری اور سپاہی بنے:

وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا۔ ''اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں۔'' (پارہ ۱۰ سورہ التوبہ آیت:۴۰)

يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ۔

''تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر۔'' (پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت:۱۲۴)

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا کہ انہوں نے اپنی امت کے لیے دعائے مغفرت کی:

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

''اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔'' (پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت:۴۱)

حبیب ﷺ کو خود حکم دیا کہ اپنی امت کے لیے مغفرت مانگو:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔

''اور (اے محبوب) اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔'' (پارہ ۲۶ سورہ محمد آیت:۱۹)

خلیل علیہ السلام سے نقل فرمایا: رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ۔

''اے میرے رب! میری دعا قبول فرما۔'' (پارہ:۱۳ سورہ ابراہیم:۴۰)

حبیب ﷺ اور ان کے پیروکاروں کو ارشاد ہوا:

قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔

''تمہارا رب فرماتا ہے، مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔'' (پارہ ۲۴ سورہ المومن آیت:۶۰)

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول وفعل کی اتباع کا ہم کو حکم نہیں دیا بلکہ بعض کو مستثنیٰ کیا گیا ہے:

قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْکُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کَفَرْنَا

بِكُمْ وَبَدَابَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ۔ (پارہ ۲۸ سورہ الممتحنہ:۴)

"بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی' ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اوران سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو' ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی ہمیشہ کے لیے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت چاہوں گا۔"

حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر قول وفعل کی اتباع کرنے کا ہم کو بغیر کسی استثناء کے حکم دیا گیا ہے:

مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (پارہ ۲۸ سورہ الحشر:۷)

"اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں' باز رہو۔"

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (پارہ ۵ سورہ النساء:۸۰)

"جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔"

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

(پارہ ۲۱ سورہ الاحزاب:۲۱)

"بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔"

یہ سب آیات اسی امر کی مثبت ومظہر ہیں کہ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اگر خلت کا مرتبہ دیا گیا ہے تو حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطابق حدیث ابن ماجہ وابو نعیم' محبت وخلت

دونوں سے موصوف فرمایا گیا ہے۔ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر دلائل توحید پیش کر کے نمرود کافر کو مبہوت کیا تھا تو حبیب علیہ الصلوٰۃ نے بھی کافر ابی ابن خلف' جبکہ وہ ہاتھ میں ایک پرانی ہڈی لے کر آپ سے مجادلہ کرتا تھا کہ اس ہڈی کو کون زندہ کریگا' دلیل روشن:

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ (پارہ ۲۳، یس آیت ۷۹)

''تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا۔''

بیان فرما کر حیران و ششدر کر دیا تھا۔

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر بتوں کو توڑ ڈالا تھا تو حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تین سو ساٹھ بتوں کو جو کہ خانہ کعبہ کے گرد اور اندر معبود بن رہے تھے' انگلی کے اشارے سے گرا دیا تھا۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم مبارک کو اگر آتش نمرود نے نہ جلایا تو اتنا تعجب انگیز نہیں جتنا اس دستر خوان کا آگ میں نہ جلنا ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بطور تبرک نبویؐ تھا اور وہ ایک بار نہیں' بارہا میلا اور چکنا ہونے پر آگ میں ڈال دیا گیا، اور جب میل اور چکناہٹ جل گئی تو دستر خوان نکال لیا گیا۔ غور فرمائیے کہ ایک تو آدمی کا نہ جلنا اتنا موجبِ تعجب نہیں جتنا کہ کپڑے کے دستر خوان کا بار بار آگ میں ڈالا جانا اور نہ جلنا اور وہ بھی ایسا، جس پر چکناہٹ بھی ہوتی ہے۔ دوسرے حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دستر خوان میں زمین و آسمان کا فرق۔ وہ خود نبی، نبی بھی کیسے، خلیل اللہ اور وہاں دستر خوان میں فقط اتنی بات کہ گاہ بگاہ رسول ﷺ کے سامنے رکھا گیا ہو اور اس پر آپ نے کھانا کھایا ہو اور اس کے ساتھ ہاتھ صاف کئے ہوں۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ حبیب اور خلیل میں کس قدر فرق ہے اور ان کے فضائل و مراتب میں کس قدر تفاوت ہے نیز محبوب خدا سرور انبیا ﷺ کے غلام

ابی مسلم خولانی تابعی آگ میں داخل ہو کر اسی طرح صحیح و سالم رہے تھے جس طرح حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آگ سے محفوظ رہے تھے۔ وہ امتی ہیں اور یہ خلیل اللہ ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اگر ذبح پر صابر تھے تو ان کے سچے جانشین فرزند حقیقی و معنوی حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کئی دفعہ سینہ مبارک شق ہوا تھا حالانکہ یہ حقیقتاً ہوا تھا اور ذبح وقوع میں نہ آیا تھا کیونکہ جنتی دنبہ ان کی جگہ قربان ہوا تھا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اگر آب زمزم کا چشمہ عطا ہوا تھا جس کا زمین سے نکلنا کوئی قابل تعجب نہیں کیونکہ چشمے زمین سے نکلتے ہی رہتے ہیں لیکن ہمارے رسول اکرم ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی فوارہ کی طرح نکلا تھا جو کہ مرتبہ میں آب زمزم سے بھی بڑھا ہوا تھا اور ہزاروں افراد کو سیراب کر کے بچ رہا تھا۔ اب دیکھئے، محل تعجب یہ ہے کہ گوشت و پوست کی انگلیوں سے فوارہ کی طرح پانی جاری ہو کر ہزاروں کو سیراب کر کے بچ رہے کجا زمین سے چشمہ نکلے اور بس۔

حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کے غائب ہونے کے وقت اگر بھیڑیے سے:۔

اَكَلْتَ قُرَّةَ عَيْنِىْ وَ ثَمْرَةَ فُئْوادِىْ۔

"تو نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کے ثمرہ (پھل) کو کھایا؟

کہہ کر کلام کی تھی تو حبیب خدا ﷺ کی خدمت میں کئی دفعہ بھیڑیے نے حاضر ہو کر مطابق حدیث بیہقی و تاریخ بخاری و دارمی وغیرہ اپنی غذا کے متعلق سوال کیا تھا اور کئی دفعہ جنگل میں چرواہوں کے سامنے آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کر کے منکرین نبوت کی حالت پر تعجب ظاہر کیا تھا اور ایک دفعہ حبیب خدا ﷺ کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شیر نے کلام کر کے اس کو لشکر کا راستہ بتایا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اگر اپنے پیارے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں مبتلا ہو کر صابر بن چکے تھے تو ہمارے رسول اکرم و افضل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے ایک فرزند کو مولیٰ حقیقی کے حوالہ کر کے صبر کی خلعت فاخرہ سے مزین ہو چکے ہیں۔

قارئین کرام! آپ اس صبر اور اس صبر کا فرق ملاحظہ کریں کہ وہاں باوجود اور فرزند ہونے کے آثار تھے اور یہاں ایک ہی فرزند کے فوت ہو جانے پر سوائے صبر وشکر کے اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو اگر حسن کا کچھ حصہ عطا ہوا تھا تو ہمارے حضرت حبیب خدا ﷺ کو کامل طور پر حسن ملا ہوا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر اگر مصر کی عورتیں عاشق تھیں تو ہمارے حضرت ﷺ کے حسن کامل پر صحابہ کرام نے اپنی جانیں قربان کر دی تھیں اور اپنے وطن واقارب کو خیر باد کہہ کر مثل پروانہ آپ ﷺ پر جلتے نظر آتے تھے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زنان
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

مختلف صحابہ کرام سے حبیب خدا ﷺ کے حسن کی تعریف دریافت کی گئی تو ہر ایک نے اپنی فہم وعقل کے مطابق جواب دیا۔ کسی نے کہا آپ کا چہرہ سورج سے زیادہ روشن ہے، کسی نے کہا آپ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح خوبصورت اور حسن وجمال میں بے نظیر ہے۔ کسی نے کہا کہ آپ دونوں سے زیادہ منور ہیں۔ اور دل یہی چاہتا تھا کہ ہر وقت آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھتے رہیں اور ایک پل بھی وہاں سے جدا ہو کر پیاری صورت جان جہان کی زیارت سے غافل نہ ہوں۔

غرض عالم ایجاد میں اب تک حضور سید عالم ﷺ سے زیادہ حسن ظاہری و باطنی میں اب

تک نہ کوئی آیا اور نہ آئے گا۔ اور نہ ہی آپ ﷺ کے حسن و جمال کو کما حقہ بیان کرنے والا پیدا ہوا اور نہ ہی ہوگا۔

لا یُدرِكُ الواصِفُ المُطرِیُ خَصائِلَهُ وَاِن یَّكُ سَابِقًا فِی كُلِّ مَا وَصَفَا

(اس کے خصائص کو نہیں پا سکتا اگرچہ وہ سابق ہے ہر اس چیز میں جس کی اس نے وصف کی)

حضرت یوسف علیہ السلام اگر اپنے والدین سے علیحدہ ہو کر دار غربت میں مبتلا ہوئے تھے تو ہمارے حضرت ﷺ بھی اپنے اقارب واحبہ و وطن سے جدا ہو کر مہاجر کے لقب سے موصوف ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اگر تعبیر رؤیا کا علم دیا گیا تھا تو حبیب خدا محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے لاکھوں غلام بھی صحیح تعبیریں بتا کر علم رؤیا کے ماہر ہو چکے ہیں اور قیامت تک علم رؤیا سے واقفیت رکھنے والے حضور سید عالم ﷺ کے غلام موجود رہیں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو ارشاد ہوا:

لا تَتَّبِعِ الهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنِ اللّٰہِ ۔ (پارہ ۲۳ ص آیت:۲۶)

"اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔"

حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قسم کے ساتھ فرمایا:

وَمَا یَنطِقُ عَنِ الهَوٰی اِن ھُوَ اِلَّا وَحیٌ یُّوحٰی (پارہ ۲۷ سورہ النجم :۳-۴)

"وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو کچھ نہیں کرتے مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔"

حضرت داؤد علیہ السلام کا موازنہ باعتبارِ معجزات مثلاً جانوروں اور پہاڑوں کا آپ کے ساتھ ہو کر تسبیح کرنا اور لوہے کا آپ کے ہاتھ پر نرم ہو کر ذرعہ کی شکل بننا، حبیب

خدا رسول اکرم ﷺ کے ساتھ کیا جائے تو پھر بھی ہمارے ہی حضرت محمد ﷺ افضل و اعلیٰ ثابت ہوں گے کیونکہ وہاں اگر پہاڑ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے تو یہاں حضرت اقدس ﷺ کے غلاموں کے ساتھ کنکریاں تسبیح و ذکر میں مشغول تھیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں خود سیّد عالم ﷺ کے ساتھ جلوۃ میں موجود تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم یکے بعد دیگرے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ہر ایک سے حاضری کا مقصد پوچھا؟ ہر ایک نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے واسطے آئے ہیں۔ پھر حبیبِ خدا سرور انبیا ﷺ نے سات کنکریاں ہاتھ میں پکڑیں تو ان کے تسبیح کرنے کی آواز ہم سب حاضرین نے سنی، پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیں، وہ پھر پیاری پیاری آواز کے ساتھ اپنے خالق و مولیٰ کی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ صدیقِ امت ﷺ نے ان کنکریوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا تو پھر بھی وہ اسی طرح ورد کر رہی تھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ کے ہاتھ میں گئیں تو پھر بھی وہ اسی شغل میں رہیں جس میں پہلے تھیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے اگر جانور منقاد تھے تو حبیب خدا ﷺ کے مطیع و فرمانبردار، شیر، بھیڑئے، اونٹ، گھوڑے وغیرہ تھے۔ سرکش اونٹ آپ کا مطیع ہوا؛ بھیڑیئے نے آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کی تصدیق کی۔ شیر نے حضرت محمد ﷺ کے غلام سفینۂ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اس کو لشکرِ اسلامی کا راستہ بتایا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر اگر لوہا نرم ہو کر زرعہ کا کام دیتا تھا تو حبیبِ خدا ﷺ کے پاؤں تلے پتھر موم کی طرح نرم ہو جاتے تھے اور آپ ﷺ کا نقشِ قدیم باعثِ محبت اپنے میں جما کر محبوب کو یاد کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ جدھر تشریف لے

جاتے تھے، شجر و حجر اسلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ! سے آپ ﷺ کو پکارہ کرتے تھے، آواز دیتے تھے۔

غور فرمائیے: لوہا تو آگ میں پگھل کر مثل پانی ہو جاتا ہے لیکن آج تک یہ کہیں نہیں دیکھا گیا کہ پتھر پگھل کر پانی کی مثل ہو گیا ہو۔ اور سنیئے خداوند عالم نے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہے کو گرم کر دیا ہوا تھا، اسی طرح اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلام و تابعدار شیخ علی العمری شامیؒ کو یہ فضیلت بخشی ہوئی تھی کہ لوہا ان کے ہاتھ میں مثل موم ہو جاتا تھا۔ جو معجزہ حضرت داؤد علیہ و السلام کو عطا کیا تھا، اسی طرح کی کرامت سچی اتباع کے باعث حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں سے صادر ہو رہی ہے۔ حبیب اللہ اور خلیفۃ اللہ میں فرق ملاحضہ فرمائیں تا کہ واضح ہو جائے کہ سید المرسلین افضل النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ اور حقیقت میں ان الفاظ کا معنون کون ہے۔ صلی اللہ خیر خلقم محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

حضرت سلیمان علیہ والسلام کو اگر رسالت کے علاوہ ظاہری بادشاہت بھی عطا کی گئی تھی تو ہمارے حضرت رسول اکرم و افضل علیہ الصلوٰۃ والسلام پر روئے زمین کے خزانے اور تمام ممالک کی بادشاہت پیش کی گئی تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمشورہ حضرت جبریل علیہ والسلام ان سب سے انکار فرما کر قوت لایموت کو ترجیح دی اور فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں چند روزہ زندگی اس طرح بسر کرو جس طرح ایک مسافر راہ گزر کسی درخت کے سایہ تلے تھوڑی دیر آرام کر کہ اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضرت رسول مقبول صادق و مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے رب العالمین نے مکہ شریف کے پہاڑوں کو سونا چاندی بنا کر میرے سامنے پیش کیا، میں

نے عرض کی کہ اے میرے مولیٰ: میں اپنی زندگی اس طرح بسر کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ایک دن پیٹ بھر کر کھانا کھاؤں تو تین دن بھوکا رہ کر تیری یاد میں مست رہوں اور جب میں کھانا کھاؤں تو تیری حمد وثنا میں مشغول رہوں۔

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنی پیاری بیوی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا، اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ سیر کرتے پھرتے کیونکہ ایک دن خداوند عالم کی طرف سے ایک فرشتہ پیغام لے کر آیا تھا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم تم کو رسالت اور بادشاہت عنایت کرتے ہیں۔ اگر تمنا ہو تو رسالت اور عبدیت خاصہ سے مشرف فرماتے ہیں لیکن میں نے بمشورہ جبریل علیہ السلام دوسری شق کو ترجیح دی۔

راقم کا خیال ہے کہ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ظاہری ملی ہوئی تھی، اسی طرح ہمارے سردار سید الاولین والآخرین ﷺ کو بھی عطا ہوئی تھی کیونکہ آپ کے غلام ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک برابر ایسی سلطنت کرتے چلے آئے ہیں جس کی نظیر مشکل ہے اور اس رعب و دبدبہ کے ساتھ سلطنت اسلامی کا دور رہا ہے جس کی دھوم کرہ ارض پر اپنی مثیل نہیں رکھتی۔ مفصل حالات سلطنت اسلامی کتب مطلولہ میں نظر آتے ہیں۔ شوق ہو تو آپ بھی مطالعہ فرمائیں اور علم حاصل کریں۔ کہ کس شان وشوکت سے اسلامی سلطنت گزری ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اگر ہوا، دن رات میں دو ماہ کی مسافت پر اڑا کر شہروں کی سیر کراتی تھی تو ہمارے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو مولیٰ حقیقی نے شب معراج میں وہ معجزہ عنایت کیا تھا جو عقل و فکر سے باہر ہے۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت تھوڑی دیر میں بیت المقدس کا سیر کر کے ہزاروں برس کی راہ

طے کر کے عالم ملکوت کا تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرما کر عالم سفلی میں نزول فرما کر دنیا پر ثابت کر دیا تھا کہ حبیب خدا اور رسول خدا میں فرق یہ ہے۔ نیز حبیب خدا کے ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک ایسے غلام موجود رہے ہیں اور قیامت تک رہیں گے جو کہ وقت قصیر میں بعد المشرق والمغرب کو طے کر لیتے ہیں اور بعض ان میں سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی طفیل ہوا پر چلتے ہیں۔ ایسی کرامات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی برکت کا نتیجہ ہیں۔ اسی سبب سے ہم کہتے ہیں کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں۔ ملاحضہ ہو، نفحات الانس۔ حالات مشائخ نقشبندیہ، تذکرۃ الاولیاء وغیرہ۔

جنات، حضرت سلیمان علیہ السلام کے کراہا منقاد تھے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل و جان سے مطیع و فرمانبردار تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کے مطیع بنانے کے لئے اگر قید کرنے کی ضرورت تھی تو یہاں حسن و جمال نبوی پر فریفتہ ہو کر فوجوں کی فوجیں اسلام سے مشرف ہو کر اپنے دوسرے بھائیوں کو اسلام کی تلقین فرما کر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنے پر عاشق زار بناتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ارجمند (حضرت سلیمان علیہ السلام) اگر جانوروں کی بولی سمجھتے تھے اور چیونٹی کی گفتگو سے واقف ہو کر لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیتے تھے تو ہمارے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شجر و حجر کی کلام اور تسبیح الجبال اور اونٹ و بھڑیں، ہرنی و گوہ وغیرہ کی گفتگو سے واقف ہونے کے علاوہ اُن کی فریاد کو پہنچتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اگر جنوں کو قید کرنے پر قادر تھے تو یہاں بھی حبب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں غلام ہیں اور قیامت تک رہیں گے جن کو مولیٰ تعالیٰ نے یہ طاقت و قوت بخشی ہوئی ہے کہ وہ سرکش اور ممترد جنوں کو کلام الٰہی پڑھ کر قید کر دیتے ہیں بلکہ بعض سخت سرکشوں کو بوقت ضرورت ہلاک بھی کر ڈالتے ہیں۔ اس کے متعلق مجھے

چند واقعات یاد ہیں، اختصار اجازت نہیں دیتا ورنہ ضرور لکھنے کی جرأت کرتا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یحیٰ علیہ السلام اگر لڑکپن کی حالت میں حکم دئے جانے کے علاوہ بغیر کسی گناہ کے روتے جاتے اور صومِ وصال میں مشغول رہتے تھے تو ہمارے حضرت حبیبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان سے ہر ایک صفت میں اعلیٰ و ارفع تھے۔

حضرت یحیٰ علیہ السلام بت پرستوں کے زمانہ میں نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے جہالت کا دور دیکھا تھا۔ رسول اکرم ﷺ باوجود یہ کہ بت پرست معاشرہ میں پیدا ہوئے اور اسی میں نشو ونما پائی، پھر خدا کے فضل سے بتوں اور حزب الشیطان کے نزدیک خداداد فراست ودانائی کی وجہ سے نا پھٹکے۔ اوران سے ایسی نفرت ظاہر کرتے رہے کہ بت پرست رشتے دار آپ ﷺ کو اپنا جانی دشمن سمجھنے لگے اور آپ ﷺ کے قتل کی تدبیریں سوچنے لگے لیکن مولیٰ حقیقی نے مطابق واللہ یعصمک من الناس (اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔ پارہ ٦ المائدہ: ٦٧) اور آپ ﷺ کو دشمنوں کی شرارت سے محفوظ رکھا۔ اور اخیر میں حق کا غلبہ ظاہر کر کے باطل اور اہل باطل کو مغلوب قرار دیا۔ صوم وسال آپ ﷺ کا خاص طریقہ تھا۔ چنانچہ صحابہ اکرام نے چاہا کہ صوم وصال کی اطباع کریں لیکن حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے جیسے نہیں کیونکہ مجھے تو میرا رب صبح وشام غائب سے کھلاتا اور پلاتا ہے، تم طاقت نہیں رکھتے کے پے درپے میری طرح صوم وصال کو ادا کر سکو۔

حضرت یحیٰ علیہ السلام اگر خوف الٰہی سے روتے تھے تو ہمارے حضرت محمد ﷺ کے سینائے مبارک سے خوف الٰہی کے باعث رونے کی آواز اس طرح آتی تھی، جس طرح ابلتی ہوئی ہنڈیا آواز دیتی ہے۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ و حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حضرت رسول اکرم حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا موازنہ درج ذیل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اگر کوہ طور پر مکالمت کا فخر دیا گیا تھا تو ہمارے حضرت ﷺ کو مولیٰ کریم نے سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک مکالمت کا شرف مرحمت فرما کر ساتھ ہی دیدار سے بھی معزز فرمایا جس دیدار کی تاب نہ لا کر حضرت موسی علیہ السلام کوہ طور پر غشی فرما کر، بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام:۔

رَبِّ شْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (پارہ۱۶: طٰہٰ:۲۵)

"اے میرے رب میرے لے میرا سینہ کھول دے"

کہہ کر شرح صدر کی تمنا کرتے تھے حبیب علیہ السلام کو خود ہی رب کریم نے شرح صدر کی:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَكَ (پارہ ۳۰ سورہ الانشرح:۱)

"کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا"

کہہ کر دولت بخشی ہے۔ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حجاب ناز سے تجلی ہوئی:۔

فَلَمَّا جَاءَ ھَا نُوْدِیَ اَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّار (پارہ۱۹ سورہ نمل:۸)

"پھر جب آپ کے پاس آیا، ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام"

حبیب علیہ السلام پر جلوہ نور سے تدلّی ہوئی اور وہ غایت تعظیم اور تفخیم کے لیے با الفاظ ابہام بیان فرمائی گئی:۔

اذْ یَغْشَی السَّدْرَۃ مَا یَغْشٰی (پارہ ۲۷ سورہ نجم:۱۶)

"جب سدرہ پر چھا گیا جو کچھ چھایا"

کلیم علیہ الصلوۃ والسلام کو معراج درخت دنیا پر نصیب ہوئی۔

نُودِیَ مِنۡ شَاطِیءِ الۡوَادِ الۡاَیۡمَنِ فِی الۡبُقۡعَةِ الۡمُبَارَکَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ (پارہ ۲۰ سورہ قصص: ۳۰)

"ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ (درخت) سے۔"

حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کی معراج سدرۃ المنتہی وفردوس اعلیٰ تک بیان فرمائی۔

عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰی۔ عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰی۔

"سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ (پارہ: ۲۷ النجم: ۱۴۔۱۵)

حضرت ہارون وکلیم علیہما الصلوٰۃ وتسلیم نے فرمایا کہ انہوں نے فرعون کے پاس جاتے وقت اپنا خوف ظاہر کیا:

رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ یَّفۡرُطَ عَلَیۡنَا اَوۡ اَنۡ یَّطۡغٰی (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ: ۴۵)

اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔

پر حکم ہوا

لَا تَخَافَا اِنَّنِیۡ مَعَکُمَا اَسۡمَعُ وَاَرٰی (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ: ۴۶)

"ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں، سنتا اور دیکھتا"

حبیب ﷺ کو خود مژدہ نگہبانی دیا:

وَاللّٰهُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (پارہ: ۶ سورۃ: ۶۷)

"اور اللہ تعالیٰ نگہبانی کرے گا لوگوں سے"

مسیح علیہ السلام کے حق میں فرمایا، ان سے پرائی بات پر یوں سوال ہوگا:

يَا عِيسَى ابنَ مَريمَ ءَانتَ قُلتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ اِلٰهَينِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ط (پارہ ۷ سورہ مائدہ:۱۱۶)

"اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا ٹھہرالو"۔

معالم التنزیل میں ہے، اس سوال پر خوف الٰہی سے حضرت مسیح علیہ السلام کا بند بند کانپ اٹھے گا اور ہر بن مو سے خون کا فوارہ بہے گا۔ اسکے مقابلے میں شان حبیب ﷺ دیکھئے، جب حبیب علیہ الصلوۃ والسلام غزوہ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لی، اس پر سوال تو حضور ﷺ سے بھی ہوا مگر یہاں جو شان الفت و محبت و کرم و عنایت ہے، قابل غور ہے، ارشاد ہوا:۔

عَفَا اللّٰهُ عَنكَ لِمَ اَذِنتَ لَهُمْ (پارہ نمبر ۱۰ سورہ توبہ: ۴۳)

"اللہ تجھے معاف فرمائے تو نے ان کو کیوں اجازت دے دی"

سبحان اللہ! سوال پیچھے ہے اور یہ کمال محبت کا کلمہ پہلے ہے۔

مسیح علیہ الصلوۃ والسلام سے قرآن مجید میں نقل ہے:۔

فَلَمَّا اَحَسَّ عِيسَى مِنهُمُ الكُفرَ اَنصارِيْ اِلَى اللّٰهِ ط قَالَ الحَوَارِيُّونَ نَحنُ اَنصَارُ اللّٰهِ (پارہ:۳ سورہ عمران:۵۲)

"پس جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر کو جانا تو فرمایا، اللہ کی طرف میرا مددگار اور ساتھی کون ہے۔ حواریوں نے کہا، ہم اللہ کے مددگار ہیں۔

حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت انبیاء و مرسلین کو حکم نصرت ہوا:

لَتُؤمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنصُرُنَّهُ (پارہ ۳ سورہ عمران: ۸۱)

"حبیب کے ساتھ ایمان لاؤ اور اس کی نصرت کرو۔"

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا تو انہوں نے خدا کی رضا چاہی:۔

وَاعَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ: ۸۴)

''اے رب، میں نے تیری طرف اس لیے جلدی کی کے تو راضی ہو۔''

حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے خداوند عالم نے ان کی رضا چاہی:۔

فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا۔ (پارہ ۲ سورہ البقرہ: ۸۴)

''ہم تیرا منہ اسی قبلہ کی طرف پھیریں گےجسے تو پسند کرتا ہے۔''

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (پارہ ۳۰ سورہ الضحیٰ: ۵)

''اور البتہ تیرا رب تجھ کو اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔''

حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا فرعون کے خوف سے مصر سے تشریف لے جانا بلفظ فرار نقل فرمایا:

فَفَرِرْتُ مِنْکُمْ رَبُّکَ خِفْتُکُمْ (پارہ ۱۹ سورہ اشعراء: ۲۱)

''جب میں نے خوف کیا تو تم سے بھاگ گیا۔''

حضرت حبیب محمد مصطفےٰ ﷺ کا ہجرت فرمانا باحسن عبارات ادا فرمایا:

اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَکَفَرُوْا (پارہ ۹ سورہ انفال: ۳۰)

''یاد کرو! جب کافر آپ کو نکالنے کی تدبیر بنا رہے تھے۔''

کلیم علیہ السلام سے طور پر کلام اور اسے سب پر ظاہر فرما دیا:

اَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ: ۱۳۔۱۴)

''میں نے تمہیں پسند کیا' پس تو وحی کو سن کہ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس تو میری عبادت کر اور نماز کو میرے ذکر کے لیے قائم کر۔''

حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فوق السمٰوات مکالمہ فرمایا اور اسے سب سے چھپایا:۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ۔ (پارہ ۲۷ سورہ نجم:۱۰)

''پس اس نے اپنے بندے (محمدؐ) کی طرف وحی کی۔''

ان سب امور کو بغور ملاحظہ فرمایا جائے تو آپ کو حبیب اور کلیم کا فرق معلوم ہو جائے گا۔ حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلیم اللہ اور روح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام سے بلند مرتبہ ہونے کا یہ بھی ثبوت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو معجزات دکھائے، فرعونیوں کو اس سخت قید سے آزادی دلائی جو دنیا کا جہنم تھا۔ قلزم سے پار اترتے ہی مشرکوں کو بت پرستی کرتے دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا کہ:۔

اَجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ''۔ (پارہ ۹ سورہ الاعراف:۱۳۸)

''ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں۔

کہ جس طرح ان لوگوں کے لیے خدا ہیں ہمارے لیے بھی کوئی خدا بنا دیجیے'

اس پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سخت سرزنش کی مگر وہ جب کوہ طور پر چالیس رات مناجات کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے پیچھے زیورات ڈھال کر بچھڑا بنا لیا اور اس کو معبود بنا کر پوجنے لگے کیونکہ اہل مصر بیل کی بھی پوجا کرتے تھے۔ یہ تو ان کی معرفت اور خدا شناسی تھی' اب اولوالعزمی سنیے۔ جب عمالیق سے بنی اسرائیل کو لڑنے کا اتفاق ہوا تو ہر چند موسیٰ علیہ السلام نے ان کو لڑائی پر ابھارا مگر ان پر عمالیق کے قدوقامت سے وہ بزدلی طاری ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا:

فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ۔

(پارہ ٦ سورہ المائدہ:۲۴)

"تو آپ جایئے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔"

کہ اے موسیٰ علیہ السلام! جاؤ تم اور تمہارا رب ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر ایک بار نہیں بار بار اس قسم کی نافرمانیاں کرتے رہے حتیٰ کہ خود موسیٰ علیہ السلام تنگ آگئے اور خدا سے عرض کیا کہ ایسی بدنصیب اور نالائق قوم کا مجھے کیوں ہادی بنایا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا حال سنیئے! آپ نے ان کو صدہا معجزات دکھائے۔ بہت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے حالانکہ وہ کوئی جدید شریعت بھی لے کر نہیں آئے تھے کہ جس کا قبول کرنا طبیعت پر شاق ہوتا۔ صرف موسوی مذہب میں صوفیانہ اخلاص اور سوز و گداز پیدا کرنے آئے تھے' اس پر بھی جب دشمنوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گرفتار کیا' تو آپ کے سب اصحاب بھاگ گئے۔ شمعون اعظم الحوارین نے کہ جس کو آسمانی خزانوں کی کنجیاں دی گئی تھیں' ان کی شناسائی سے بھی بلفظ لعنت انکار کر دیا۔ مگر حبیب خدا حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو رنگ عرب کے خونخواروں اور جاہلوں پر چڑھایا وہ مرتے دم تک بھی زائل نہ ہوا اور بت پرست قوم کو کچھ ایسی چاشنی چکھادی کہ قبر تک بھی اس چاشنی کا نشہ دور نہ ہوا حالانکہ جو کچھ آپ تعلیم فرماتے تھے وہ ان کی سابق آزاد اور شہوت پرست زندگانی کے بھی سراسر خلاف تھا' ایسے ایسے تہلکوں میں اپنی جانوں کو ڈال کر اپنے ہادی کو فتح و نصرت دلا کر لائے اور پھر آپ ﷺ کے بعد بھی ان کی وہی صاف اور سادہ زندگی اور درویشانہ حیات رہی۔ اس تفاوت پر تفاضل کو غور فرمایا جاوے۔

اس انصاف کے لیے بشرط فہم سلیم افضلیت حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام پر سطور ذیل کافی ہیں۔ ملک عرب کی جہالت' درشت مزاجی اور گردن کشی کون نہیں جانتا' جس قوم میں ایسی جہالت ہو اور کوئی کتاب نہ آسمانی ہو نہ غیر آسمانی اور

اخلاق کا یہ حال کہ قتل کر دینا ایک معمولی بات ہو، فہم کی یہ کیفیت کہ پتھروں کو اٹھا لائے اور پوجنے لگے اور گردن کشی کی یہ صورت کہ کسی بادشاہ کے کبھی مطیع نہ ہوئے، جفاکشی کی یہ نوبت کہ ایسے خشک ملک میں شاد و خرم عمر گزاریں، ایسے جاہلوں، گردن کشوں اور متکبروں کو راہ پر لانا ہی دشوار تھا چہ جائیکہ علوم الٰہیات و اخلاق و سیاست مدن اور علم معاملات و عبادات میں رشک افلاطون و ارسطو و دیگر حکمائے نامدار بنا دیا۔ اعتبار نہ ہو تو اہل اسلام کی کتابوں اور ان کی کتب کا موازنہ کر کے دیکھیں، مطالعہ کرنے والوں کو فریقین کی کتابیں دیکھنے سے روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ ان علوم میں اہل اسلام تمام علوم کے علماء پر سبقت لے گئے ہیں نہ یہ تدقیقات کہیں ہیں اور نہ یہ تحقیقات کہیں ہیں

اب آپ اندازہ لگائیں کہ جن کے شاگردوں کے علوم کا یہ حال ہے خود موجد علوم کا کیا حال ہوگا! نظر تحقیق سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ معجزہ دیگر انبیاء کے معجزات سے کس قدر بڑھا ہوا ہے اور صاحب معجزہ دیگر حضرات پر فضائل و فواضل میں کہاں تک فوقیت رکھتا ہے۔ پھر آپ بنظر انصاف اصحاب موسیٰ و عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس بارہ میں موازنہ فرمائیں تو آپ کو متاخرین، متقدمین کی نسبت علوم و ایثار نفسی و جانثاری و اتباع کامل میں بڑھ کر نظر آئیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اگر ان کا عصا سانپ بن کر زندہ ہو جاتا ہے تو حبیب خدا ﷺ کے تصدق سے سوکھی کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہو گیا اور پھر تماشا یہ ہے کہ اس کی اپنی وہی ہیئت اصلی رہی۔ اگر وہ کسی جانور کی شکل ہو جاتا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا حال ہوتا تھا تو یوں کہنے کی گنجائش تھی کہ آخر کچھ نہ کچھ زندوں سے مناسبت تو ہے مگر کھجور کا سوکھا ستون روئے اور درد محبت میں چلائے، جس طرح کہ بچہ

فراق مادر میں بلک بلک کر روتا ہے۔

اس میں پہلے سے زندگانی کا کچھ لگاؤ ہر گز نہیں تھا اگر ہوتا تو پھر بھی کچھ مناسبت تھی، اس پر ذوق وشوق محبت اور درد فراق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو اس سوکھے ستون سے جمعہ کے دن ایک جم غفیر اور مجمع کثیر کے سامنے ظہور میں آیا یہ اور بھی افضلیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ درد فراق اور شوق واشتیاق مذکور کمال ہی درجہ کے ادراک شعور پر دلالت کرتا ہے۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عصاء موسوی کو اس ستون کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ وہاں اس اژدہا سے سانپوں کی نوع سے بڑھ کر کوئی بات ثابت نہیں ہوئی اور یہاں وہ آثار حیات اس ستون سے نمایاں ہوئے کہ بجز اہل کمال نوع انسانی سے اور کسی سے اس کی امید نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتھروں کا سلام کرنا اور درختوں کا بعد استماع امر اطاعت کرنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اور پردہ کے لیے دو درختوں کا جھک کر مل جانا' اس حیات اور شعور پر دلالت کرتا ہے کہ حیوانات سے اس کی توقع نہیں' اگر ہے تو افراد انسانی ہی سے ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا یا گارے سے جانوروں کی شکل بنا کر زندہ کر دینا بھی اس قسم کے معجزات بنوی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ مردہ قبل از موت تو زندہ تھا لیکن کھجور کا سوکھا درخت تو کبھی زندہ تھا ہی نہیں۔ ایسے ہی وہ جانور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام گارے سے بنا کر اڑاتے تھے' باعتبارِ شکل تو ان کو کسی قدر زندوں سے مناسبت تھی۔ یہاں تو یہ بھی نہ تھا۔ پھر ادراک وشعور اس کے علاوہ رہا۔

اگر آپ کو خیال ہو کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردے زندہ نہیں کیے تو لیجئے خصائص کبریٰ میں مرقوم ہے کہ حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنی والدہ ماجدہ کو زندہ کر کے مشرف بہ اسلام کیا تھا' نیز جس وقت یہودیہ نے

آپ کو گوشت میں زہر ملا کر کھلایا تھا تو اس بکری کے گوشت نے کلام کر کے آپ کو کھانے سے روک دیا تھا۔

انصار میں سے ایک اندھی بڑھیا مائی کا فرزند فوت ہو گیا۔ اس کے غمگین ہونے پر آپ ﷺ نے اس کے فرزند کو زندہ کر کے مائی کو تسلی دی تھی۔ ایک مہاجرہ عورت کا لڑکا وباء المدینہ سے فوت ہو گیا تو وہ بھی آپ کی برکت سے زندہ ہوا تھا۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حبیب خدا ﷺ کے چہرہ اقدس پر بھوک کے آثار دیکھ کر شیر دار بکری کو ذبح کر کے کھانا تیار کیا تو آپ ﷺ نے کھانا کھا کر بکری کی تمام ہڈیوں کو جمع کر کے کچھ پڑھا تو وہ زندہ ہو گئی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو پکڑ کر گھر لے گئے تو ان کی بیوی نے تعجب کیا اور صدق دل سے ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللہ '' (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا۔

اسی طرح کے سینکڑوں واقعات صحیحہ کتب معتبرہ میں درج ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے غلاموں سے بھی اس قسم کی کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ چنانچہ امام شعرانی نے طبقات کبریٰ میں سیدی شیخ ابراہیم متولی کے حالات میں لکھا ہے کہ شیخ نے ایک کثیر العبادات اور ناقص الدرجہ فقیر کو دیکھا اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو عبادت بہت کرتا ہے لیکن تیرا مرتبہ کم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیرا والد تجھ سے ناراض ہو کر فوت ہو گیا ہے۔ میرے ہمراہ اپنے والد کی قبر پر چل تا کہ تیرا قصور معاف کرائیں۔ شیخ نے قبر پر جا کر اس کو آواز دی اور وہ قبر سے نکلا۔ شیخ نے کہا' ہم سب فقراء اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ تم اپنے بیٹے کا قصور معاف کرو اور اس پر راضی ہو جاؤ۔ اس نے کہا' میں تم سب کو اس بات کا شاہد بناتا ہوں کہ میں اپنے بیٹے پر راضی ہوں۔ شیخ نے کہا کہ تم اپنے مکان پر چلے جاؤ چنانچہ وہ قبر میں واپس ہو گیا۔

اسی طرح کے کئی واقعات امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں لکھے ہیں جو درحقیقت حضور سید عالم ﷺ کے معجزے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے کی برکت سے اگر پتھر میں سے پانی نکلتا تھا تو یہاں دست مبارک نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے نکلتا تھا اور ظاہر ہے کہ پتھروں سے پانی کا نکلنا اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت پوست میں سے پانی کا نکلنا عجیب ہے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ میں پتھر سے پانی نکلنے میں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جسم مبارک موسوی کا یہ کمال تھا اور یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ دست مبارک محمدی' منبع فیوض لا انتہاء ہے بلکہ جب یہ دیکھا جائے کہ کسی پیالہ میں تھوڑا سا پانی لے کر اس پر آپ ﷺ نے ہاتھ پھیلا دیا جس سے اس قدر پانی نکلا کہ تمام لشکر سیراب ہو گیا اور لشکر کے تمام جانور بھی سیر ہو گئے۔ تو یہ بات بحکم فہم سلیم سمجھ میں آتی ہے کہ جیسے شیشہ' وقت تقابل آفتاب فقط فاعل اور مفعول ہوتا ہے اور نور افشانی فقط آفتاب ہی کا کام ہے اور یہ کمال نور اسی کی طرف سے آیا ہے' شیشہ کی طرف سے نہیں۔ ایسے ہی اس وقت جب رسول اکرم وافضل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دست مبارک اس پانی پر رکھا اور یہ معجزہ تکثیر آب نمایاں ہوا تو یوں سمجھو کہ پانی محض فاعل تھا' فاعلیت اور ایجاد آپ ﷺ کی طرف سے تھا یعنی فاعلیت فاعل حقیقی اور ایجاد موجد حقیقی کے سامنے آپ ﷺ کا دست مبارک ایک واسطہ فیض اور آلہ ایجاد تھا گو اس مولیٰ قدیم کو بغیر وسائط کے بھی بنانا آتا ہے لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اس طور سے پانی کا پیدا ہونا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ آپ ﷺ کے دست مبارک کی تاثیر سے ظاہر ہوا اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ میں یہ خوبی نہیں نکلتی بلکہ فقط ایک قدرت خدا ثابت ہوتی ہے۔

علیٰ ہذا القیاس کنویں میں آپ ﷺ کے تھوکنے سے پانی کا زیادہ ہو جانا یا کچھ پڑھنے

سے کھانے کا بڑھ جانا بھی آپ ﷺ کے کمال جسمی پر دلالت کرتا ہے اور قدرت خدا پر بھی دلالت کرتا ہے۔ برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کے واسطہ سے روٹیوں کا زیادہ ہو جانا فقط قدرت خدا پر ہی دلالت کرتا ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمال جسمی پر دلالت نہیں کرتا' ہاں یہ مسلم ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ و السلام کے واسطے سے ان امور کا ظہور میں آنا ان کے تقرب پر دلالت کرتا ہے اور اسی وجہ سے ان کا معجزہ سمجھا جاتا ہے مگر یہ بات تو دونوں جگہ یعنی حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام میں برابر موجود ہے اور پھر اس پر رسول اللہ ﷺ میں کمال جسمی مزید برآں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے یونہی بیماروں کا اچھا ہو جانا اس قدر قابل وقعت نہیں جس قدر حضرت رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ لگانے سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ کا فی الفور صحیح و سالم ہو جانا اور بگڑی ہوئی آنکھ کا آپ ﷺ کے ہاتھ لگاتے ہی اچھا ہو جانا قابل عزت و حرمت ہے کیونکہ وہاں تو اس سے زیادہ اور کیا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہتے ہی بیماروں کو اچھا کر دیا' کچھ برکت جسمانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں پائی جاتی اور یہاں دونوں موجود ہیں کیونکہ اصل فاعل تو پھر بھی خداوند عالم ہی رہا لیکن بواسطہ جسم محمدی ﷺ اس اعجوبہ کا ظاہر ہونا' بے شک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کا جسم مقدس منبع البرکات والفیوض ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا کی خوبی میں کچھ کلام نہیں لیکن حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اصحاب کی چھڑی کے سر پر بہ طفیل جناب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اندھیری رات میں جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں سے رخصت ہو نے لگے' روشنی ہوگئی۔ وہ جانے والے دو شخص تھے' جہاں سے راہ جدا جدا ہوئی وہاں سے وہ

روشنی دونوں کے ساتھ ہولی۔

اب غور فرمایئے! دست مبارک موسوی علیہ السلام اگر جیب میں ڈالنے کے بعد بوجہ قرب قلب منور روشن ہوا تھا تو اول تو وہ نبی تھے اور دوسرے نور قلب کا قرب و جوار جیسے بوجہ قرب ارواح اجسام میں ان کے مناسب حیات آجاتی ہے ایسے ہی اگر بوجہ قرب نور قلب دست موسوی میں اس کے مناسب نور آجائے تو کیا عجب ہے۔ لیکن یہاں تو وہ دونوں صاحب نہ نبی تھے اور نہ ہی ان کی لکڑی کو قلب سے قرب و جوار اور نہ اخذ فیض میں وہ قابلیت، جو بدن میں بہ نسبت روح ہوتی ہے۔ فقط برکت صحبت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھی جس کے باعث یہ خرق عادت ظاہر ہوتی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے اگر بنی اسرائیل پیدل ہی سمندر سے گزر گئے تھے تو یہاں حبیب خدا رسول اکرم ﷺ کی برکت سے آپ ﷺ کے غلام علاء بن حضرمی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمع لشکر پیدل سمندر طے کر گئے تھے۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مدائن کے وقت لشکر لے کر دریائے دجلہ کو عبور کیا تھا۔ اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو حضور سید عالم رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام کی برکت سے پانی پر چلتے ہیں۔ چونکہ سردار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سمندر عبور کرنے کا موقع پیش نہیں آیا ورنہ ناممکن نہ تھا کہ آپ ﷺ، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے باحسن طریق گزرتے، خاص کر اس حالت میں جب کہ آپ ﷺ کے غلام گزر رہے ہیں

علیٰ ہذا القیاس اگر بنی اسرائیل پر من وسلوٰی اترتا تھا تو یہاں بھی صحابہ کرام کو سمندر نے اس قدر بڑی مچھلی دی تھی کہ ایک ماہ برابر من وسلوٰی کا کام دیتی تھی نیز دست مبارک نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے طعام قلیل ولبن یسیر حدِ افراد کو پہنچ کر سینکڑوں کو سیر کر دیتا تھا۔ جس کی تفصیل کتب حدیث بتلا رہی ہیں۔

مقام غور ہے کہ وہاں من وسلوٰی کے نازل ہونے میں کمال جسمی حضرت موسیٰ علیہ السلام ثابت نہیں ہوتا' صرف قدرت حق تعالیٰ ثابت ہوتی ہے لیکن یہاں قدرت خدا کے علاوہ برکت نبوی ﷺ اور حبیب خدا ﷺ کا کمال جسمی بھی ظاہر ہوتا ہے۔ تفاوت ملاحظہ ہو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر قدرت خدا سے اندھوں کو بینا کر دیتے تھے تو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس صحابی کے علاوہ جس کی آنکھیں سانپ پر قدم رکھنے کی وجہ سے ضائع ہو گئی تھیں' اس بے بصارت مائی کو بھی صاحب بصارت بنا دیا تھا جس پر کفار نے یہ الزام لگایا تھا کہ لات وعزّٰی کی عبادت چھوڑنے کی وجہ سے اندھی ہو گئی ہے اور لات وعزّٰی ہی نے اس کو اندھا کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر غیب کی خبریں دیتے تھے تو پیغمبر آخر الزماں ﷺ نے اس قدر غیب کی خبریں دی ہیں کہ کسی اور نبی نے نہیں دیں۔ اگر کسی صاحب کو دعوٰی ہو تو مقابلہ کر کے دیکھیں۔ حضور سید عالم ﷺ کی غیب کی خبریں کثرت سے صادق بھی ہو چکی ہیں مثلاً خلافت کا ہونا' حضرت عثمانؓ اور حضرت امام حسینؓ کا شہید ہونا' حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ پر دو بڑے گروہوں کی صلح کا ہو جانا' ملک کسرٰی اور ملک روم کا فتح ہونا' بیت المقدس کا فتح ہو جانا' مروانیوں اور عباسیوں کا بادشاہ ہونا' نار حجاز کا ظاہر ہونا' ترکوں کے ہاتھ سے اہل اسلام پر صدمات کا نازل ہونا جیسا کہ چنگیز خاں کے زمانہ میں ظاہر ہوا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ظہور میں آ چکی ہیں۔ نیز باوجود امی ہونے کے اور کسی نصرانی یا یہودی عالم کی صحبت میں نہ ہونے کے وقائع انبیاء سابق کے احوال کا بیان فرمانا ایسا روشن ہے کہ سوائے متعصب اور ناانصاف کے کوئی اور انکار نہیں کر سکتا۔

غرض جو کچھ بھی کسی نبی ورسول کو ملا وہ سب اور اس سے افضل واعلیٰ محبوب خدا ﷺ کو ملا اور جو محبوب کو ملا وہ کسی اور کو نہ ملا۔

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ھمہ دارند تو تنہا داری

پہلے مقدمہ کے مطابق جو خرق عادت کسی امتی سے ظاہر ہو وہ درحقیقت اس امتی کے نبی کا معجزہ ہے کیونکہ امتی کو یہ شرف اس نبی کی برکت اور اس کی اتباع کامل سے ملتا ہے۔ اگر آپ انبیائے کرام کے معجزات کو جمع کر کے ایک طرف رکھیں اور حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کی کرامات کو دوسری طرف تو یقیناً آپ ﷺ کو کسی رسول سابق کا ایسا معجزہ نہ ملے گا جس کے مقابل حبیب خدا ﷺ کے کسی غلام کی کرامات بعینہ موجود نہ ہوں جو کہ نفس الامر میں آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ اس بنا پر بھی آپ انصاف فرمائیں تو واضح ہو جائے گا کہ ہمارے حضرت ﷺ ہی قطعی طور پر سب حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے سردار اور پیشوا ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے نبی ہیں جن کو عیسائی و مسلمان تقریباً نصف کے قریب دنیا مان رہے ہے انہوں نے مردے زندہ کئے' اندھوں کو بینا کیا اور بیماروں کو شفا بھی دی۔ غرض بہت سے معجزے دکھائے مگر فرض منصب نبوت کا بنی اسرائیل پر کوئی معتد بہ اثر نہ ہوا۔ حالانکہ آپ بنی اسرائیل کی مسلم کتابوں اور مسلم نبیوں کے جملہ دستورات و قواعد مذہبیہ میں کوئی تغیر بھی نہ کرنا چاہتے تھے جو رنج و عداوت کا سبب متعین ہو سکے بلکہ طریقت و معرفت کے معلم تھے۔ مگر بنی اسرائیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم تھی کچھ اثر پذیر نہ ہوئی۔ بلکہ ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ پاکدامن پر بیہودہ الزام لگانے کھڑی ہو گئی۔ اور تو اور ان کے بارہ حواریوں پر بھی ان کی ہدایت کا اس وقت تک پورا سکہ نہ جما۔ ایک نے تو جس کا نام یہودا ہے چند روپوں کی خاطر اپنے آقا کو یہود کے ہاتھ گرفتار کرا دیا اور شمعون پطرس اعظم الحوارین جس کو آسمانی خزانوں کی کنجیاں بھی دی گئی تھیں'

اس کا حال یہ ہوا کہ بجائے جان نثاری اور ایثار نفسی کے ایک عورت کے یہ کہنے پر کہ یہ بھی اس کے ساتھیوں میں سے ہے' شناخت کا بھی انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ میں تو انہیں جانتا بھی نہیں۔

اس کے مقابلہ میں حبیب خدا حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام پر اپنی تعلیم کا جو سکہ بٹھا دیا تھا' اس کی ایک نظیر آپ کے سامنے بیان کی جاتی ہے کیونکہ صحابہ کی جاں نثاری اور ایثار نفسی کا مسئلہ موافق و مخالف سب کے نزدیک مسلم ہے۔

جنگ بدر میں جب ہزار کے قریب مکہ مکرمہ کے جنگ جو اور قریش جن میں خود حضور سید عالم ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسی طرح سب مہاجرین کے بہت ہی قریب قریب رشتہ دار تھے' کوئی ماموں' کوئی بھانجا' کوئی باپ' کوئی بیٹا' کوئی چچا' کوئی بھتیجا' کوئی خسر' کوئی داماد اور کوئی بھائی تھا۔ ادھر مسلمانوں میں کچھ مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ پھر بڈھے کمزور بھی تھے۔ اور ہتھیار بھی سب کے پاس نہ تھے۔ اس کے برعکس قریش مکہ کے منتخب لوگ مسلح ہو کر حضور سید عالم ﷺ اور ان کے ایمان لانے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے آئے تھے۔ مسلمانوں کی اس حالت میں بھی تعداد تین سو تیرا تھی۔

لڑائی کے شروع ہوتے ہی کفار قریش نے انصار کی بابت پکار کر یہ کہا کہ یہ قریش کی تلواروں کی کیا تاب لا سکتے ہیں' ابھی بھاگ جائیں گے۔ اس پر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبادہ انصاری سردار نے للکار کر جواب دیا کہ ہم بنی اسرائیل نہیں کہ اپنے پیغمبر سے یوں کہیں کہ:

"جاتو اور تیرا خدا لڑتے پھرو ہم تو آگے نہیں بڑھتے۔ اگر رسول اکرم ﷺ ہم کو غوطہ مارنے کا حکم دیں تو ہم سب ابھی سمندر میں کود پڑنے کو تیار ہیں۔"

پھر جب ابو جہل فرعون امت نے یہ طعنہ دیا کہ غیروں کو کیا مقابلے میں لاتے ہو" اے محمدؐ! اپنے لخت جگروں کو پیش کرو۔" تو آپ ﷺ نے حضرت علی، حضرت حمزہ اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آگے بڑھایا۔ الحاصل بھائی کے مقابلہ میں بھائی، باپ کے بیٹا اور چچا کے بھتیجا ہو گیا اور مسلمانوں نے پوری جاں نثاری سے حضرت رسول اکرم و اعظم ﷺ کو فتح یاب کیا۔ اب مقام غور و فکر ہے کہ وہ کیا نشہ تھا جو حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو پلا دیا تھا۔ وہی روحانی شراب تھی جس کے نشہ میں نہ ان پر کسی کی ہیبت و کثرت غالب آتی تھی، نہ قرابت سد راہ ہو سکتی تھی۔ کیا کوئی شخص اس کی نظیر اصحاب موسیٰ و عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام میں بتا سکتا ہے۔؟ ہرگز نہیں! غرض سلسلہ نبوت میں کوئی بھی ایسا نہیں جو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر برکات آسمانی اور فضائل و محاسن کا مالک تسلیم کیا جائے۔

بیان سابق کی تائید میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند عیسائی مصنفوں کے اقوال پیش کئے جائیں۔ کیونکہ

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔

"فضیلت (بزرگی) وہ ہوتی ہے جس کی شہادت دشمن بھی دیں۔"

گاڈ فری ہیگسن اپنی کتاب میں گبن صاحب کی رائے ان الفاظ میں نقل کرتا ہے کہ "چاروں خلفاء کے اخلاق و اطوار یکساں صاف اور ضرب المثل تھے، ان کی سرگرمی، دل دہی اخلاص کے ساتھ تھی، سروت پا کر بھی انہوں نے اپنی زندگی مذہبی اور اخلاقی فرائض ادا کرنے میں گزار دی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو پیغمبر کے اقتدار پانے کے

اول بھی جب کے وہ مصیبتوں اور تکلیفوں کا نشانہ بن رہے تھے، ان پر ایمان لائے۔ اس سے ان کی راست بازی معلوم ہوتی ہے اور دنیا کی سر سبز سلطنتوں کے مسخر کر لینے سے ان کی لیاقت کی فوقیت معلوم ہوتی ہے۔ اس صورت میں کوئی یقین کر سکتا ہے کہ ایسے شخص نے ایزائیں سہیں، جلاوطنی اختیار کی اور بڑی سرگرمی سے پابندی کی، یہ سب ایک ایسے شخص کی خاطر سے تھا کے جس میں برائیاں ہوں اور اس کا مذہب انؔ کی تربیت اور ابتدائی زندگی کے تعصّبات کے بھی برخلاف ہوا پر یقین نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ خارج از حیطہ امکان ہے۔ عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد ﷺ کے مسائل نے اس درجہ نشہ ان کے معتقدوں کے دل میں پیدا کیا تھا کہ جس کا عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیر دوٗں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ آپ ﷺ کا مذہب اس تیزی سے دنیا میں پھیلا کہ جس کی دین عیسوی میں مثال نہیں چنانچہ نصف صدی سے بھی کم مدت میں اسلام بہت سی عالیشان اور سر سبز سلطنتوں پر غالب آ گیا تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیروٗ بھاگ گئے، ان کا دینی نشہ جاتا رہا اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چلے گئے اگر بالفرض ان کو حفاظت کرنے کی ممانعت تھی تو آپ کی تشفی کے لیے تو موجود رہتے اور استقلال سے آپ کے اور اپنے ایزا رسانوں کو دھمکاتے۔ اس کے برعکس محمد ﷺ کے پیروان کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر اس کو تمام دشمنوں پر فتح یاب کیا۔"

پھر گبن صاحب اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ "حضرت محمد ﷺ کا مذہب شکوک وشبہات سے پاک ہے۔ مکہ کے پیغمبر نے بتوں، انسانوں، ستاروں کی پرستش کو اس طرح رد کر دیا کہ جو فانی اور طلوع وغروب ہونے والا ہے، وہ قابل پرستش نہیں کیونکہ اس کو ہستی کی کسی بات کا اقتدار حاصل نہیں، اس نے بانی کائنات کا ایک ایسا وجود تسلیم کیا کہ جس کی نہ

ابتداء ہے نہ انتہا۔ اور نہ وہ کسی شکل میں محدود نہ کسی مکان میں موجود اور نہ اس کی کوئی نظیر ہے۔ ان بڑے بڑے حقائق کو پیغمبر نے ظاہر کیا اور اس کے پیروؤں نے اس کو تسلیم کیا اور مفسروں نے دلائل سے ان کی تشریح کی؛ جن کی نسبت ایک بڑے سے بڑا حکیم کہہ سکتا ہے کہ وہ ہمارے موجودہ قویٰ اور عقل سے بھی بالاتر ہیں۔ اس لیے ان کے پیرو ہندوستان سے لیکر مراکش تک موحد کے لقب سے مشہور ہیں۔ وہ اصول جن کی بنیاد عقل والہام پر ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے استحکام کو پہنچے۔ رواد ڈیل کو بھی کہنا پڑا کہ ''محمد ﷺ کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ اپنے ملک کو جہالت، ذِلّت اور بت پرستی سے چھڑائیں اور ان کی بڑی خواہش یہ تھی کہ امر حق (یعنی توحید الٰہی کا) جو ان کی روح پر بدرجہ غایت غالب تھا' اشتہار کریں۔ حضرت محمد ﷺ کی سیرت ایک عجیب نمونہ اس قوت وحیات کی تھی جو ایسے شخص میں ہوتی ہے جس کو خدا اور قیامت پر اعتقاد کامل ہو جاتا ہے۔ اب اس میں سے جو نتیجے پیدا کئے جائیں' ان کی ذات کریم اور سیرت صداقت مشحون کے سبب ان کو ان لوگوں میں تصور کرنا چاہیے کہ جن کو ایمان' اخلاق اور ابنائے جنس کی تمام حیات پر اقتدار کامل حاصل ہوتا ہے جو حقیقت میں بجز اولوالعزم کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔''

لارڈ ولیم میور متعصب عیسائی کو بھی انصاف نے یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ ''ہم بلا تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام نے ہمیشہ کے لیے اکثر توہمات کو معدوم کر دیا' اسلام کے روبرو بت پرستی مٹ گئی اور خدا کی وحدانیت' غیر محدود کمالات اور قدرت کاملہ کا مسئلہ حضرت محمد ﷺ کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہو گیا جیسا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں تھا۔ مذہب اسلام کی پہلی بات جو خاص اسلام کے معنی میں سے' یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہیے' بلحاظ

معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں۔ چنانچہ مذہب اسلام میں ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں برادرانہ محبت رکھیں' یتیموں کے ساتھ نیک سلوک رکھیں' غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آئیں' نشے کی چیزوں کی ممانعت ہے۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیز گاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔"

یہی لارڈ ولیم میور اپنی کتاب "سیرت محمدیہ" میں دوسری جگہ لکھتا ہے، "ایک زمانہ نا معلوم سے مکہ اور جزیرہ عرب کی روحانی کیفیت بالکل بے حس و حرکت ہو گئی تھی' تمام عرب توہمات اور بدکاریوں میں غرق ہو رہے تھے' یہ عام رسم تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیوہ کو بیاہ لیتا تھا' ان کے غرور و افلاس سے ان میں رسم دختر کشی بھی جاری تھی' ان کا مذہب حد درجہ بت پرستی کا تھا اور ان کا ایمان ایک مسبب الاسباب' مالک علی الاطلاق پر نہ تھا' قیامت اور جزاء و سزا جو فعل یا ترک فعل کا باعث ہو' اس کی انہیں خبر بھی نہ تھی۔ ہجرت سے تیرہ برس پہلے (یعنی اظہار نبوت سے پیشتر) مکہ مکرمہ ذلیل حالت میں بے جان پڑا ہوا تھا مگر ان تیرہ برسوں نے کیا اثر عظیم پیدا کیا کہ لاکھوں آدمیوں نے بتوں کی پرستش چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور حسنات و خیرات و پرہیز گاری اور انصاف ان کا طریقہ ہو گیا اور انہیں شب و روز قادر مطلق کی قدرت کا خیال رہنے لگا اور سمجھنے لگے کہ وہ ہی رازق ہمارے ادنیٰ حوائج کا بھی خبر گیراں ہے۔ اس تھوڑے عرصہ میں مکہ اس عجب تاثیر کے سبب دو حصوں میں تقسیم ہو گیا' مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل اور شکیبائی سے برداشت کیا' اس کے بعد ایک سو مرد و عورت اپنے عزیز ایمان کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر حبش کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے' پھر اس سے زیادہ آدمی اور خود نبی بھی اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ کو چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت کر کے چلے آئے۔ یہاں بھی

اس عجیب تاثیر نے ان لوگوں کے لیے ایک ایسی برادری قائم کر دی جو نبی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو تیار ہو گئے' مدینہ کے باشندوں کے اگرچہ مدت سے یہودی حقانی باتیں کانوں میں پڑی ہوئی تھیں مگر وہ بھی اس وقت تک خواب خرگوش سے بیدار نہ ہوئے جب تک کہ نبی عربی کی پرتاثیر اور روح کو کپکپا دینے والی باتیں ان کے کانوں میں نہ پڑی تھیں' اب وہ بھی ایک نئی اور سرگرم زندگانی کا دم بھرنے لگے۔

ان مصنفوں کے علاوہ فرنچ اور جرمن فاضلوں نے بھی ان سے زیادہ شہادت ادا کی ہے اور بڑی تفصیل سے اپنے بیان کو مدلل کیا ہے' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کمالات و برکات اور اخلاق حضرت رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام میں پائے جاتے ہیں وہ اور کسی نبی اور اس کے ساتھیوں میں نہیں۔

حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت سب انبیاء کرام اور ملائکہ عظام پر ثابت کرنے سے ہماری غرض نعوذ باللہ توہین انبیاء و تنقیص رسل نہیں' ہمارا تو مدعا صرف اتنا ہے کہ لیا یہ جماعت برگزیدگان درجہ و رتبہ میں مساوی ہے کا کہ ان میں بھی بلحاظ کمالات و برکات تفاوت ہے۔ جہاں تک قرآن مجید و احادیث شریفہ اور واقعات خارجیہ نے ہماری رہنمائی کی ہے۔ بنظر تحقیق و تدقیق واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ سب حضرات سے کمالات و برکات اور اخلاق و حسنات میں اعلیٰ و افضل ہیں۔ چنانچہ مخالفین اسلام بھی اسی امر کے واقعات دیکھ کر اپنی کتب میں صحیح شہادت دینے پر مجبور ہوئے ہیں' عقائد اہل سنت و جماعت کے مطابق سب حضرات انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات نور علیٰ نور اور واجب التعظیم ہونے کے علاوہ ہمارے مقتداء و پیشوا ہیں۔ ہمارا عتقاد ہے کہ ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی یا بے ادبی یا توہین و تنقیص کا جائز رکھنا موجب لعنت خداوندی اور خسران و ذلت ہے اور ان کی اتباع' ان کی محبت' ان کی

عقیدت باعث خوشنودی رب العالمین ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بنی آدم کے سردار کا اپنا مرتبہ ہے۔ اور دیگر حضرات کا اپنا درجہ' اس کے فضائل و محاسن جدا ہیں اور ان کے برکات وحسنات جدا ہیں۔

انبیائے کرام نفس نبوت ورسالت من حیث نبی ہی کے درجہ میں سب مساوی ہیں کیونکہ نبوت کلی متواطی ہے جس کا صدق تمام افراد پر یکساں ہے۔ اس اعتبار سے یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں نبی میں نبوت زیادہ ہے اور فلاں میں کم یا فلاں رسول میں رسالت کامل ہے اور فلاں میں ناقص' ہاں نفس نبوت کے ساتھ مطابق آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کمالات وخصوصیات اور مراتب ومحاسن میں سلسلہ رسل و انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات متفاوت ہے۔ بعض کے حق میں صرف رسل اور بعض کی شان میں اولوالعزم رسل پکارا گیا' بعض کو رفع مکانا علیًا اور بعض کو اُوتی الحکم صبیًا سے یاد کیا گیا' بعض کو زبور اور بعض کو بیّنات دے کر فخر بخشا گیا' بعض کو تکلم کا شرف اور بعض کو مراتب ومدارج کی ترقی کا تمغہ دیا گیا' تو گویا نفس نبوت ورسالت کے ساتھ سب حضرات اس طرح کے کمالات وکرامات میں مختلف ہیں اور اسی بناء پر ان میں تفاضل بیان کیا جاتا ہے جس کو علمائے متقدمین ومتاخرین' سلف وخلف ہر زمانہ میں برابر ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔

انبیاء کرام اوصاف حسنہ اور اخلاق حمیدہ سے موصوف ہیں اور فضائل و کمالات سے مزین ہونے کے علاوہ ہمارے رہنما اور واجب التعظیم بزرگ ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سب حضرات ایک نہ ایک صفت خاصہ سے خاص طور پر ممتاز ومشہور تھے' حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نعمت پر شاکر مشہور تھے تو حضرت ایوب علیہ السلام بلاؤں پر صبر کرنے میں ممتاز تھے۔ حضرت یوسف

علیہ السلام صبر و شکر میں معروف تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام معجزات قاہرہ کے مالک تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام صدق و صفا کے صاحب تھے تو حضرت الیاس، زکریا اور یحییٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام خاص طور پر زہد میں مشہور تھے۔ ان حضرات پر فضائل حمیدہ و فضائل برگزیدہ میں سے ایک ایک صفت خاص جو غالب تھی وہ سب اوصاف، خدا کے حبیب، ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کلی طور پر موجود تھے۔ قرآن مجید ان الفاظ میں

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ۔ (پارہ ۷ سورہ الانعام: ۹۰)

"یہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ پر چلو۔"

اسی مضمون کی تشریح فرما رہا ہے کیونکہ نبی کریم حبیب خدا احمد مجتبیٰ ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ اس جماعت برگزیدہ کے فضائل و شمائل میں اقتداء کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے کئی اور واقعات سے معائنہ کرا دیا کہ آنحضرت ﷺ ان سب اوصاف جلیلہ واخلاق جمیلہ کے حاوی تھے جو کہ دیگر حضرات میں انفرادی طور پر جمع تھے، اس لیے آپ کو سید المرسلین امام النبین (ﷺ) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اگر سامعین حضرات کو یہ خیال گزرے کہ کتاب ہذا میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اکرم حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام سب حضرات انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ادھر خود حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ اَنْ يَقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰى۔

"کسی آدمی کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ کہے کہ میں یونس ابن متی سے بہتر ہوں۔"

اور ایک روایت میں:

لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ۔

"انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔"

اور دوسری حدیث میں وارد ہے:

لا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی۔

"مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دو۔"

یعنی کسی کو لائق نہیں کہ یہ کہے کہ میں یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں۔ انبیاء کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دیا کرو۔ مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دیا کرو۔ اس کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہیے کہ انبیاء کرام کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ نبی ہوتے ہیں اور نبوت میں وہ سب یکساں ہیں۔ دوسری حدیث ان کے مراتب و مدارج کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

گزشتہ صفحات میں تفصیل سے تحریر کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید میں انبیاء کرام کے مراتب و مدارج علیحدہ علیحدہ بیان ہوئے ہیں۔ کسی کو صدق کہا گیا' کسی کو کلیم۔ نبوت کی حالت اور حیثیت کے متعلق قرآن شریف میں بھی ہے کہ:

لانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ (پارہ ۳ سورۃ البقرہ: ۲۸۵)

"ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔"

جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبیوں میں فرق نہیں۔ ہم اہل اسلام از روئے قرآن شریف و احادیث' حضور سید عالم ﷺ کی دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر جو فضیلت ثابت کرتے ہیں وہ باعتبار مرتبہ اور شان ہے جو بارگاہ الٰہی سے حضور اقدس ﷺ کو حاصل ہے اور ایسی فضیلت بموجب ارشاد باری تعالیٰ:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔

(پارہ ۲ سورۃ البقرہ: ۲۵۳)

"یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔"

ایک ضروری امر ہے۔ یعنی اگروہ انبیاء (رسول) میں بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو کتاب نازل ہوئی ہے یعنی قرآن شریف اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کتب سابقہ توراۃ' انجیل' زبور و صحف انبیاء کرام کی نگہبان ہے یا ان سب تعلیمات سماوی جو پہلی کتابوں میں تھیں' کا ایک مجموعہ ہے۔ اور جس طرح مسلمانوں کے ایمان میں پہلی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے' اسی طرح قرآن شریف پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ محض اس اعتبار سے کہ وہ کتابیں بھی خدا کی طرف سے آئیں اور قرآن شریف کا نزول بھی خدا کی طرف سے ہے اس میں سب برابر ہیں۔ لیکن چونکہ یہ (قرآن شریف) سب تعلیمات آسمانی کا مجموعہ ہے اور اس کے بعد اب کوئی نئی کتاب اور شریعت نہیں' اس لیے قرآن شریف تمام کتب سماوی سے افضل ہے۔ اسی طرح اگرچہ نبوت کے عہدہ کے لحاظ سے تمام انبیاء کرام مساوی ہیں اس اعتبار سے کہ وہ تمام صفات جو دوسرے انبیاء میں علیحدہ علیحدہ تھیں اور وہ تمام مراتب و مدارج جو انبیاء سابقین علیہم السلام کو عطا ہوئے وہ سب حضور انور ﷺ کی ذات مجمع الصفات میں جمع ہیں۔ حضور ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد ہے کہ:۔

ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض۔

(پارہ ۱۵ بنی اسرائیل ۵۵)

"اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی۔"

یعنی ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور احادیث صحیح میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا صراحتہ بیان ہے جیسا کہ ہم نے بالتفصیل واضح کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں پہلی آسمانی کتابوں میں نبی اکرم ﷺ کی شان مبارک انبیاء سابقین کی

بہ نسبت ارفع و اعلیٰ بیان کی گئی ہے۔ پس ان یقینی دلائل کی موجودگی میں فضیلت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تسلیم کرنے میں کسی تامل یا تردد کو راہ نہیں ملتی۔

ہم دنیا کے مدارج و مراتب دیکھ کر اس فضیلت کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً بادشاہ کی طرف سے عہدہ دار مقرر ہوتے ہیں جو باعتبار ملازم ہونے کے اور باعتبار عہدہ دار ہونے کے باہم مساوی ہوتے ہیں مگر باعتبار رتبہ ان میں بہت فرق ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ضلع کا مالک ایک ڈپٹی کمشنر ہوتا ہے' باعتبار عہدہ و اختیارات ڈپٹی کمشنری کے ہندوستان کے تمام اضلاع کے ڈپٹی کمشنر مساوی ہیں لیکن ان میں بہت سے مدارج ہیں۔ پانچ چھ سو روپیہ سے لے کر دو اڑھائی ہزار تک مختلف تعداد کی تنخواہیں ہوتی ہیں تو اس اعتبار سے جن کو زیادہ تنخواہ ملتی ہے وہ بہر حال باوجود اس کے کہ تھوڑی تنخواہ والے عہدہ میں ان کے برابر ہیں' تھوڑی تنخواہ پانیوالوں سے زیادہ رتبہ رکھتے ہیں اور اس طرح سے ان کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

جن حدیثوں میں حضرت نبی کریم ﷺ نے دوسروں پر فضیلت سے منع فرمایا ہے' ان کے متعلق علماء کرام نے مندرجہ ذیل امور بطور شک یا بطور جواب (بشرطیکہ کسی کو اعتراض ہو) بیان فرمائے ہیں:۔

اول: یہ کہ حضور اقدس ﷺ کا یہ فرمانا کہ ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت نہیں' ایسے وقت کا ارشاد ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی افضلیت اور برتری کا علم نہیں دیا گیا تھا۔ جس وقت حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کی طرف سے اس کا علم دیا گیا تو اس وقت صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا کہ "میں سب کا سردار اور پیشوا ہوں۔"

دوم: حضور اقدس ﷺ نے محض از رُوئے تواضع و انکسار اور بغرض عُجب دور کرنے کے ایسا فرمایا۔ مجھ کو نبیوں پر فضیلت نہ دو۔

سوم: انبیاء کرام میں سے ایک کو دوسرے کی فضیلت مذموم ہے جس سے کسی نبی کی شان میں توہین وتذلیل کا احتمال ہو۔ اور باعث فساد ایمان واسلام ہو۔ اگر کسی کی فضیلت بلا خیال توہین وتذلیل محض امر واقعہ کے اظہار کی غرض سے ہوتو وہ امر واقعی ہے اور اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

چہارم: نفس نبوت ورسالت "من حیث ھی۔" (اس حیثیت سے وہ یہ ہے) کے درجہ میں سب حضرات انبیاء کرام مساوی ہیں۔ اس لیے حکم ہے کہ تم نبوت ورسالت مطلقہ کے درجہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیا کرو کیونکہ اس میں تفاضل نہیں ہوسکتا۔ ہاں باعتبار زیادتی کمالات وبرکات وخصوصیات وکرامات بعض کا بعض پر فوق ثابت ہے سو اس کے اظہار میں مضائقہ نہیں۔ چنانچہ ہم اس کے متعلق بڑی وضاحت سے اوپر بیان کر آئے ہیں۔

پنجم: جس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی کو یہ حق نہیں کہ اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت دے۔ اس میں فضیلت والا نبی مقصود نہیں ہے بلکہ عام لوگوں کو خطاب ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ غیر نبی خواہ کتنا ہی مقرب بارگاہ ایزدی ہو نبی کے برابر نہیں ہوسکتا' چہ جائیکہ نبی سے افضل ہو۔ بدیں وجہ منع فرما دیا کہ نبی پر کوئی اپنے آپ کو فضیلت نہ دے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ غیر نبی' نبی کا مقابلہ کرے۔

اگرچہ خدا کے پیارے حبیب حضرت محمد رسول ﷺ کے محامد ومحاسن اور ان کی فضیلت کا بیان بہت تفصیل چاہتا ہے' اور اگر کوئی لکھنا چاہے تو دفتر کے دفتر بھی اس بحث کے لیے کافی نہیں ہوسکتے۔ لیکن ہمارا مضمون چونکہ لمبا ہوتا ہے' اس لیے ہم نے حتی الامکان اس کو مختصر لفظوں میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ایک سلیم الفطرت مسلمان کے لیے اتنا ہی کافی بلکہ کافی سے زیادہ ہے۔ بڑے بڑے اکابر علماء وفضلاء نے حضور اقدس ﷺ کی

افضلیت پر بہت کچھ لکھا ہے لیکن اس پر بھی ان کو ... کا اقرار ہے اور اسی عجز کو میں اپنے آپ میں محسوس کر کے اس مضمون کو اس مشہور قطعہ ... ختم کرتا ہوں۔

یا صاحب الجمال یا سیّد البشر

من وجھک المنیر لقد نوّر القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقّہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(اے صاحب جمال اے بشروں کے سردار تیرے چہرہ منور سے چاند کو روشن کیا گیا۔ آپ کی ثناء (تعریف) ممکن ہی نہیں جیسا کہ اس کا حق ہے۔ مختصر قصہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی بزرگ ہستی ہیں۔)

اب ایک اور امر قابل غور ہے کہ یہ تو بخوبی ذہن نشین ہو گیا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ تمام انبیاء سابقین سے افضل و اعلیٰ ہیں اور قرآن شریف تمام کتب سماوی سے اعلیٰ و افضل ہے لہذا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیات کا دین مقدس اسلام تمام ادیان سابقہ سے افضل و اعلیٰ ہو گا اور یہ امر کسی نتیجہ یا قیاس پر منحصر نہیں بلکہ خداوند کریم نے اپنے مقدس کلام قرآن شریف میں اس کی صراحت فرمادی ہے کہ:

انَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللہِ الْاِسْلَامُ۔ (پارہ ۳ آل عمران: ۱۹)

"بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔"

یعنی خدا تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ادیان سابقہ کا اب کوئی وجود حقیقی نہیں۔ اب کوئی دین اسلام کے سوا اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں ہے بلکہ اگر دین کہا جا سکتا ہے تو صرف "اسلام" کو۔ یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

"اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا"

یعنی جو شخص دین مقدس اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی پیروی کرے گا، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی یہ کوشش ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں ہوگی۔ دین پسندیدہ اور مقدس تو صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کے پیروکار ہیں اور وہ اپنے اس مذہب کو اسلام سے اچھا اور برتر سمجھتے ہیں، ان کا یہ خیال بالکل باطل ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اسلام کے سوا کوئی اور مذہب بھی پیش ہونے کے قابل ہے یہ بھی ارشاد ہے کہ:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

یعنی اے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی تمام کی تمام نعمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہم "دین اسلام" پر راضی ہیں اور اس کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں ہے۔ اس آیت شریفہ میں دو باتیں ہیں:

۱۔ کہ دین اسلام کو کامل فرمایا یعنی دوسرے دینوں کی طرح اس میں کوئی نقص یا کمی باقی نہیں۔

۲۔ یہ کہ دین اسلام خداوند کریم نے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔

یہ مسلمانوں کی انتہائی خوش قسمتی ہے اور خداوند کریم و رحیم کا ان پر فضل و کرم

ہے کہ اس نے ان کو اپنے پیارے حبیب افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ تمام کتابوں سے افضل کتاب قرآن شریف کو ان کی ہدایت کے لئے نازل کیا اور تمام ادیان سابقہ سے افضل دین کا عامل بنایا۔ پس مبارک ہیں وہ لوگ جو افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر کے افضل الکتب پر عمل کریں اور خداوند قدوس کے حضور افضل الادیان' دین اسلام پیش کر کہ سرخرو ہوں۔

اہل اسلام بھائیوں کو لازم ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ان نعمتوں کی قدر کریں۔ یہ دنیا چند روزہ ہے، آخر کار ہم نے اپنے مالک کے حضور پیش ہونا ہے۔ وہاں اعمال جانچے جائیں گے اور باز پرس ہو گی۔ اللہ تعالیٰ تمام بھائیوں کو اپنے فضل و کرم سے توفیق عنایت فرمائے کہ وہ ان نعمتوں کی قدر کریں اور اطاعت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کوشش کریں۔

آخر میں قارئین و ناظرین سے استدعا ہے کہ فقیر کے حق میں دعائے خیر کریں کہ اللہ تعالیٰ، فقیر کو اپنی اور اپنے حبیب افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمادے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَاَفْضَلِ رُسُلِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعِتْرَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

راقم:

(پیر سید) محمد حسین علی پوری عفی اللہ عنہ

علی پور سیداں تحصیل پسرور ضلع نا...

نعت

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
جیسے میرے سرکار ہیں ایسا نہیں کوئی

تم سا تو حسین آنکھ نے دیکھا نہیں کوئی
یہ شانِ لطافت ہے کہ سایہ نہیں کوئی

اے ظرف نظر دیکھ مگر دیکھ ادب سے
سرکار کا جلوہ ہے تماشا نہیں کوئی

یہ تجربہ ایمان ہے اے رحمت عالم
فریاد تمہارے سوا سنتا نہیں کوئی

یہ طور سے کہتی ہے ابھی تک شب معراج
دیدار کی طاقت ہو تو پردا نہیں کوئی

وہ آنکھ جو روتی ہے غم عشق نبی میں
اس آنکھ سے روپوش تو جلوہ نہیں کوئی

سوچو تو کبھی نسبت رحمت کے نتائج
تسلیم کہ ہم لوگوں میں اچھا نہیں کوئی

شمسیر وسیلہ سپر رحمت حق ہے
سرکار کی امت میں نہتا نہیں کوئی

بیکار ہے ہر وار تیرا گردش دوراں
وہ ہمدم و غمخوار ہیں تنہا نہیں کوئی

اعزاز یہ حاصل ہے تو حاصل ہے زمیں کو
افلاک یہ تو گنبد خضراء نہیں کوئی

ہوتا جہاں ذکر محمد ﷺ کے کرم کا
اس بزم میں محرم تمنا نہیں کوئی

درمان غم و درد شفائے دل بیمار
جز آپ کے اے جان مسیحا نہیں کوئی

سرکار کی رحمت نے مگر خوب نواز
یہ سچ ہے خالد سا تو نکما نہیں کوئی

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک صلوۃ علیک

رحمتوں کے تاج والے دو جہاں کے راج والے
آسیوں کی لاج والے عرش کی معراج والے

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک صلوۃ علیک

ایک عرض اور کریں ہم میرے مولا جب مریں ہم
کلمہ آپ کا پڑھیں ہم بعد اس کے یہ کہیں ہم

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک صلوۃ علیک

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے سرِ سرداراں خم رہیں
اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں
اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

نعرہائے دلیراں سے بن گونجتے
غرش کوس جرأت پہ لاکھوں سلام

ان کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود
ان کے ہر وقت حالت پہ لاکھوں سلام

عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
اس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

جس مسلماں نے دیکھا انہیں اک نظر
اس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی
ان سب اہلِ محبت کو لاکھوں سلام

اور جتنے شہزادے ہیں اس شاہ کے
ان سب اہلِ مکانت کو لاکھوں سلام

ربِ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم تعریف والا	اَحْمَدُ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حمد کرنیوالا	حَامِدٌ صلی اللہ علیہ وسلم سراہنے والا	مَحْمُوْدٌ صلی اللہ علیہ وسلم سراہا گیا	قَاسِمٌ صلی اللہ علیہ وسلم بانٹنے والا	عَاقِبٌ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے آنے والا
فَاتِحٌ صلی اللہ علیہ وسلم کھولنے والا	شَاهِدٌ صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دینے والا	حَاشِرٌ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھنے والا	رَشِیْدٌ صلی اللہ علیہ وسلم نیک	مَشْهُوْدٌ صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیا گیا	بَشِیْرٌ صلی اللہ علیہ وسلم خوشخبری دینے والا
نَذِیْرٌ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرانے والا	دَاعٍ صلی اللہ علیہ وسلم بُلانے والا	شَافٍ صلی اللہ علیہ وسلم شفا دینے والا	هَادٍ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی	مَهْدٍ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت والا	مَاحٍ صلی اللہ علیہ وسلم محو کرنے والا
مُنْجٍ صلی اللہ علیہ وسلم نجات والا	نَاهٍ صلی اللہ علیہ وسلم منع کرنیوالا	رَسُوْلٌ صلی اللہ علیہ وسلم رسول	نَبِیٌّ صلی اللہ علیہ وسلم نبی	اُمِّیٌّ صلی اللہ علیہ وسلم ان پڑھ	تِهَامِیٌّ صلی اللہ علیہ وسلم تہامی
هَاشِمِیٌّ صلی اللہ علیہ وسلم ہاشمی	اَبْطَحِیٌّ صلی اللہ علیہ وسلم ابطح والا	عَزِیْزٌ صلی اللہ علیہ وسلم غالب	حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ صلی اللہ علیہ وسلم حرص کرنے والا لوگوں کے ایمان کے لیے	رَءُوْفٌ صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل	رَحِیْمٌ صلی اللہ علیہ وسلم رحم والا
طٰهٰ صلی اللہ علیہ وسلم طٰہٰ	مُجْتَبٰی صلی اللہ علیہ وسلم چُنا ہوا	طٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم طٰس	مُرْتَضٰی صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدہ	حٰمٓ صلی اللہ علیہ وسلم حٰم	مُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم چُنا ہُوا
یٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم یٰس	اَوْلٰی صلی اللہ علیہ وسلم بہتر	مُزَّمِّلٌ صلی اللہ علیہ وسلم کملی والا	وَلِیٌّ صلی اللہ علیہ وسلم دوست	مُدَّثِّرٌ صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھنے والا	مَتِیْنٌ صلی اللہ علیہ وسلم مضبوط
مُصَدِّقٌ صلی اللہ علیہ وسلم سچ بولنے والا	طَیِّبٌ صلی اللہ علیہ وسلم پاک	نَاصِرٌ صلی اللہ علیہ وسلم مدد دینے والا	مَنْصُوْرٌ صلی اللہ علیہ وسلم مدد دیا گیا	مِصْبَاحٌ صلی اللہ علیہ وسلم چراغ	اٰمِرٌ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دینے والا

DESIGNED BY:
TAYYAB GRAPHICS 0321-4761150



مسجدِ نور (علی پور سیداں شریف) میں مچھلی کے کانٹے کا شہتیر